**بہترین مناظرے**

110 بہترین مناظرے

پیش كش

**استاذ سید ابو القاسم دیباچی**

تالیف

**محمد محمدی اشتہاردی**

ترجمہ

**الموسسۃ الاسلامیۃ للترجمۃ**

# 

# فہرست

[استاد دیباچی کا مقدمہ 11](#_Toc272161298)

[عرض ادارہ 15](#_Toc272161299)

[مقدمہ مولف 17](#_Toc272161300)

[قرآن میں جناب ابراہیم﷣ کے مناظرے 20](#_Toc272161301)

[جامعہ ازہر کے استاد شلتوت کی باتیں 24](#_Toc272161302)

[کتاب حاضر 25](#_Toc272161303)

[۱۔ آپ کا پانچ گروہوں سے مناظرہ: 29](#_Toc272161305)

[۲۔ قریش کے سرداروں سے پیغمبر خدا کا مناظرہ 48](#_Toc272161307)

[۳۔ رسول خدا ﷺ کا یہودیوں کے علماء اور دانشمندوں سے مناظرہ 62](#_Toc272161310)

[۴۔ پیغمبر ﷺ کا قبلہ کے سلسلے میں یہودیوں سے مناظرہ 68](#_Toc272161312)

[۵۔ قرآن پر اعتراض اور اس کا جواب 74](#_Toc272161313)

[۶۔ ۲۴ منافقوں کی سازش اور آپ ؐ کا ان سے مناظرہ 75](#_Toc272161314)

[۷۔ علماء نجران کا پیغمبر ﷺ سے مناظرہ 82](#_Toc272161315)

[۸۔ حضرت علی﷣ کا معاویہ سے تحریری مناظرہ 93](#_Toc272161316)

[۹۔ اپنے حق کے دفاع میں علی﷣ کا مناظرہ 95](#_Toc272161317)

[۱۰۔ معاویہ کی سیاسی سازش کا جواب 98](#_Toc272161318)

[۱۱۔ امام سجاد﷣ کا ایاک بوڑھے سے مناظرہ 100](#_Toc272161319)

[۱۲۔ امام صادق﷣ سے مناظرہ کے بعد ایک منکر خدا کا مسلمان ہونا 102](#_Toc272161320)

[۱۳۔ ابن ابی العوجاء کی لاچاری 106](#_Toc272161321)

[۱۴۔ مناظرے کا تیسرادن 108](#_Toc272161322)

[۱۵۔ ابن ابی العوجاء کی ناگہانی موت 110](#_Toc272161323)

[۱۶۔ عبد اللہ دیصانی کا مسلمان ہونا 111](#_Toc272161324)

[۱۷۔ ایک ثنوی کو امام﷣ کا جواب 115](#_Toc272161325)

[۱۸۔ منصور کے سامنے امام صادق﷣ اور ابوحنیفہ کا مناظرہ 118](#_Toc272161326)

[۱۹۔ وہ مناظرہ جس نے ایک ’’خدانما‘‘ کو لاچار کردیا 119](#_Toc272161327)

[۲۰۔ تم یہ جواب حجاز سے لے آئے ہو 120](#_Toc272161328)

[۲۱۔ امام﷣ کے شاگردوں کا ایک شامی سی مناظرہ 122](#_Toc272161329)

[۲۲۔ ہشام کا شامی دانشمند سے زبردست مناظرہ 125](#_Toc272161330)

[۲۳۔ امام کاظم﷣ کی خدمت میں ایک جاثلیق کا مسلمان ہونا 131](#_Toc272161331)

[۲۴۔ امام کاظم﷣ کے سامنے ابو یوسف کی بے بسی 135](#_Toc272161334)

[۲۵۔ امام کاظم﷣ کا ہارون کے ساتھ مناظرہ 137](#_Toc272161335)

[۲۶۔ امام رضا﷣ کا ابو قرۃ سے مناظرہ 140](#_Toc272161336)

[۲۷۔ امام رضا﷣ کا ایک منکر خدا سے مناظرہ 145](#_Toc272161337)

[۲۸۔ مشیت اور ارادہ کے معنی 146](#_Toc272161338)

[۲۴۔ مامون کا بنی عباس سے، امام جواد کی شان میں مناظرہ 147](#_Toc272161339)

[۳۰۔ ایک مناظہر جس نے عراقی فلسفی کی حالت متغیر کردی 152](#_Toc272161340)

[۳۱۔ ایک ہوشیار عورت کا سبط بن جوزی سے مناظرہ 157](#_Toc272161341)

[۳۲۔ ایک وار میں تین سوالوں کے جواب 159](#_Toc272161342)

[۳۳۔وزیر کو بہلول کا بہترین جواب 160](#_Toc272161343)

[۳۴۔ مذہب جبر کے ایک استاد سے شیعی رکن کا مناظرہ 161](#_Toc272161344)

[۳۵۔ ابو حنیفہ سے فضال کا دلچسپ مناظرہ 163](#_Toc272161345)

[۳۶۔ ایک بہادر عورت کا حجاج سے زبردست مناظرہ 167](#_Toc272161346)

[۳۷۔ ایک گمنام شخص کا ابو الھذیل سے عجیب مناظرہ 174](#_Toc272161347)

[۳۸۔ علماء سے مامون کا مناظرہ 179](#_Toc272161348)

[۳۹۔ رسول خدا ﷺ کی حدیث پر بیٹے کے اعتراض پر ابو دلف کا جواب 180](#_Toc272161349)

[۴۰۔ ابو ہریرہ سے ایک غیور جوان کا دندان شکن مناظرہ 182](#_Toc272161350)

[۴۱۔ بزدلانہ تہمتوں کا جواب 183](#_Toc272161351)

[۴۲۔ استدلال کے سامنے ایک وہابی دانشور کی بے بسی 185](#_Toc272161352)

[۴۳۔ ایک مرجع کا ایک وہابی پولس سے مناظرہ 191](#_Toc272161353)

[۴۴۔ ایک مسیحی سے علی بن میثم کا مناظرہ 194](#_Toc272161356)

[۴۵۔ علی بن میثم کا ایک منکر خدا سے زبردست مناظرہ 195](#_Toc272161357)

[۴۶۔ ابو الہذیل سے علی بن میثم کا مناظرہ 196](#_Toc272161358)

[۴۷۔ حضرت علی﷣ کی برتری کا اعلان 198](#_Toc272161359)

[۴۸۔ شیخ بہائی کا ایک عجیب مناظرہ 201](#_Toc272161360)

[۴۹۔ علامہ حلی کا سید موصلی سے مناظرہ 203](#_Toc272161361)

[۵۰۔ ایک یشعہ عالم کا امر بالمعروف کے مسؤل سے مناظرہ 205](#_Toc272161362)

[۵۱۔ علامہ امینی کا قانع کنند جواب 207](#_Toc272161363)

[۵۲۔ کیا پتھر اور مٹی پر سجدہ کرنا شرک ہے؟ 208](#_Toc272161364)

[۵۳۔ امر بالمعروف کے سرپرست سے ایک شیعہ مفکر کا مناظرہ 214](#_Toc272161365)

[۵۴۔ مظلومیت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ۔ کیوں؟ 217](#_Toc272161366)

[۵۵۔ خاک شفا کی سجدہ گاہ پر سجدہ کرنے کے متلق ایک مناظرہ 219](#_Toc272161367)

[۵۶۔ اگر رسول خدا کے بعد کوئی رسول ہوتا تو وہ کون ہوتا؟ 226](#_Toc272161368)

[57۔ متعہ كے جواز پر مناظرہ 228](#_Toc272161369)

[58۔ ایك شیعہ مفكر كا مسیحی مفكر سے مناظرہ اور مسیحی كی بے بسی 230](#_Toc272161370)

[59۔ شیخ مفید ﷫ كا قاضی عبد الجبار سے مناظرہ 233](#_Toc272161371)

[60۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ كا عمر بن خطاب سے مناظرہ 237](#_Toc272161372)

[61۔ مامون كا سنی عالم سے آیہ غار كے متعلق مناظرہ 242](#_Toc272161373)

[62۔ ابن ابی الحدید سے مولف كا غائبانہ مناظرہ 246](#_Toc272161374)

[63۔ نص كے مقابل اجتہاد كے متعلق مناظرہ 249](#_Toc272161375)

[64۔ ڈاكٹر تیجانی سے آیت اللہ شہید صدر كا مناظرہ 253](#_Toc272161377)

[65۔ اذان و اقامت میں حضرت علی﷣ كا نام 257](#_Toc272161378)

[66۔ آیت اللہ العظمی آقائی خوئی طاب ثراہ سے گفتگو 258](#_Toc272161379)

[67۔ نماز ظہر عصر ور مغرب و عشاء كا یاك وقت میں انجام دینا 262](#_Toc272161380)

[68۔ اہل سنت كے امام جماعت سے ایك پر لطف مناظرہ 266](#_Toc272161381)

[69۔ قاضی مدینہ كی لا چاری 268](#_Toc272161382)

[70۔ آل محمد پر صلوات بھیجنے كے بارے میں مناظرہ 270](#_Toc272161385)

[71۔ حدیث غدیر كے متعلق مناظرہ 275](#_Toc272161386)

[72۔ شاگرد اور استاد میں مناظرہ 279](#_Toc272161387)

[73۔ قبر رسول خداﷺ كے پاس با آواز بلند زیارت پڑھنا 285](#_Toc272161388)

[74۔ شیخ بہائی كے والد كا ایك سنی سے مناظرہ 287](#_Toc272161389)

[75۔ اصحاب كو برا بھلا كہنے كے متعلق ایك مناظرہ 295](#_Toc272161390)

[76۔ اصحاب كو برا بھلا كہنے كے سلسلے میں دوسرا مناظرہ 297](#_Toc272161392)

[77۔ آیت ’رضوان‘ كے بارے میں مناظرے 300](#_Toc272161395)

[78۔ ’’عشرہ مبشرہ‘‘ كے بارے مین ایك مناظرہ 304](#_Toc272161396)

[79۔ قبروں پر پیسے ڈالنا 308](#_Toc272161397)

[80۔ شرك، شرك، شرك 310](#_Toc272161398)

[81۔ حج كے متعلق دو علماء كا مناظرہ 313](#_Toc272161399)

[82۔ جناب عبد المطلب اور ابو طالب﷦ كی قبروں كی زیارت اور ان كا ایمان 327](#_Toc272161400)

[83۔ كیا حضرت علی﷣ گراں قیمت انگوٹھی پہنتے تھے؟ 337](#_Toc272161401)

[84۔ علی﷣ كا نام قرآن میں كیوں نہیں؟ 341](#_Toc272161402)

[85۔ تشیع اور اس كی پیروی كی صحت 344](#_Toc272161403)

[86۔ قبروں كی عمارتوں كو ویران كرنے كے متعلق ایك مناظرہ 346](#_Toc272161404)

[87۔ خانہ كعبہ میں حضرت علی﷣ كی ولادت پر ایك مناظرہ 352](#_Toc272161405)

[88۔ امامت اور حدیث ’’اصحابی كالنجوم‘‘ كے متعلق ایك مناظرہ 355](#_Toc272161407)

[89۔ علی﷣ كشتہ راہ عدالت 359](#_Toc272161408)

[90۔ ایك استاد اور شاگرد كے درمیان ائمہ﷨ كی سخاوت كے متعلق مناظرہ 364](#_Toc272161409)

[91۔ حضرت علی﷣ اور مسئلہ وحی كے بارے میں ایك مناظرہ 370](#_Toc272161410)

[92۔ ایك طالب علم اور عالم دین كا مناظرہ 373](#_Toc272161411)

[93۔ طالب علم اور عالم دین كا عورتوں كی مہر كے مسئلے میں دوسرا مناظرہ 377](#_Toc272161412)

[94۔ معاویہ پر لعنت كے جواز كے متعلق ایك مناظرہ 382](#_Toc272161413)

[95۔ واعظ اور سامع كے درمیان مناظرہ (امام حسین﷣ پر گریہ كے متعلق) 386](#_Toc272161414)

[96۔ پیغمبرﷺ كی خاتمیت پر ایك مناظرہ 396](#_Toc272161415)

[97۔ امام حسین﷣ كے قاتلوں كے بارے میں ایك مناظرہ 400](#_Toc272161416)

[98۔ آیت ہلاكت كے بارے میں مناظرہ 406](#_Toc272161417)

[99۔ ایران میں تشیع كے بارے میں ایك مناظرہ 409](#_Toc272161418)

[100۔ قرآن كی بعض آیتوں كے درمیان ظاہری اختلاف كے متعلق ایك مناظرہ 415](#_Toc272161419)

[101۔ امام زمانہ (عج) كے 313 مددگاروں كے متعلق ایك مناظرہ 420](#_Toc272161420)

[102۔ ایك استاد كا علامہ امینی﷫ سے مناظرہ 429](#_Toc272161421)

[103۔ علامہ بحر العلوم﷫كا مكے كے امام جمعہ سے مناظرہ اور اس كا شیعہ ہونا 431](#_Toc272161422)

[104۔ شیخ جمال ملص سے ایك مزیدار مناظرہ 433](#_Toc272161423)

[105۔شیخ مفید كا استاد رمانی كو منہ توڑ جواب 437](#_Toc272161424)

[106۔ بابیت اور بہائیت كا ظہور 438](#_Toc272161425)

[107۔ علی﷣ زیادہ سچے تھے 443](#_Toc272161426)

[108۔ احمد بن حنبل كا حصرت علی﷣ كے فضائل كے متعلق ایك مناظرہ 444](#_Toc272161427)

[109۔ حضرت امام علی﷣ كی صحابہ پر افضیلت 445](#_Toc272161428)

[110۔ حسنیہ كے مقابل میں بصرہ كے ایك عالم كی پریشانی 449](#_Toc272161429)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# استاد دیباچی کا مقدمہ

ہم یہ کوئی نئی بات نہیں کہیں گے اگر کہیں کہ انسان کی عقل اپنے سامنے موجود مختلف افکار، جزئیات اور اپنے پاس موجود معلومات کے مختلف پہلوؤں کا ایک پہاڑ لئے ہوئے ہے تاکہ ان معلومات کی بنا پر وہ ان اشیاء تک پہنچ جائے جو اس طرح کے افکار کا ماحصل ہوا کرتی ہیں چاہے اس کی یہ معلومات اسے کسی حقیقت کو تسلیم کراکے اسے اس کا معتقد ہو جانے پر مجبور کردیں یا پھر اس سے روگردانی کرتے ہوئے دوری اختیار کرنے پر مجبور کریں۔

جس طرح یہ بات بھی کسی پر مخفی نہیں کہ اس طرح کی تلاش اور کاوش کے لئے کچھ ایسے معیاروں اور موازین کا وجود لازم ہے جو حالات کے تحت بدل جانے والے نہ ہوں الایہ کہ انسان اپنی فطرت ہی کو بھول بیٹھے اور حقیقت کی راہ میں حائل ہوجائے کیونکہ ایسی صورت میں تو اس کے قدم اسے صرف خیط الحواسی اور تنگ و تاریک راستوں ہی کی طرف لے جائیں گے۔

اسی بنا پر ہم ان دو مخالف گروہوں کے جتنے بھی اجتماعات کا مشاہدہ کرتے ہیں چاہے وہ قدیم ہوں یا جدید بے فائدہ نظر آتے ہیں جبکہ ان کا تقاضا تو یہی ہوتا ہے کہ وہ کسی نتیجے پر پہنچ کر ختم ہو جائیں اور ان دونوں گروہوں کی آپسی نفرت و دوری میں کمی ہوجائے۔

البتہ کسی بھی انسان کے لئے یہ کوئی بہت مشکل کام نہیں ہے کہ وہ تاریخ بشریت کے صفحات پر نقش ان دونوں حالتوں کی مختلف شکلوں پر غور کرے۔ خصوصاً ان میں سے اسلامیات اور تاریخ کے مخصوص گروہ اور مشہور شخصیتوں کے متعلق غور فکر کرنا اور آسان ہے۔

اور یہ کہنا درست ہوگا کہ ان متعدد علمی مناظروں کی بدولت بہت سے لوگ صحیح اور محفوظ شاہراہ ہدایت پر نہایت یقین و اطمینان کے ساتھ آگے بڑھتے رہے، اپنی صحیح فکر سے استفادہ کرتے ہوئے انہوں نے اس طرزتفکر کو اختیار کیا جو ان کے لئے ضروری تھا، راستے میں آنے والی تمام ان مشکلات کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اپنی منزل مقصود تک جا پہنچے جو انہیں منحرف کر کے کسی اور غلط اور مخالف راستے پر ڈالنا چاہ رہی تھیں کیونکہ بہر حال علمی مکالمے اور اعتقادی مناظرے انسانی طبیعت میں بڑی حدتک نفوذ رکھتے ہیں اور انہیں کے وجہ سے انسانی دماغ میں تفکراتی انقلاب اور نئی راہیں باز ہوتی ہیں۔

گو کہ یہ مناظرے اور اس طرح کے علمی مکالمے بعض اوقات مختلف مشکلات اور پریشانیوں کا باعث ہو جاتے ہیں اور یوں بھی یہ کسی خاص مناسبت سے مخصوص ہوا کرتے ہیں مگر اس کے باوجود یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ اس طرح کے مناظرے انسان کے اندر ایک نئی امنگ اور نیا جذبہ ایجاد کرنے میں خاصے معاون ہوا کرتے ہیں اور اسے فکری اعتبار سے ایسی صلاحیتوں کا مالک بنا دیتے ہیں جن کا اظہار اس طرح کی بحث کے دوران ناگزیر ہوتا ہے اور اسی کے سبب بحث کرنے والے کے سامنے حقیقت کسی آئینے کی طرح واضح ہو کر دمکنے لگتی ہے۔

اسی طرح آپ دیکھتے ہیں کہ تمام آسمانی شریعتیں اور خصوصاً دین اسلام میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے اس پر توجہ اور اعتنا کا یہ عالم ہے کہ اگر آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو خودہی اس طرح کے مناظروں کی بہت سے مثالیں آپ کے سامنے آئیں گی اور اسی طرح سنت رسول اور احادیث ائمہ ﷨ میں حددرجہ اس کا ذکر موجود ہے۔

ہاں یقیناًعاقل کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ جب حق اپنے دلائل اور براہین کے ساتھ روشن ہو جائے تو وہ اس کی باتوں پر غور کرے البتہ ہم ان لوگوں کی بات نہیں کر رہے ہیں جو گناہوں کو فختر و مباہات کا ذریعہ تصور کرتے ہیں اور جن کا تکبر ان کی ہدایت کی راہوں میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے اور نہ ہی ہم ان سے کوئی بات کر نا چاہتے ہیں جو حقیقتاً سطحی اور ناقابل توجہ افراد ہوتے ہیں ہم نے اپنی اس تمام گفتگومیں عقلاء کو اپنا مخاطب قرار دیا ہے ان لوگوں سے خطاب کیا ہے جن کے بارے میں خداوندے کریم کا راشاد ہو رہاہے۔

جو لوگ بات کو غور سے سنتے ہیں اور ان میں سے بہترین قول کی پیروی کرتے ہیں۔[[1]](#footnote-1)؎

بلکہ حکمت تو مومن کی گمشدہ شئے ہوتی ہے لہٰذا وہ اس کی اس وقت تک تلاش میں سررگرداں رہتا ہے جب اسے حاصل نہیں کرلیتا اور مومن جب حکمت کو پالیتا ہے تو اس کے لئے یہ بھی لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس پر یقین کرے اور اس کی ہدایت کی پیروی کو اختیار کرلے اور یہی وہ حقیقی مقصد ہوا کرتا ہے جسے ہر حق کے متلاشی شخص کو اپنا وطیرہ بنانا چاہیے۔

یہاں ہم بحث و مناظرے کے متعلق کسی تفصیلی گفتگو کا ارادہ نہیں رکھتے جو کچھ بھی ہم نے اس باب میں عرض کیا اس کا مقصد محض قارئین کو اس کتاب کے مطالعہ کے دوران تھوڑے غور و فکر اور تامل کی دعوت دینا تھا۔ یہ ایسی کتاب ہے جس میں مولف نے اپنے سعی بھر اہل بیت ﷨ کے مکتب کے نمونوں کا تذکرہ کیا ہے ان کی یہی کوشش رہی ہے کہ اہل بیت ﷨ کے مکتب سے غافل فرد کو ان کی عظمت سے روشناس کرایا جائے یا ان نکات کی طرف اس کی توجہ مبذول کرائی جائے جن سے وہ غافل ہو۔

اسی طرح ہم مطالعہ کرنے والے کی توجہ ان بعض سطور کی طرف مبذول کرنا چاہیں گے جو عظمت اہل بیت ﷨ کی ایک چھوٹی سی مثال ہیں اور ان کے عظیم درسگاہ کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہیں۔ مگر عقیدہ اسلامی کے لئے نہایت گراں بہا خزینے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

السید ابو القاسم الدیباجی

شوال المکرم ۱۴۱۵؁ھ۔ق

# عرض ادارہ

یہ کتاب تاریخ اسلام کے مختلف مناظروں کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ یہ کتاب دلوں پر پردے کو چاک کر کے ہدایت کے راستوں کو آشکار کرتی ہے، زبردست دلائل و براہین کے ذریعے ذہنوں پر پڑی ہوئی غفلت کے گرد غبار کو چھانٹ کر آج کے مسلمانوں کے سامنے پیش آنے والے مختلف مسائل کا حل بتاتی ہے خصوصاً اس کتاب میں اس طرح کے تمام اعتراضوں کے جواب موجود ہیں جو ملحد و منکر خدا جیسے افراد کی کج فکریوں کے نتیجے ہوا کرتے ہیں جو مسلمان جوانوں کو بہکا نے میں نہایت سرر گرم نظر آتے ہیں۔

جہاں تک مولف کا سوال ہے تو اس قیمتی کتاب کے مولف حوزہ علمیہ قم کے ایک مشہور و معروف محقق ’’حجتہ الاسلام و المسلمین شیخ محمد محمدی اشتہاردی‘‘ ہیں۔ اسلام افکار کی نشر و اشاعت میں آپ نے بہت کام کیا ہے آپ کی تمام کتابیں بہترین اسلوب، مضبوط دلائل اور حدت فکر کی وجہ سے ایک امتازی حیثیت کی حامل ہیں۔

انہیں تمام خصوصیات اور اس کتاب کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ’’الموسستہ الاسلامیۃ للترجمہ‘‘ نے اس کتاب کے ترجمے کا بیڑا اٹھایا اور خدا کا شکر ہے کہ اس کا اردو ترجمہ بھی آپ کے ہاتھوں میں ہے اس سے قبل اس کا عربی اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا تھا۔

ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ راہ اسلام میں مولف کی اس جد و جہد کو قبول کرے اور اس کی انہیں بہترین جزادے اور ہمیں بھی اس بات کی توفیق عنایت کرے کہ ہم اہل بیت ﷨ کے مکتب فکر کا دفاع کر سکیں۔

اس کے ساتھ ہم اپنے عزیز دوست حجتہ الاسلام و المسلمین سید ابو القاسم دیباچی کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اس کتاب کی تنظیم و ترتیب میں ہماری کافی مدد کی۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ جناب حجۃ الاسلام آقائے ہاشم صالحی کا بھی شکر گزار ہونا چاہیے جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے بڑی زحمت اٹھائی اگر یہ کہا جائے کہ اگر ان کی جد و جہد نہ ہوتی تو اس کتاب کا چھپنا بہت مشکل تھا تو بالکل غلط نہ ہوگا۔ بہر حال کتاب آپ کے سامنے ہے ممکن ہے اس میں کچھ غلطیاں ہوں چونکہ اس کی کمپوزنگ نہایت ہنگامی صورت حال میں ہوئی ہے لہٰذا زیادہ تر املائی غلطیوں کا امکان پایا جاتا ہے امید ہے آپ معاف فرما ئیں گے۔ و الحمد للہ

الموستہ الاسلامیۃ للترجمۃ۔ قم۔ جمہوریہ اسلامی ایران

۱۰؍ذی القعدہ ، ۱۴۱۵؁ھ

# مقدمہ مولف

اسلام میں مناظرہ اور مقاصد کی برآوری کے لئے اس کا کردار

وضاحت، حقیقت شناسی اور اصلیتوں سے پردے ہٹا نے کے لئے خصوصاً اس زمانے میں مناظرہ اور بحث و مباحثہ سے زیادہ مفید کوئی شئے نہیں ہے کیونکہ آح فکری بلندی اور ترقی کا زمانہ ہے لہٰذا مناظروں کے ذریعے بڑی آسانی سے کسی بھی ثقافتی مقصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے کیونکہ بہر حال اگر مناظرہ کے نتائج کو کوئی تعصب اور تنگ نظری کی وجہ سے قبول نہ بھی کرے تب بھی اتمام حجت تو ہو جاتی ہے۔

کیونکہ یہ بات تو واضح ہی ہے کہ عقائد اور مذاہب کو تلوار اور نیزوں کے زور پر کسی کے دل و دماغ میں جگہ نہیں دی جاسکتی اور اگر فرض کے طور پر ایسا کر بھی لیا جائے تو اس کے اثرات ناپائدار ہوتے ہے۔

لہٰذا اہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے اسے خاص اہمیت دی ہے اور اسے اصل اور بنیاد قرار دیا ہے خداوند عالم نے قرآن مجید میں چار مقامات پر اپنے پیغمبر سے ارشاد فرمایا ہے۔

قُلْ ہَاتُوْا بُرْہَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ

مخالفوں سے کہو کہ اگر وہ سچے ہیں تو اپنے دلائل پیش کریں۔[[2]](#footnote-2)؎

جب اسلام دوسروں کو دلیل و منطق کی دعوت دے رہا ہے تو اسے تو ہر حال میں انہیں اشیاء پر اعتمار کرنا چاہیے۔

اسی لئے خداوند عالم سورہ نحل کی ۱۲۵ ویں آیت میں پیغمبر اکرم ﷺسے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰي سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْہُمْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ

اپنے پروردگار کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے دعوت دو اور ان سے شائستہ انداز میں بحث و جدال کرو۔

یہاں پر حکمت سے مراد وہ محکم روشیں ہیں جو علم و عقل پر بھروسہ کرتی ہوں اور اچھی نصیحت سے یہاں وہ معنوی نصیحتیں مراد ہیں جو جذبات لئے ہوں اور سننے والے کے پاکیزہ خیالات کو اللہ کی طرف کھینچ لیں اسی طرح مجادلہ یا جدال سے مراد ایسی بحث ہے جو روبرو ہو۔ اگر اس طرح کی روش حق کی مراعات کرتے ہوئے اختیار کی جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ بعض دفعہ دشمنوں کی ہٹ دھرمی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح کی روش لازم ہو جاتی ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے ہم اس طرح کہیں گے کہ بعض لوگ حقیقت کے ادراک کے لئے بہترین استعداد کے مالک ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے بہترین راہ یہ ہے کہ ان سے عقلی استدلال کے ذریعے گفتگو کی جائے کچھ لوگ نچلے درجہ والے ہوتے ہیں اور ان میں شناخت کی قوت کمزور ہوتی ہے ان کی زندگی تعصب و عادات اور احساساتی پہلوؤں سے لبریز ہوتی ہے ایسے لوگ موعظہ اور اچھی باتوں کے ذریعے راہ راست پر آجاتے ہیں لیکن کچھ لوگ ہٹ دھرم اور اپنی بات پر اڑے رہنے والے ہوتے ہیں وہ اپنی بات ثابت کرنے کے لئے ہر طرح کی روشوں سے استفادہ کرتے ہیں ان کے نزدیک موعظہ اور استدلال کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ان لوگوں کے ساتھ مجادلہ کرنا چاہیے مگر اس میں شائستگی کا عنصر ضروری و لازم ہوتا ہے یعنی بحث ایسی ہونی چاہیں جس میں حسن خلق و انصاف اور حق بھی شامل ہو۔

لہٰذا مناظرہ کرتے وقت مقابل کی صلاحیت، مزاج اور اس کی استعداد کو پہلے تول لینا چاہیے اور پھر اس کے بعد موقع کی مناسبت سے اپنی بات کہنا چاہیے۔

لہٰذا رسول خدا ﷺنے مختلف مقامات پر حسب ضرورت مناظرے کی ان تینوں قسموں سے استفادہ کرتے ہوئے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی۔

امام جعفر صادق ﷣ نے تقریباً چار ہزار شاگردوں کی تربیت کی ان میں کچھ ایسے شاگرد تھے جو فن مناظررہ میں لاثانی ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے مختلف علوم میں بھی ماہر تھے جب کوئی مخالف آپ سے بحث کرنے آتا تو اگر آپ کے پاس وقت نہ ہوتا تو آپ انہیں لوگوں میں سے کسی کو مناظرے کا حکم دے دیتے تھے۔

بہت سے دہریے امام صادق ﷣ کی خدمت میں آتے تھے اور آپ سے اور آپ کے شاگردوں سے بحث کرتے تھے جیسے ابن ابی العوجاء، دیصانی اور مقنع وغیرہ امام ان کی باتوں کو غور سے سنتے اور پھر ایک ایک بات کا جواب دیتے تھے ابن ابی العوجاء کہتا ہے:

امام صادق ہم سے کہتے تھے کہ جو بھی دلیل ہمارے پاس ہے ہم اسے پیش کریں ہم بھی بڑی آزادی سے اپنی دلیلیں پیش کرتے وہ ہماری پوری بات بڑے غور سے سنتے جس کی وجہ سے ہم یہ سوچنے لگتے کہ آپ شکست کھا گئے ہیں مگر جب آپ کی باری آتی تو ہماری ایک ایک بات کا جواب دیتے ہوئے ہمارے سارے دلائل اس طرح باطل کر دیا کرتے تھے کہ ان کا جواب ممکن نہ ہوتا۔[[3]](#footnote-3)؎

## قرآن میں جناب ابراہیم﷣ کے مناظرے

قرآن مجید میں جناب ابراہیم﷣ کے مناظروں کے کچھ حصے ذکر ہوئے ہیں ان کا قرآن میں ذکر ہونا اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ جناب ابراہیم﷣ کی پیروی کرنے والے افرادیوں ہی نہیں ہیں بلکہ وہ اعتقادی، ثقافقی جیسے مختلف محاذوں پر اپنی منطقی اور استدلالی بحثوں سے حق اور حقانیت کا دفاع کرتے ہیں۔

جناب ابراہیم﷣ کے بت توڑنے والے واقعے کے سلسلے میں قرآن مجید میں آیا ہے کہ آپ نے تمام بتوں کو توڑ دیا مگر سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور جب عدالت میں نمرودنے آپ سے سوال کیا: ’’تم نے کیوں بتوں کو توڑا؟‘‘

جناب ابراہیم﷣ نے اس کے جواب میں کہا:

یہ تو بڑے بت نے کیا ہے تم انہیں بتوں سے پوچھ لو اگر یہ بول سکیں۔[[4]](#footnote-4)؎

جناب ابراہیم﷣ نے اپنے اس جواب میں خود بت پرستوں کے عقیدے کو بطور دلیل پیش کیا ہے اور اس طرح کی بات سے انھوں نے بت پرستوں کے باطل عقیدے پر ایک زبردست چوٹ کی۔

بت پرستوں نے کہا: ’’اے ابراہیم ﷣ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ بت بات نہیں کر سکتے۔‘‘

جناب ابراہیم﷣ نے اسی موقع سے فائدہ اٹھایا اور ان سے کہا:

تو پھر تم کیوں ان ناکارہ بتوں کی پوجا کرتے ہو جن کا کوئی فائدہ اور جن سے کوئی نقصان نہیں ہے لعنت ہو تم پر اور تمہارے ان ذلیل و پست بتوں پر کیا تم غور نہیں کرتے؟[[5]](#footnote-5)؎

ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

تمردو جناب ابراہیم﷣ سے کہتا ہے:’’تمہارا کون خدا ہے؟‘‘

جناب ابراہیم﷣ کہتے ہیں:

میرا خدا وہ ہے جس کے ہاتھ میں زندگی و موت ہے میں ایسے خدا کا سجدہ کرتا ہوں۔

نمرود نے مغالطے کے طور پر جناب ابراہیم﷣ سے کہا: ’’یہ تو میرے بھی ہاتھوں میں ہے میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ میری قدرت میں ہے کہ سزائے موت پانے والے کو اگر چاہوں تو چھوڑدوں اور چاہوں تو اسے ماردوں؟‘‘

اپنی یہ بات ثابت کرنے کے لئے نمرود نے ایک سزائے موت پانے والے قیدی کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور ایک قیدی کو سزائے موت دینے کا حکم دیا۔

جناب ابراہیم﷣ نے اس کے جواب میں کہا:

صرف موت و حیات ہی خدا کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ میرے خدا کا حکم تمام کائنات پر چلتا ہے میرا خدا ہر روز صبح مشرق سے سورج نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے اگر تو لوگوں کا خدا ہے تو اسے ایک دن مغرب سے نکال کر بتا دے؟

قرآن میں آیا ہے: فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ’’ کافر مبہوت ہو گیا۔‘‘[[6]](#footnote-6)؎

حضرت ابراہیم﷣ کے مناظروں کے یہ دو نمونے ہیں جو انھوں نے اپنے مخالفوں سے کئے۔

یہ مناظرے اس بات کی دلیل ہیں کہ انسان کے لئے اپنے مذہب اور طرز فکر کے اثبات کے لئے روش مناظرہ لازم ہے مختلف ثقافتی سازشوں کا سامنا کرنے کے لئے استدلال اور مناظرے سے مسلح رہنا چاہے تاکہ اس طرح حق کا بخوبی دفاع کیا جاسکے۔

سورہ نساء کی ۷۱ ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں۔

یَآاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ

اے ایمان لانے والوں دشمن سے مقابلہ کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھو۔

اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کو دشمنوں سے مقابلے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہیے انہیں تیاریوں میں سے ایک فکری تیاری بھی ہے جو قوت استدلال کے ذریعے ممکن ہو جاتی ہے۔

امام صادق﷣ دشمنوں سے مناظرہ کرنے کے سلسلے میں فرما تے ہے:

خَاصِمُوْہُمْ وَ بَیِّنُوْ الَہُمُ الْہُدَی الَّذِیْ اَنْتُمْ عَلَیْہِ وَ بَیِّنُوا لَہُمْ ضَلاَلَتَہُمْ وَ بَاہِلُوْہُمْ فِی عَلَیٍّؑ

مخالفوں کے ساتھ بحث کرو اور تم جس ہدایت کے راستے پر ہو وہ انہیں بھی بتاؤ اور ان کی گمراہی سے انہیں آگاہ کرو اور حضرت علی﷣ کے بارے میں مباہلہ کرو۔[[7]](#footnote-7)؎

یہی سبب تھا کہ رسول خدا ﷺ، ائمہ ﷨ اور علماء نے جب بھی مناسب موقع دیکھا مخالفوں سے مناظرہ کیا اور اس طرح بہت سے لوگوں کو راہ ہدایت دکھا کر نجات بخش دی۔[[8]](#footnote-8)؎

امام باقر﷣ فرماتے ہیں:

عُلَمَاءُ شِیعَتِنَا مُرَابِطُونَ فِی الثَّغْرِ الَّذِیْ یَلِی اِبْلِیْسُ وَ عَفَارِیتُہُ یَمْنَعُوْنَہُمْ عَنِ الْخُرُوجِ عَلَی ضُعَفَاءِ شِیعَتِنَا وَ عَنْ اَنْ یَتَسَلَّطَ عَلَیْہِمْ اِبْلِیْسُ وَ شِیْعَتُہٗ النَّوَاصِبُ اَلاَ فَمَنِ انْتَصَبَ لِذَالِکَ مِنْ شِیْعَتِنَا کَانَ اَفْضَلَ مِمَّنْ جَاہَدَ الرُّومَ وَ التُّرْکَ وَ الْخَزَرَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ لِاَنَّہھٗ یَدْفَعُ عَنْ اَدْیَانِ مُحِبِّینَا وَ ذَالِکَ یَدْفَعُ عَنْ اَبْدَانِہِمْ.

ہمارے شیعہ علماء ایسے سرحدی نگہبان ہیں جو ابلیس اور اس کے ساتھیوں کو ہمارے کمزور شیعوں پر حملہ کرنے سے روکتے ہیں اسی طرح وہ ابلیس اور اس کے ناصبی پیروکاروں کو بھی ہمارے شیعوں تک پہنچنے سے روکے رہتے ہیں آگاہ رہو ایسے علماء روم و ترک و خزر کے کافروں سے جنگ کرنے والوں سے ہزاروں گنا با فضیلت ہیں کیونکہ وہ اس طرح ہمارے چاہنے والوں کے دین کا دفاع کرتے ہیں اور (روم وغیرہ میں لڑنے والے) ان کے بدنوں کا۔[[9]](#footnote-9)؎

## جامعہ ازہر کے استاد شلتوت کی باتیں

شیخ شلتوت نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا۔

والباحث المستوعب المنصف، سیجد کثیر آفی مذہب الشیعۃ مایقوی دلیلہ و یلتئم مع اھداف الشریعۃ من صلاح الاسرۃ و المجتمع ویدفعہ الی الاخذ الارشاد الیہ.

پڑھا لکھا اور انصاف پسند محقق مذہب شیعہ میں بہت سی ایسی چیزیں پائے لا جو اس کے دلائل کو تقویت بخشتے ہوں اور ساتھ ساتھ شرعی اہداف اور خاندانی و سماجی اصلاحات کے موافق بھی ہوں گے لہٰذا یہ اس کو اپنی طرف جذب کرلیں گے۔

اس کے بعد وہ چند معاشرتی اور گھریلو مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان کے بارے میں اگر مجھ سے کوئی سوال کرے گا تو میں اسے شیعہ مذہب کے اعتبار سے جواب دوگا۔[[10]](#footnote-10)؎

جامعہ ازہر کے ایک مشہور و معروف استاد کا اس طرح کا کھلا اعتراف یقیناًامید بخش اور قابل ستائش ہے۔ کیونکہ وہ مذہب تشیع کو برہان و دلائل کے ساتھ محمد ﷺ کے اسلام کے مطابق کہتے ہیں اور مذہب شیعہ کی پیروی کی صحت کے سلسلے میں ان کا تاریخی فتوی مناظرہ ۸۵ میں آئے گا۔

## کتاب حاضر

اس کتاب میں رسول خدا ﷺ، ائمہ ﷨ اور راس دین کے عظیم علماء اور بزرگان کے مختلف لوگوں کے ساتھ مناظرے درج ہیں۔ ان مناظروں میں طار فرما ایک خاص روش ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم حق کا کیونکر دفاع کریں۔ اس کے ذریعے ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ صحیح مناظرہ لوگوں کو قانع کرنے اور اپنے مذہب کی طرف جذب کرنے کے لئے کتنا ضروری ہے لہٰذا بہتر تو یہی ہے کہ ہم ان طریقوں سے آشنار ہیں اور اس کے ساتھ مناسب مواقع پر ان سے استفادہ بھی کریں۔

یہ کتاب دوحصوں پر مشتمل ہے:

پہلا حصہ: رسول خدا ﷺ، ائمہ ﷨ اور ان کے شاگردوں کے مختلف لوگوں سے مناظرے پر مشتمل ہے۔

دوسرا حصہ: اسلام کے عظیم علماء اور بزرگوں کے مختلف مذاہیب اور طرز فکر رکھنے والے افراد کے ساتھ ہوئے مناظروں پر مشتمل ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ مجموعہ مناظرہ کی روش کو واضح کرتے ہوئے اسلامی مقاصد کی ترقی کی راہوں میں معاوں ثابت ہوگا تاکہ ہم ان جیسے علمی مناظروں کے ذریعے حقیقی اسلام کے مخالف استعمار اور نمک خواروں کامنہ توڑ جواب دے سکیں۔

قم: محمد محمدی اشتہاردی

۱۴۱۳؁ھ قمری

پہلا حصہ

رسول اکرمﷺ

ائمہ اطہار﷨

اور

ان کے شاگردوں کے مناظرے

# نبی اکرمﷺ کے مناظروں کے چند نمونے

## ۱۔ آپ کا پانچ گروہوں سے مناظرہ:

اسلام کے مخالف پانچ گروہوں نے یہ طے کیا کہ آنحضرت کی خدمت میں شرفیاب ہو کر ان سے مناظرہ کریں۔[[11]](#footnote-11)؎

ان میں پہلا گروہ یہودی، دوسرا عیسائی، تیسرا مادی (دہریہ)، چوتھا گروہ ثنویہ (دو خداؤں کا ماننے والا) تھا اور پانچواں گروہ بت پرستوں پر مشتمل تھا۔

یہ لوگ مدینے میں پیغمبر اکرم ﷺکے پاس آئے اور حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا اور انہیں بحث شروع کرنے کی اجازت دی۔

یہودی گروہ نے کہا:’’ہمارا عقیدہ ہے کہ ’عزیر‘[[12]](#footnote-12)؎ خدا کے بیٹے ہیں اگر اس بحث میں ہم حق بجانب ہوئے اور آپ نے بھی ہمارے عقیدے کی تائید کی تو اس طرح ہماری فضیلت ثابت ہو جائے گی کیونکہ ہم آپ سے پہلے اپنے موقف و مذہب میں سچے ہیں اور اگر آپ نے ہمارے اس بات کی موافقت نہ کی تو ہم اس بات پر مجبور ہوں گے کہ آپ کی مخالفت کریں۔‘‘

مسیحی گروہ نے کہا: ’’ہمارا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ﷣ خدا کے بیٹے ہیں اور خدا ان سے متحد ہوا ہے اب اگر آپ ہماری بات قبول کرتے ہیں تو ہم آپ پر فاتح ہیں اور اگر مخالفت کرتے ہیں تو ہم مجبور ہیں کہ آپ کی مخالفت کریں۔‘‘

مادی گروہ نے کہا:’’ہم اس بات کے معتقد ہیں کہ اس دنیا کا کوئی آغاز اور انجام نہیں ہے یہ قدیم اور ہمیشہ رہنے والی ہے اگر آپ اس بحث میں ہماری موافقت کرتے ہیں تو ہم آپ سی افضل ہوں گے اور اگر آپ موافقت نہیں کرتے توہم آپ کے مخالف ہو جائیں گے۔‘‘

ثنویہ نے کہا:’’ہمارا اس بات پر عقیدہ ہے کہ اس دنیا کے دو مدبر اور دو مبدء ہیں پہلا مبدہ نور ہے اور دوسرا مبدء ظلمت ہے، ہم اس موضوع پر آپ سے بحث کرنا چاہتے ہیں اگر آپ اس بحث میں ہمارا عقیدہ قبول کرتے ہیں تو یقیناًہم آپ سے افضل اور برتر ہیں اور اگر آپ ہمارے اس عقیدے کی مخالفت کرتے ہیں تو ہم آپ کے مخالف ہوں گے۔‘‘

آخر میں بت پرستوں نے کہا: ’’ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ بت ہمارے خدا ہیں اگر ہمارے اس عقیدے کو آپ قبول کرتے ہیں تو ہم آپ سے افضل اور برتر ہیں اور اگرقبول نہیں کرتے تو ہم آپ کی مخالفت کریں گے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ نے پہلے سب کو ایک ساتھ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تم لوگ اپنے اپنے عقیدے کا اظہار کر چکے اور اب میری باری ہے کہ میں اپنا عقیدہ بیان کروں۔

میں اس بات کا عقیدہ رکھتا ہوں کہ خدا واحد و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے میں اس کے علاوہ تمام خداؤں کا منکر اور مخالف ہوں۔

اسی خدا نے جو وحدہ لا شریک ہے مجھے تمام عالم کے لئے نبی بناکر بھیجا ہے تاکہ میں اس کی رحمت کا مثر دہ لوگوں کو سناؤں اور اس کے عذاب سے لوگوں کو ڈراؤں۔

مجھے دنیا کے تمام افراد کے لئے حجت بناکر بھیجا گیا ہے خدا مجھ کو دشمنوں اور منافقوں سے محفوظ رکھے گا۔

اس کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے تمام گروہوں سے بالترتیب مناظرہ کرنا شروع کردیا۔

سب سے پہلا گروہ یہودیوں کا تھا اس لئے پہلے ان سے مناظرہ شروع ہوا۔

### یہودی گروہ سے مناظرہ

پیغمبر اکرم ﷺ: ’’کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری بات کو بغیر کسی دلیل کے قبول کرلوں؟‘‘

گروہ یہود نے کہا: ’’نہیں۔‘‘

پیغمبرﷺ: ’’اس بات پر تمہاری کیا دلیل ہے کہ ’عزیر‘ خدا کے بیٹے ہیں؟‘‘

یہودی گروہ: ’توریت ہمارے درمیان بالکل ختم ہو چکی تھی اس کے احکام و قوانین رائج کرنے والا کوئی نہیں تھا لیکن عزیر نے آکر اسے دو بارہ حیات بخشی اسی لئے ہم ان کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔‘

پیغمبر ﷺ:

اگر یہ منطق تمہارے لئے دلیل بن سکتی ہے کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں تو جناب موسیٰ کے لئے تم لوگوں کا کیا نظریہ ہے؟ کیونکہ وہ توریت کے لانے والے ہیں اور اس کے علاوہ وہ اپنے ساتھ بہت سے معجزے بھی لے کر آئے تھے کیا وہ عزیر سے افضل اور برتر نہیں ہیں؟ اور اگر ان کے افضل اور برتر ہونے کا اعتراف کرتے ہو تو ان کے بارے میں کیوں نہیں یہی موقف اختیار کرتے کیونکہ اس بات کے لئے وہ زیادہ مناسب اور بہتر ہیں؟

پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا بیٹے ہونے سے تمہارا مطلب یہ ہے کہ دوسرے باپ اور بیٹوں کی طرح وہ بھی کسی کی ہمبستری کرنے سے پیدا ہوئے ہیں تو اس صورت میں خدا کو مادی اور جسمانی اور دنیا کا محتاج تصور کرتے ہو اور تمہاری باتوں کا لازمہ یہ ہوا کہ تم اپنے خدا کو خالق تصور کرتے ہو اور اس کو خود اس کی خلقت میں دوسروں کا محتاج بھی تصور کرتے ہو۔

گروہ یہود: ’’بیٹے سے مراد یہ نہیں کہ جناب عزیر کسی کے بطن سے پیداہی نہیں ہیں جیسے لوگوں کی ولادت ہوتی ہے۔ بلکہ ہمارا مطلب تو یہ ہے کہ وہ باشرف و قابل احترام ہونے کی وجہ سے خدا کے بیٹے ہیں۔ جس طرح ایک استاد کے چند شاگرد ہوتے ہیں اور ان میں کچھ ممتاز، کچھ رشید شاگرد بھی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے استادان شاگردوں کو بیٹا کہہ کے پکارتا ہے اب یہاں اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ وہ شاگرد استاد کی ہمبستری سے پیدا ہوا ہے کیونکہ وہ تو ایک اجنبی شخص ہے اور اس استاد کا اس سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی طرح خداوند متعال نے بھی عزیر کو خود اپنا بیٹا کہہ کر پکارا ہے اور ہم بھی اسی وجہ سے انہیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔‘‘

پیغمبر خدا ﷺ: ’’تمہاری اس دلیل کا جواب بھی یہی ہے جو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اگر تمہاری یہی منطق اس بات کی دلیل بن رہی ہے کہ تم عزیر کو خدا کا بیٹا تصور کرلو تو اس سے زیادہ مناسب اور سزاوار تویہ ہے کہ عزیر کے بجائے تم موسیٰ کو خدا کابیٹا سمجھو کیونکہ وہ عزیر سے افضل اور برتر ہیں۔ خداوند متعال کبھی کبھی کچھ لوگوں کو خود انہیں کی دلیلوں اور انہیں کے اعتراضوں سے شکست دے دیتا ہے۔ تمہاری دلیلیں اور تمہارے اعتراضات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ تم جناب موسیٰ کو اس سے زیادہ کہو جو جناب عزیر کو کہتے ہو۔‘‘

تم نے یہ مثال دی کہ جس طرح استاد کے نزدیک ایک شاگرد محبوب ہوتا ہے تو استاد محبت اور لگاؤ کی وجہ سے اسے بیٹا کہہ کر پکارتا ہے جبکہ استاد کی شاگرد سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں ہوتی اس کا مقصد صرف اس شاگرد کے لئے محبت و ترام کا اظہار ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ بھی کہنا مناسب ہوگا کہ اگر ایک شاگرد کو استاد محبت اور احترام کی بنا پر بیٹا کہہ کر پکارتا ہے تو دوسرا شاگرد جو استاد کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے اسے کبھی بھائی کہہ کر پکارے، کبھی استاد کہہ کر اور کبھی باپ کہہ کر بھی پکار لے کیونکہ اس طرح کی تعبیرات احترام و شرافت کے لئے مناسب ہوا کرتے ہیں۔

اب جس کا احترام اور فضل زیادہ ہو اس کو اسی مناسبت سے پکارا جائے گا اس صورت میں تمہیں چاہیے کہ تم موسیٰ کو خدا کا استاد یا خدا کا مولا کہہ کر پکارو کیونکہ موسیٰ عزیر سے افضل اور برتر ہیں۔ اور اب میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا تم اس چیز کو جائز جانتے ہو کہ موسیٰ کو خدا کا بھائی یا خدا کا باپ یا خدا کا استاد تصور کرلیا جائے؟ اور تم جناب موسیٰ کو احترام کی وجہ سے ’’بھائی، باپ یا میرے استاد‘‘ کہہ کر پکارو؟

یہودی گروہ رسول خدا ﷺ کے اس دندان شکن جواب سے حیرت زدہ ہو کر رہ گیا، ان سے اس کا کوئی جواب بن نہ پڑا اور آخر کار وہ شکست خوردہ لہجے میں کہنے لگے کہ آپ ہمیں مہلت دیجے تاکہ ہم اس کے بارے میں تحقیق اور غور کریں۔

پیغمبر خدا ﷺ:

ہاں اگر تم اس موضوع پر پاک دل اور باطنی طہارت سے غور و فکر و تحقیق کرو تو خدا تمہیں یقیناًسچا راستہ دکھا دے گا۔

### مسیحیوں سے مناظرہ:

اب مسیحی گروہ کی باری تھی آپ نے ان کی طرف رخ کر کے فرمایا: ’’تم لوگ یہ کہتے ہو کہ خداوندہ قدیم، اپنے بیٹے حضرت مسیح کے ساتھ متحد ہوا ہے اس بات سے تمہاری مرادیہ ہے کہ خداوند قدیم تنزل کرکے اپنی ایک حادث مخلوق جناب عیسیٰ ﷣ سے متحد ہو گیا یا اس کے بر عکس عیسیٰ ﷣ جو کہ حادث تھے ترقی کر کے (قدیم ہو گئے اور) خدا سے متحد ہو گئے یا اتحاد سے تمہاری مراد جناب عیسیٰ ﷣ کا شرف اور احترام ہے؟

اگر تم پہلی مراد لیتے ہو کہ خدا، وجود قدیم سے بدل کر وجود حادث ہو گیا تو یہ محال ہے کیونکہ عقلاً یہ چیز محال ہیکہ ایک ازلی قدیم شئے بدل کر حادث اور محدود ہوجائے اور اگر تم دوسری مراد لیتے ہو تو یہ بھی محال ہے کیونکہ عقلاً یہ بات بھی ممکن نہیں کہ کوئی حادث اور محدود شئے بدل کر ازلی اور لامحدود ہو جائے۔

اور اگر تم تیسری بات تصور کرتے ہو کہ جناب عیسیٰ ﷣ بھی تمام مخلوقات کی طرح حادث اور محدود ہیں لیکن خدا کے نزدیک محترم اور ممتاز ہیں تو اس صورت میں بھی وہ قدیم اور خدا کے برابر نہیں سمجھے جا سکتے۔

مسیحی گروہ: ’’چونکہ خدا نے حضرت عیسیٰ﷣ کو شرف بخشا اور انہیں معجزے اور بہت سے عجیب و غریب امور عنایت کئے اسی لئے اس نے ان کو اپنا بیٹا قرار دیا اور یہ ان کے شرف و احترام کی جہ سے ہے۔‘‘

پیغمبر اکرمﷺ: ’’یہی باتیں یہودیوں کے ساتھ مناظرے میں ہو چکی ہیں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ﷣ کو ان کی فضیلت و شرف کی بنا پر خدا کا بیٹا کہا جانا چاہیے تو عیسیٰ﷣ سے جو شخص افضل اور برتر ہے یا ان کی طرح ہے اسے بھی خدا کا استاد یا خدا کا چچا کہنا چاہیے۔‘‘

مسیحی گروہ اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دے پایا اور قریب تھا کہ اس بحث کا خاتمہ ہوجائے کہ انہیں میں سے ایک مسیحی نے کھڑے ہو کر کہا: ’’کیا آپ ابراہیم کو خدا کا دوست (خلیل اللہ) نہیں سمجھتے؟‘‘

رسول خدا ﷺ: ’’ہاں ہم انہیں خدا کا دوست سمجھتے ہیں۔‘‘

عیسائی: ’’جس بنیاد پر آپ انہیں خدا کا دوست سمجھتے ہیں اسی بنا پر ہم جناب عیسیٰ کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں، تو آپ کیوں ہمیں ہمارے عقیدے سے منحرف کر رہے ہیں؟‘‘

رسول خدا ﷺ: ’’یہ دو ایسے القاب ہیں جن میں زمین و آسمان کا فرق ہے کلمہ خلیل، اصل میں لفظ ’خلۃ‘ سے لیا گیا ہے جو ’ذرۃ‘ کے وزن پر ہے اور جس کے معنی فقر اور محتاجی کے ہیں۔ توجہ کی بات تو یہ ہے کہ جناب ابراہیم﷣ خدا سے بہت زیادہ لو لگائے رہتے تھے اور اپنے عفت نفس کی وجہ سے ہمیشہ ہر شخص سے بے نیاز رہتے تھے اور اپنی نیاز مندی کا اظہار صرف خداوند متعال ہی کی بارگاہ میں کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے خداوند عالم نے ان کو اپنا خلیل کہا ہے تمہیں چاہیے کہ جناب ابراہیم اور نمرود کی آگ کا قصہ بغور پڑھو اس واقعے میں تمہیں ملے گا کہ جب جناب ابراہیم﷣ کو آتش نمرد میں راکھ کرنے کے لئے منجنیق میں بٹھا کر پھینکا گیا تو اس وقت جناب جبرئیل آپ کی مدد کے لئے آئے اور کہا کہ میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تاکہ تمہاری مدد کروں جناب ابراہیم نے کہا میں خدا کے علاوہ کسی دوسرے کی مدد نہیں چاہتا صرف اس کی مدد میرے لئے کافی ہے اور وہ اچھی مدد کرنے والا ہے اسی وجہ سے خداوند عالم نے انہیں خلیل کہا خلیل یعنی فقیر و محتاج اور خلق خدا سے بے نیاز۔

اگر یہ سمجھیں کہ لفظ خلیل ’خلۃ‘ سے لیا گیا ہے جس کے معنی باطنی چیزوں میں تحقیق اور خلقت و حقائق کے رموز و اسرار کی طرف توجہ ہیں یعنی جناب ابراہیم کو اس لئے خلیل کہا گیا ہے کہ وہ خلقت اور حقائق کے رموز اور اسرار سے آگاہ تھے تب بھی اس طرح کا معنی مراد لینا اس بات کا موجب نہیں بن سکتا کہ انہیں خالق کائنات سے مشابہ قراردے دیا جائے۔ لہٰذا اگر ان دو وجہوں سے جناب ابراہیم ﷣ کو خلیل سمجھا جائے تو بہتر ہے ورنہ ان کے علاوہ کسی اور معنی میں وہ خلیل نہیں ہیں۔ لیکن توالد اور تناسل کے موضوع میں باپ اور بیٹے کا ذاتی رابطہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر باپ اپنے کسی بیٹے کو عاق بھی کردے اور اس سے اپنا ناتا ہی توڑلے تو بھی وہ اس کا ہی بیٹا کہا جائے گا۔

اب اگر تمہاری دلیل یہی ہے کہ چونکہ ابراہیم﷣ خلیل خدا ہیں اس لئے عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں تو تمہیں چاہیے کہ جناب موسیٰ کو بھی خدا کا بیٹا کہو بلکہ اسی طرح جس طرح میں نے گروہ یہود سے کہا کہ اگر بیٹا کہنے کی دلیلیں تم لوگوں کے پاس ایسی ہی ہیں تو دوسرے انبیاء کو بھی ان کے درجات و مراتب کے تفاوت کا لحاظ کرتے ہوئے کسی کو خدا کا چچا اور کسی کو خدا کا استاد کہو۔ لیکن میں نے تمہیں ایسا کہتے کبھی نہیں سنا۔

ایک مسیحی نے کہا: ’’کتاب انجیل جو جناب عیسیٰ پر نازل ہوئی ہے اس میں جناب عیسیٰ کہتے ہیں کہ ’میں اپنے اور تمہارے باپ کے پاس جارہا ہوں۔‘ اس عبارت سے تو یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ جناب عیسیٰ نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔‘‘

رسول خدا ﷺ: ’’اگر تم انجیل پر عقیدہ رکھتے ہو تو جناب عیسیٰ کے اس قول کے مطابق تمہیں تمام افراد کو خدا کا بیٹا کہنا چاہیے کیونکہ جناب عیسیٰ کہتے ہیں کہ ’میں اپنے اور تمہارے باپ کے پاس جارہا ہوں۔‘ اس جملے کا تو یہی مفہوم ہے کہ ہم بھی خدا کے بیٹے ہیں اور تم لوگ بھی اور تمہارے اس جملے سے کہ جناب عیسےٰ نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا ہے تمہاری پہلی دلیل باطل ہو جاتی ہے جس میں تم نے ان کی شرافت اور ان کے امتیاز کی بنا پر انہیں خدا کا بیٹا ثابت کیا تھا کیونکہ پہلے والے جملے سے تو وہ صرف اپنے آپ کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو خدا کا بیٹا کہہ رہے ہیں۔‘‘

اس کا مطلب یہ ہوا کہ امتیازات اور خصوصیتیں بیٹا ہونے كا معیار ہرگز نہیں ہیں کیونکہ جناب عیسیٰ﷣ کی زبان سے تمام لوگ خدا کے بیٹے کہے گئے ہیں ان میں کلام میں ایسی کوئی شرط پائی ہی نہیں جاتی اور اسی بنا پر ہم تمام مومنین اور خدا پرست حضرات کو خدا کا بیٹا کہہ سکتے ہیں۔ تم لوگ عیسیٰ﷣ کے قول کو نقل کرتے ہو لیکن اس کے خلاف عمل کرتے ہو۔

جناب عیسیٰ کے بارے میں جو لفظ باپ اور بیٹا آیا ہے تم اسے کسی دوسرے معنی پر کیوں نہیں حمل کرتے؟ شاید ان کا مطلب اپنے اس جملے ’میں اپنے اور تمہارے خدا کے پاس جا رہا ہوں‘ سے معمولی معنی رہا ہو یعنی میں حضرت آدم اور حضرت نوح ﷦ جو تمام لوگوں کے باپ ہیں ان کے پاس جارہا ہوں اور خدا مجھے انہیں لوگوں کے پاس لے جارہا ہے کیونکہ جناب آدم اور نوح ﷦ ہم سب لوگوں کے باپ ہیں اس بنا پر ہم کیوں حقیقی الفاظ اور ظاہری معنی سے دور بھاگیں اور اس کا دوسرا مطلب نکالیں؟

گروہ مسیحی اس طرح پیغمبر ﷺ کا مستدل جواب سن کر دنگ رہ گیا اور کہنے لگا کہ ہم نے آج تک آپ کی طرح مہارت سے مناظرہ کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا آپ ہمیں چند دنوں کی مہلت دیں تاکہ ہم آپ کی باتوں کے متعلق غور و فکر کر سکیں۔

### منکرین خدا سے مناظرہ

اب نوبت تیسرے گروہ یعنی منکرین خدا تک پہنچی۔ پیغمبر ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ‘‘تم اس بات کے معتقد ہو کہ اس جہان ہستی کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ ہی کوئی انجام یہ ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی؟’’

منکرین خدا: ’’ہاں یہ ہمارا عقیدہ ہے کیونکہ ہم نے جس طرح اس جہان ہستی کو وجود میں آتے نہیں دیکھا اسی طرح ہم اس فنا ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکیں گے لہٰذا ہم یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ موجودات جہانی ہمیشہ سے تھیں اور ہمیشہ رہیں گی۔‘‘

پیغمبر خدا ﷺ: ’’کیا تم نے اس جہانی ہستی کی ہمیشگی اور اس کے قدیم واہدی ہونے کو دیکھا ہے؟ اگر کہتے ہو کہ ہم نے دیکھا ہے تو تمہیں چاہیے کہ عقل، فکر اور قوت بدن کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے تاکہ تمام موجودات کی ازلیت و ابدیت کو دیکھ سکو جبکہ اس طرح کا دعویٰ احساس اور حقیقت کے خلاف ہے اور دنیا کے تمام عقلا تمہارے اس دعوے کو جھٹلا دیں گے۔‘‘

منکرین خدا: ’’ہم اس طرح کا دعویٰ نہیں کرتے کہ دنیا کے قدیم ہونے اور تمام موجودات کے باقی رہنے کو ہم دیکھیں گے۔‘‘

پیغمبر خدا ﷺ : ’’تم اس طرح ایک طرفہ فیصلہ نہ کرو کیونکہ تم خود اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ ہم نے نہ موجودات کو دیکھا ہے اور نہ اس کے قدیم ہونے کو اور اسی طرح نہ ان کے نابود ہونے کو دیکھا ہے اور نہ باقی رہنے کو پھر کس طرح ایک طرفہ اپنی بات کو ثابت کرتے ہو اور تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ چونکہ ان کی بقاء و فنا ہم نے نہیں دیکھا ہے اس لئے یہ قدیم اور ابدی ہیں؟‘‘

اس کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے عقیدے کو باطل اور موجودات کو حادث ثابت کرنے کے لئے فرمایا: ’’کیا تم رات و دن کو دیکھتے ہو کہ یہ ایک دوسرے کے بعد کس طرح آتے جاتے ہیں؟‘‘

منکرین خدا:’’ہاں‘‘

رسول خدا ﷺ : ’’کیا دن اور ان کو تم اس طرح دیکھتے ہو کہ یہ ہمیشہ سے تھے اور ہمیشہ رہیگے؟‘‘

منکرین خدا:’’ہاں‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ: ’’آیا تمہاری نظر میں اس بات کا امکان ہے کہ رات دن ایک جگہ جمع ہو جائیں اور ان کی ترتیب درہم برہم ہو جائے؟‘‘

منکرین خدا:’’نہیں۔‘‘

پیغمبر خدا ﷺ: ’’یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ دن اور رات ایک دوسرے سے جدا ہیں اور جب ایک کا وقت ختم ہوتا ہے تو دوسرا آتا ہے۔‘‘

منكرین خدا: ’’جی ہاں ایساہی ہے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ: ’’یعنی تم نے بغیر دیکھے اس بات کا اقرار کر لیا کہ دن اور رات میں جو بھی مقدم ہوتا ہے وہ حادث ہے۔‘‘ پھر آپؐ نے فرمایا: ’’تمہارے عقیدے کے مطابق دن اور رات کا کوئی آغاز ہے کہ نہیں یا یہ ازلی ہیں؟‘‘

اگر تم یہ کہتے ہو کہ دن اور رات کے لئے آغاز ہے تو ہمارا مقصد ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ کہتے ہو کہ دن اور رات کے لئے کوئی آغاز نہیں تو اس بات کا لازمہ یہ ہے ختم اور منتہی ہوجانے والی شئے کے لئے کوئی آغاز نہیں ہے جس کا یہ مطلب ہو گا کہ جس چیز کی انتہا ہوتی ہے اس کی ابتدا نہیں ہوتی (جب دن اور رات کی انتہا ہونے سے اس کی محدودیت ثابت ہوتی ہے تو عقل یہ بھی کہتی ہے کہ ابتدا ہونے کی وجہ سے وہ محدود بھی ہوگی۔ دن اور رات کی محدودیت کی دلیل اس کی انتہا ہے ایک دوسرے سے جدا ہونا اور ایک کے بعد دوسرے کا پھر سے آنا ہے۔)

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ’’تم کہتے ہو کہ دنیا قدیم ہے۔ آیا تم نے اس عقیدے کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا ہے یا نہیں؟‘‘

منکرین خدا: ’’ہاں خوب جانتے ہیں آپ کیا کہہ رہیں ہے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ : ’’آیا تم یہ دیکھتے ہو کہ موجودات جہان ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں جیسا کہ ایک عمارت کے اجزاء (گارہ، مٹی، پتھر، سیمنٹ اور اینٹ) ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور اپنی بقا میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں؟ اور جب اس دنیا کے تمام اجزا اس طرح تھے تو ہم کس طرح اسے قدیم اور ثابت کہہ سکتے ہیں۔**[[13]](#footnote-13)**؎ اور اگر سچ مچ یہ جان لیں کہ یہ تمام ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اور محتاج اجزا، قدیم ہیں تو اگر یہ حادث ہونے تو کیسے ہوں گے۔‘‘

منکرین خدا ان تمام سوالات کے جواب دینے سے عاجز تھے اور حدوث کے معنی بیان کرنے کی طاقت ان میں باقی نہیں رہی کیونکہ جو بھی حدوث کے معنی وہ بیان کرتے لا محالہ وہ ان کے عقیدہ ’قدیم‘ پر منطبق ہو جاتا تھا۔

اس طرح وہ جواب دیتے دیتے تھک کر کہنے لگے کہ ہمیں تھوڑی مہلت دیجئے تاکہ ہم اس کے بارے میں غور و فکر کر سکیں۔

### ثنویہ سے مناظرہ

اب نوبت ثنویہ کی پہنچی جو اس بات کے معتقد تھے کہ اس جہان ہستی کے دو مدبر اور مبدء ہیں ایک نور کا اور دوسرا ظلمت کا۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے ثنویہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ’’تمہارے اس دعوے کی کیا دلیل ہے؟‘‘

ثنویہ: ’’ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا دو طرح سے تشکیل دی گئی ہے۔ اس میں یا خیر و نیکی ہے یا شر و بدی۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں لہٰذا ہم اس بات کے معتقد ہیں کہ دونوں خالق الگ الگ ہیں کیونکہ ایک خالق دو ایسی چیزوں کی خلق نہیں کر سکتا ہے جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں مثال کے طور پر یہ محال ہے کہ برف گرمی پیدا کرے اور آگ سردی پیدا کرے۔ اسی دلیل سے ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس دنیا کے دو خالق اور دو مدبر ہیں ایک نور کا خالق ہے اور دوسرا ظلمت کا۔‘‘

رسول خدا ﷺ: ’’کیا تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ اس دنیا میں طرح طرح کے رنگ، مثلاً سیاہ ، سفید، پیلا، نیلا وغیرہ وجود رکھتے ہیں یہ تمام کے تمام رنگ ایک دوسرے کی ضد ہیں اور کوئی بھی رنگ دوسرے رنگ کے ساتھ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا ہے جس طرح گرم اور سرد ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے۔‘‘

ثنویہ: ’’ہاں ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔‘‘

رسول خدا ﷺ: ’’تو پھر تم لوگ ہر رنگ کے لئے الگ خدا کا اعتقاد کیوں نہیں رکھتے؟ تم یہی تو کہتے ہو کہ وہ اشیاء جو ایک دوسرے کی ضد ہیں ان سب کا الگ الگ خالق ہے تو تمہیں تمام چیزوں کے لئے الگ الگ خداؤں کا قائل ہونا چاہے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ کے اس سوال نے گروہ ثنویہ کے دانت کھٹے کردئیے اور وہ گہری فکر میں ڈوب گئے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی بات آگے بڑھا تے ہوئے فرمایا: ’’تمہارے عقیدے کے مطابق نور اور ظلمت کس طرح یہ دونوں ایک ہی ساتھ اس دنیا کو چلا رہے ہیں جبکہ نور کی طبیعت بلندی و ترقی ہے اور ظلمت کی طبیعت تنزلی اور پستی ہے؟ کیا دو ایسے مرد جن میں سے ایک مشرق کی طرف جانے والا ہو اور دوسرا مغرب کی طرف جانے والا ہو تمہارے عقیدے کے مطابق کبھی ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں؟‘‘

ثنویہ: ’’نہیں ایسا ممکن نہیں ہے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ: ’’تو پھر کس طرح نور اور ظلمت ایک دوسرے کی ضد ہونے کے باوجود اس دنیا کو چلا سکتے ہیں؟ کیا اس چیز کا امکان ہو سکتا ہے کہ دنیا دو متضاد عاملوں کے سبب وجود میں آئی ہو؟ یہ بات تو ممکن ہی نہیں ہے۔‘‘

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ نور و ظلت دونوں ہی مخلوق اور حادث ہیں جس کا مدبر خداوند قدیم ہے۔

گروہ ثنویہ رسول اکرم ﷺ کی ان سوالوں کے جواب نہ دے سکا اور مارے ذلت کے انھوں نے اپنے سروں کو جھکا لیا اور کہا کہ ہمیں مہلت دی جائے تاکہ ہم اس بارے میں غور و فکر کر سکیں۔

### بت پرستوں سے مناظرہ

رسول خدا ﷺ نے پانچویں گروہ (بت پرستوں) کی طرف رخ کر کے فرمایا: ’’تم کیوں خدائے واحد کی عبادت سے منہ موڑے ہوئے ہو اور ان بتوں کی پوجا کرتے ہو؟‘‘

بت پرست: ’’ہم انہیں بتوں کے وسیلے سے خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرتے ہیں۔‘‘

رسول اکرم ﷺ: ’’کیا یہ بت ہنستے ہیں؟ آیا یہ بت خدا کے فرمان کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی عبادت میں اپنا وقت گزارتے ہیں کہ تم ان کے ذریعے خدا کا تقرب حاصل کرتے ہو؟‘‘

بت پرست: ’’نہیں یہ نہ ہنستے ہیں اور نہ خدا کے فرمان کی اطاعت اور اس کی پرستش کرتے ہیں۔‘‘

رسول خدا ﷺ: ’’کیا تم نے ان بتوں کو خود سے تراشا اور بنایا نہیں ہے؟‘‘

بت پرست: ’’کیوں نہیں ہم نے انہیں اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔‘‘

رسول اکرم ﷺ: ’’جب تم ان کے تراشنے اور بنانے والے ہو تو ان بتوں کو چاہیے کہ وہ تمہاری عبادت کریں نہ کہ تم ان کی اور جب ایک خدا تمہارے امور و وظائف کے مصالح اور مفاسد سے واقف ہے تو اسے چاہیے کہ تمہیں بت پر ستی کا حکم دے جبکہ خداوند متعال کی طرف سے اس طرح کا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔‘‘

جب پیغمبر اکرم ﷺ کی بات یہاں تک پہنچ گئی تو بت پرستوں میں آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

بعض نے کہا کہ خداوند عالم ان لوگوں میں حلول کر گیا ہے جن کے یہ مجسمے ہیں اور ان کی پرستش سے ہمارا مقصد ان لوگوں کا احترام ہے۔

بعض دوسرے بت پر ستوں نے کہا کہ ہم نے ان بتوں کے ذریعے مطیع اور پرہیزگار اشخاص جو خداوند عالم کے مقرب ہیں کی شبیہ بنا رکھی ہے اور ہم خدا کی تعظیم و احترام کے لئے ان کی پرستش کرتے ہیں۔

اب بت پرستوں کے تیسرے گروہ نے کہا کہ جس وقت خداوند متعال نے جناب آدم کو خلق کیا تھا اس وقت فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کریں ہم انسان اس سے زیادہ مستحق تھے کہ جناب آدم کا سجدہ کریں لیکن چونکہ ہم اس وقت موجود نہیں تھے اس لئے اس سے محروم ہو گئے اسی وجہ سے ہم آج آدم کی شبیہ بناکر اس کی پرستش کرتے ہیں تاکہ اس محروم سجدہ کی تلافی ہو سکے اور جس طرح فرشتوں نے خدا کا تقرب حاصل کیا تھا اسی طرح ہم بھی اس کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور جس طرح آپ نے اپنے ہاتھوں سے محراب بنایا ہے اور کعبہ کے اطراف اور اس کے مقابل میں خدا کی تعظیم کے لئے سجدہ کرتے ہیں ہم بھی اسی طرح ان بتوں کے سامنے سر جھکا کر خدا کی تعظیم اور احترام کر تے ہیں۔

رسول خدا ﷺ نے تینوں دستوں كو الگ الگ اس طرح جواب دیا۔

آپ نے پہلے گروہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: ’’تم جو یہ کہتے ہو کہ خداوند متعال ہیکل اور مجسمہ کی شکل میں ان بتوں میں حلول کر گیا ہے اور مطیع و فرمانبردار بندوں کی شبیہ بناکر ان کی پرستش کرتے ہو تو تم نے اپنے اس بیان سے خداوند متعال کی تعریف مخلوقات کی طرح کردی، کیا تم نے اسے محدود و حادث جان رکھا ہے کیا خداوند عالم کسی محدود اور حادث شئے میں حلول کر سکتا ہے؟

اس بنا پر خدا اور ان چیزوں میں کیا فرق رہ گیا جو دوسروں میں حلول کرتی ہیں جیسے رنگ، بو، ذائقہ، نرمی، سختی، وزن اور سبکی وغیرہ میں اور اس بنیاد پر تم کس طرح کہتے ہو کہ جس میں خدا نے حلول کیا ہے وہ حادث اور محدود ہے اور خود حلول ہونے والا لامحدود اور قدیم ہے۔ جبکہ اصل اس کے خلاف ہونا چاہیے کہ جس میں کوئی چیز حلول کرے وہ قدیم اور لا محدود ہونا چاہیے اور جو حلول کرے اسے حادث اور محدود ہونا چاہیے۔

اس طرح کیسے یہ بات ممکن ہے کہ جو خدا کائنات کی تمام اشیاء سے پہلے مستقل اور غنی تھا اور کوئی جگہ اور محل نہیں رکھتا تھا تو وہ کیسے کسی جگہ کا محتاج ہوگیا اور خود اس جگہ میں حلول کر گیا۔ خداوند متعال کو موجودات میں حلول کو جائز کر کے تم نے اپنے عقیدے کے مطابق خدا کو تمام موجودات کی طرح حادث اور محدود کر دیا اور اس مطلب کا لازمہ یہ ہوا کہ خداوند متعال قابل تغیرو زوال ہے کیونکہ جو چیز بھی حادث اور محدود ہوگی وہ قابل تغیر و زوال ہوگی۔ اور اگر تم اس بات کے معتقد ہو کہ حلول کرنا، تغیر و زوال کا موجب نہیں ہوتا تو تمہیں چاہیے کہ حرکت، سکون اور مختلف رنگوں، سیاہ، سفید، لال، پیلے کو بھی قابل تغییر اور زوال نہ سمجھو۔ اب بتاؤ یہ درست ہے کہ ہر طرح کے عوارش اور حالات خدا پر عارض ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں تم خداوند متعال کو محدود اور حادث موجودات کی طرح توصیف کرتے ہو اور اسے تمام مخلوقات کی طرح شبیہ جانتے ہو؟ اور جب ہیاکل اور مجسموں میں خدا کے حلول کا عقیدہ بے بنیاد اور پوچ ہو تو لا محالہ بت پرستی کا بھی عقیدہ غلط اور پوچ ثابت ہوگا۔

پہلا دستہ، رسول اکرم ﷺ کے اس استدلالی بیان سے گہری سوچ میں ڈوب گیا اور کہنے لگا کہ ہمیں کچھ مہلت دیجئے تاکہ ہم اس کے بارے میں فکر کریں۔

پیغمبر اسلام ﷺ دوسرے دستے کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: ’’تم مجھے یہ بتاؤ کہ جب تم پرہیزگار بندوں کی صورتوں کے سامنے سر جھکاتے ہو اور ان کے سامنے نماز پڑہتے ہو اور سجدہ کرتے ہو اور ان چہروں کے سامنے سجدہ کے عنوان سے اپنی پیشانیاں ان کے سامنے خم کرتے ہو تو اب یہ بتاؤ کہ خداوند متعال کے لئے کیا خضوع اور خشوع رہ گیا۔

اس سے زیادہ واضح عبارت میں کہ سب سے زیادہ خضوع اور خشوع کی علامت سجدہ ہے اور تم لوگ ان مجسموں کے سامنے سجدہ کرتے ہو تو یہ بتاؤ کہ اس سے زیادہ خضوع اور خشوع کا کون سا طریقہ بچ جاتا ہے کہ جسے تم خدا کے لئے مخصوص قرار دیتے ہو اور اگر یہ کہتے ہو کہ خدا کے سامنے بھی ہم سجدہ کرتے ہیں تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور ان بندوں کے مجسموں کو برابر سمجھتے ہو سچ سچ بتاؤ کہ کیا ان بتوں کی تعظیم و احترام خدا کی تعظیم و احترام کی برابر ہے مثال کے طور پر اگر تم ایک حاکم کے نوکر کے برابر اس کا احترام کرو تو کیا یہ احترام جس سے تم بڑے اور چھوٹے کو ایک درجے میں قرار دیتے ہو بڑے کی اہانت نہیں ہے؟

بت پرستوں کا دوسرا دستہ: ’’کیوں نہیں لا محالہ یہی ہوگا۔‘‘

پیغمبر اسلام ﷺ: ’’اس بناپر تم ان بتوں کی پرستش کر کے (جو تمہارے عقیدے کے مطابق پرہیز گار بندوں کے مجسمے ہیں) در حقیقت خداوند متعال کے مقام و عظمت کی توہین کرتے ہو۔‘‘

پیغمبر اسلام ﷺ کی منطقی اور استدلالی بات سن کر یہ لوگ حیرت زدہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمیں کچھ مہلت دیجئے تاکہ ہم اس کے بارے میں غور و فکر کر سکیں۔

اب تیسرے دستے کی نوبت پہنچی، پیغمبر اسلام ﷺ نے ان کی طرف رخ کر کے فرمایا: ’’تم نے اپنی مثال سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے تشبیہ دی ہے اس بنا پرکہ بتوں کے سامنے سجدہ کرنا گویا خانہ کعبہ یا آدم کے سامنے سجدہ کرنے جیسا ہے لیکن ان دونوں چیزوں میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے یہ بات کسی بھی طرح قابل قیاس نہیں ہے۔ ہم اس بات کے معتقد ہیں کہ خدا ہمارا پروردگار ہے اور جس طرح وہ ہمیں اپنی عبادت کا حکم دے گا اسی طرح ہم اس کی عبادت کریں گے اور کسی بھی طرح ہم اس کے فرمان کے حد سے آگے نہیں بڑھیں گے اور نہ ہی کسی طرح کا جعلی طریقہ اس کی عبادت کے لئے معین کریں گے کیونکہ ہم اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ اپنی تکالیف اور وظیفوں کو سمجھ سکیں۔ خدا نے اسی وجہ سے بعض چیزوں کو ہم سے چاہا ہے اور بعض چیزوں سے منع کیا ہے اور اس لئے ہم کو کسی بھی طرح سے اپنے حکم کے آگے بڑھنے سے روکا ہے۔ اور چونکہ اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ عبادت کرتے وقت ہمارا چہرہ کعبہ کی طرف ہو اسی لئے ہم اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے حکم کے مطابق پوری دنیا میں کہیں بھی ہوں کعبہ کے طرف رخ کر کے اس کی عبادت کرتے ہیں ہم اپنی ان اعمال کی بنا پر خداوند عالم کی اطاعت سے ہر گز دور نہیں ہو تے اور خدا نے جناب آدم کو جو سجدہ کرنے کا حکم دیا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم ان کے مجسمہ کو بھی سجدہ کرنے لگو کیونکہ بہر حال آدم کا مجسمہ اور ہے اور آدم کچھ اور ہیں تمہیں اس حکم کی بنا پر قطعاً قیاس نہیں کرنا چاہیں ممکن ہے کہ خدا اس سے راضی نہ ہو کیونکہ اس نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔‘‘

اس کے بعد رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ’’مثال کے طور پر اگر کوئی تمہیں کسی معین دن کسی معین گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے تو کیا تمہارے لئے جائز ہے کہ تم کسی غیر معین دن میں بھی بغیر اس کے حکم اور اجازت کے اس کے گھر میں داخل ہو؟ یا کسی شخص نے تمہیں اپنے کپڑوں اور غلاموں میں سے کسی ایک لباس یا ایک غلام کو ہدیہ میں دے دیا تو کیا تمہارے لئے یہ جائز ہے کہ تم دوسرا کپڑا اور دوسرا غلام یا دوسرا حیوان جو بالکل ہدیے میں دیئے جانے والے کی طرح ہے تصرف میں لاؤ۔‘‘

بت پرستوں کا تیسرا دستہ: ’’نہیں ہمارے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے پہلے کے لئے اجازت دی ہے نہ کہ دوسرے کے لئے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ: ’’اچھا یہ بتاؤ کہ اس بات کا زیادہ حقدار خدا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں تصرف نہ کیا جائے یا دوسرے لوگ؟‘‘

بت پرستوں کا تیسرا گروہ: ’’یقیناًخدا سب سے زیادہ اطاعت کا مستحق ہے، اس کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں تصرف صحیح نہیں ہے۔‘‘

رسول خدا ﷺ: ’’پھر تم کیوں خدا کی اجازت کے بغیر بتوں کا سجدہ کرتے ہو؟‘‘

بت پرستوں کا تیسرا گروہ بھی حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا کہ ہمیں کچھ مہلت دیں تاکہ ہم غور کریں۔

امام صادق﷣ فرماتے ہیں: ’’اس خدا کی قسم جس نے رسول خدا ﷺ کو مبعوث کیا ہے ابھی آپ کے ان مناظروں کو گزرے تین دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ یہ تمام لوگ آپ کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور کہنے لگےہم نے آپ کے دلائل کی مثال نہیں دیکھی ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔‘‘**[[14]](#footnote-14)**؎

## ۲۔ قریش کے سرداروں سے پیغمبر خدا کا مناظرہ

ایک عجیب واقعہ جو مناظرے کی شکل میں آپ کے اور قریش کے سرداروں کے درمیان وجود میں آیا یہ ہے۔[[15]](#footnote-15)؎

ایک روز پیغمبر اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے کنارے اپنے چند اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے قرآنی آیات اور احکام اسلام کی تبلیغ میں مصروف تھے اسی دوران قریش کے بعض سرکردہ افراد جو تمام کے تمام مشرک تھے جیسے ولید بن مغیرہ، ابو البحتری ابن ہشام، ابو جہل، عاص بن وائل، عبد اللہ بن حذیفہ، عبد اللہ مخزومی، ابو سفیان عتبہ اور شیبہ ایک حلقہ بنا کر جمع ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے:

’’محمد کا تبلیغ کا کام روز بروز رونق و ترقی پاتا جا رہا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ان کے پاس جاکر اس کی مذمت کریں اور ان کے دوستوں اور اصحاب کے سامنے ان کے اس مذہب کے پوچ اور گھٹیا استدلال کو رد کریں اب اگر ہماری باتوں کو قبول کر لیتے ہیں اور اپنے اس نئے مذہب سے منحرف ہو کر اپنے اس طرح کے کاموں سے ہاتھ روک لیتے ہیں تو اس طرح ہم لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے ورنہ شمشیر کے ذریعے ان کا کام تمام کر دیا جائے گا۔

ابو جہل نے کہا: ’’تم لوگوں میں کون ہے جو ہم لوگوں کا نمائندہ بن کر محمد (ﷺ) سے بحث و مناظرہ کرے۔؟‘‘

عبد اللہ مخزومی نے کہا: ’’میں ان سے بحث کے لئے تیار ہوں اگر مجھے تم لوگ بہتر سمجھو تو میری طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔‘‘

ابو جہل نے اس کی بات کو پسند کیا اور سب کے سب متفق ہوکر پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔

عبد اللہ مخزومی نے اپنی بات شروع کی جس میں موضوع کو اعتراض کی شکل میں بیان کیا اس کے اعتراض پر پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے: ’’کیا ابھی تمہاری بات باقی ہے؟‘‘ وہ کہتا ہاں، اور اس طرح وہ اپنی بات کو بڑھاتے بڑھاتے ایک بار کہنے لگا۔ ’’بس اتنا بہت ہے اور اگر آپ کے پاس ان کا جواب ہے تو ہم لوگ اس کو سننے کے لئے تیار ہیں۔‘‘

اس کے دس اعتراضات اس ترتیب سے تھے:

۱۔ تم تمام لوگوں کی طرح کھانا کھا تے ہو پیغمبر کو دوسروں کی طرح کھانا نہیں کھانا چاہیے رح کھانا کھائے۔

۲۔ تم صاحب مال و دولت کیوں نہیں ہو جبکہ نمائندہ خدا کو ایک بادشاہ کے نمائندے کی طرح صاحب مال و دولت ہونا چاہیے۔

۳۔ تمہارے ساتھ ایک فرشتہ ہونا چاہیے جو تمہاری تصدیق کرے اور ہم بھی اس فرشتے کو دیکھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ پیغمبر بھی فرشتوں ہی میں سے ہو۔

۴۔ تم ایک مسحور شخص ہو اور اسی طرح تم سحر کرنے والوں کی طرح ہو۔

۵۔ قرآن مشہور و معروف شخص جیسے ولید بن مغیرہ یا عروہ طائفی پی کیوں نہیں نازل ہوا؟

۶۔ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے جب تک کہ تم اس ریگزار اور سنگلاخ وادی میں ہمیں پینے کے چشمہ نہ جاری کردو اور خرمہ اور انگور کے باغ پیدا نہ کردو۔

۷۔ بادل کے ٹکڑوں یا آسمان کو ہمارے سروں پر گراؤ۔

۸۔ یا اپنے خدا اور فرشتوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے حاضر کرو۔

۹۔ یا تمہارے پاس سونے سے بھرا ہوا ایک گھر ہو۔

۱۰۔ یا آسمان کی بلندی سے تم ایک خط خدا کی طرف سے ناز کراؤ تاکہ ہم لوگ اسے پڑھیں۔ (یعنی خدا مشرکوں کے لئے ایک خط لکھے کہ محمد ﷺ میرے نبی ہیں تم ان کی پیروی کرو۔)

اور ان دس امور کے انجام دینے کے بعد بھی ہم اس بات کا وعدہ نہیں کرتے کہ تمہارے پیغمبر ہونے کے سلسلے میں ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے گا کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ تم ان تمام امور کو جادو سے یا نظر بندی سی انجام دے دو۔

### مشرکوں کے تمام اعتراضات اور تقاضوں کے جوابات

پیغمبر اسلام ﷺ نے عبد اللہ بن مخزومی کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا:

۱۔ کھانا کھانے کے بارے میں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ صلاح اور اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے جس طرح وہ چاہتا ہے حکومت کرتا ہے اور کسی کے لئے یہ بھی روا نہیں کہ اس پر اعتراض کرے۔ وہ بعض کو غنی، بعض کو فقیر، بعض کو عزیز و محترم اور بعض کو ذلیل و رسوا، بعض کو سالم اور بعض کو مریض کرتا ہے (البتہ یہ تمام چیزیں انسان کی بھلائی اور اس کی شائستگی کے لحاظ سے ہوتی ہیں) ان صورتوں میں کوئی بھی شخص اس پر اعتراض اور شکایت نہیں کرسکتا۔

جو شخص بھی اس پر اعتراض اور شکایت کے لئے زبان کھولے وہ منکر خدا اور کافر ہے کیونکہ خداوند متعال اس جہان ہستی کا مالک ہے وہ تمام امور کے مصالح کو اچھی طرح جانتا ہے اور جو چیز لوگوں کے لئے بہتر ہوتی ہے وہ اسی کو انجام دیتا ہے۔ تمام لوگوں کو چاہیے کہ اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ جو شخص خدا کے حکم کا مطیع اور فرمانبردار ہو گا وہ مومن ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو گنہگار ہے اور اسے سخت عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اس کے بعد آپ نے سورہ کہف کی یہ آیت پڑھی۔

اے رسول کہہ دو کہ میں (بھی) تم لوگوں کی طرح انسان ہوں لیکن مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا پروردگار وہی ایک خدا ہے۔

جس طرح خداوند متعال نے افراد بشر میں کسی نہ کسی کو کچھ نہ کچھ خاصیتیں عنایت فرمائی ہیں اور جس طرح تم بعض افراد کے سلسلے میں فقیر، غنی شریف اور خوبصورت کی نسبت دیتے ہو، اس سلسلے میں تم اعتراض کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ تمہیں چاہیے کہ ہر حال میں حکم خداوند متعال کے مطیع و فرمانبردار رہو، اس کی نبوت و رسالت کے سامنے سر تسلیم خم کردو اور چون و چرانہ کرو۔

۲۔ اور تم جو یہ کہتے ہو کہ تمہارے پاس مال و دولت کیوں نہیں ہے جبکہ نمائمدہ خدا کو روم و ایران کے بادشاہوں کی طرح صاحب دولت ہو ثروت ہونا چاہیے بلکہ خدا کو چاہیے کہ اس چیز پر خاص طور سے توجہ کرے تو تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم لوگ تو اس طرح خدا پر اعتراض کرتے ہو اور یوں بھی تمہارا یہ اعتراض بالکل بے جا اور غلط ہے۔ کیونکہ خداوند متعال اپنے امور میں بندوں کے لئے اچھا جاننے والا ہے اور وہ جس کام میں بہتری سمجھتا ہے اسی کو انجا دیتا ہے اسے دوسروں کی رضایت اور موافقت کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہیں خدا کے امور کو بندوں کے امور سے مقایسہ نہیں کرنا چاہیے۔ یاد رہے کہ بعثت پیغمبر کا ہدف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کی عبادت کے لئے دعوت دیں پیغمبر کو چاہیے کہ وہ پوری کوشش اور مستقل مزاجی سے لوگوں کی شب و روز ہدایت کرے اگر پیغمبر صاحب دولت اور ثروت (جس طرح مستکبرین، دولت و ثروت کے مالک ہوتے ہیں) ہو جائیں تو معمولی فقیر و مساکین کی با آسانی ان تک رسائی نہیں ہوگی کیونکہ مال و دولت والا شخص ہمیشہ محل میں جلوہ افروز رہتا ہے اور اس کے در و دیوار فقراء مساکین کی خدمت سے مانع ہوتے ہیں اس صورت میں بعثت کا مقصد انجام نہیں دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس طرح پیغمبر کی تعلیم و تربیت رک جائے گی اور نبوت کا معنوی مقام و نزلت ظاہری مال و متاع سے تباہ و برباد و بے اثر ہوجائے گا۔ بیشک جب بادشاہ اور حکمراں اپنے عوام سے دور ہو جاتے ہیں تو مملکت کا نظم و ضبط مختل ہو جاتا ہے اور ملک میں لوگوں کے درمیان فساد اور افرا تفری کا رواج عام ہو جاتا ہے۔

جوسری بات یہ کہ خداوند متعال نے مجھے دولت و ثروت اس لئے نہیں دی کہ وہ تمہیں اپنی قدرت و طاقت دکھادے۔ اسے حال میں وہ اپنے رسول کی مدد کرے گا، اس کو تمام مخالفوں اور دشمنوں پر کامیابی عطا کرے گا اور یہی چیز پیغمبر کی رسالت پر سچی دلیل ہے اور تمہاری بے بسی، قدرت خدا کی حکایت کرتی ہے۔ (کہ اس نے پیغمبر خدا ﷺ کو بغیر کسی دولت و سلطنت اور لشکر کے تم پر غالب قرار دے گا) خدا مجھے بہت جلد تم پر کامیاب کرے گا اور تم اس بات کی قدرت نہیں رکھتے کہ میرے مشن کو آگے بڑھنے سی روک سکو اور مجھے قتل کر سکو میں بہت جلد آئندہ دنوں میں تم پر مسلط ہوں گا تمہارے مشہور شہر میرے اختیار میں ہوں گے اور تمام مخالفین اور دشمن اسلام مومنین کے سامنے سر تسلیم خم کردیں گے۔

۳۔ اور یہ جو تم کہتے ہو کہ میرے ساتھ ایک فرشتہ ہو اور وہ میری تصدیق کرے بلکہ خود فرشتوں ہی میں سے کوئی پیغمبر ہونا چاہیے تو یہ بات بھی تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ فرشتے کا جسم ہوا کی طرح لطیف ہوتا ہے جسے دیکھا نہیں جاسکتا ہے اور اگر بالفرض تمہاری آنکھوں کو روشنی بڑھ جائے اور تم فرشتوں کو دیکھ بھی لو تو دیکھنے کے بعد تم یہ کہو گے کہ یہ تو فرشتہ نہیں بلکہ انسان ہے یعنی انسان کی صورت میں ہوگا تاکہ تم سے ارتباط برقرار کر سکے، بات کر سکے اور اپنے ہدف و مقصد کو تمہیں سمجھا سکے اس صورت کے علاوہ تم کیسے سمجھ سکوگے کہ وہ فرشتہ ہے انسان نہیں اور جو کچھ کہتا ہے حق ہے؟

اور پھر خداوند متعال نے اپنے پیغمبروں کو معجزہ دے کر بھیجا ہے جس کے انجام دینے سے دوسرے لوگ عاجز ہیں اور یہی معجزہ اس کے پیغمبر ہونے کی واضح اور سچی دلیل ہے۔ لیکن اگر کسی فرشتہ سے معجزہ ظاہر ہوا تو تم کیسے یہ سمجھو گے اور کیسے یہ تشخیص دیا پاؤگے کہ اس فرشتے نے جو معجزہ انجام دیا ہے دوسرا فرستہ اس کام کو انجام نہیں دے سکتا؟ اس بنا پر فرشتوں کا معجزہ خود ان کی نبوت پر سچی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ فرشتوں کا معجزہ پرندوں کی پرواز کی طرح ہے کہ جس سے افراد بشر عاجز ہیں لیکن یہ چیز خود ان کے درمیان معجزہ نہیں ہے اگر انسان پرندوں کی طرح پرواز کرے تو یہ معجزہ ہے۔

۴۔ اور جو یہ کہتے ہو کہ ہم پر جادو کیا گیا ہے تو اس طرح کی نسبت دینا کیسے صحیح ہی جبکہ میں اس وقت صحت عقل اور کسی بھی چیزکی تشخیص دینے میں تم سے برتری رکھتا ہوں۔ میں نے تمہارے درمیان اچھی خاصی زندگی گذاری ہے اور روز اول سے چالیس سال تک تمہارے ساتھ رہا اور اس چالیس سالہ زندگی کے عرصہ میں تم لوگوں نے میری کوئی چھوٹی سے چھوٹی غلطی، خیانت، لغزش یا غلط بیانی نہیں دیکھی ہے۔

اگر کوئی شخص پوری صحت و سلامتی کے ساتھ قدرت خداوند کے طفیل میں چالیس سال تمہارے درمیان امانت داری اور صداقت سے زندگی گزارے تو کیا اس کے لئے سحر اور جادو کی نسبت دینا درست اور شائستہ ہے؟ اسی وجہ سے خداوند عالم تمہارے جواب میں کہتا ہے:

(اے رسول) دیکھو کہ مشرک تمہارے بارے میں کس طرح کی باتیں کرتے ہیں یہ لوگ انحراف کی راہ پر ہیں اور ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔[[16]](#footnote-16)؎

۵۔ اور جو تم نے یہ کہا کہ قرآن مشہور و معروف شخصیت جیسے ’ولید بن مغیرہ مکی‘ یا ’عروہ بن مسعود طائی‘ پر کیوں نازل نہیں ہوا تو تمہیں اس بات کی طرف متوجہ رہنا چاہیے کہ شہرت اور مقام و منزلت خداوند عالم کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے اور اگر دنیا کی لذتوں اور نعمتوں کی قدر و منزلت خدا کے نزدیک مکھی کے بال برابر بھی ہوتی تو خداوند عالم کبھی بھی ان کافروں اور مخالفوں کو نہ عطا کرتا۔ ساری تقسیمات خدا کی طرف سے ہیں اور کوئی بھی شخص اس پر اعتراض یا شکایت کا حق نہیں رکھتا ہے کیونکہ خداوند متعال اپنی نعمت اور اپنے عطیے کو بندوں کے درمیان اپنی رائے اور منشا کے مطابق تقسیم کرتا ہے اور بغیر کسی خوف کے جس کو جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ یہ تم ہو کہ اپنے اقدامات میں مختلف جہتوں سے مختلف نظریہ رکھتے ہو اور اپنے کاموں کو ہوی و ہوس اور خوف کی بنیاد پر انجام دیتے ہو جو کہ حقیقت اور عدالت کے خلاف ہے اور لوگوں میں خاص افراد کا بے بنیاد احترام کر کے غلط راستہ طے کر تے ہو لیکن خداوند متعال کے تمام کام حقیقت اور عدالت کی بنیاد پر ہوتے ہیں جاہ و مقام کا چھوٹے سے چھوٹا اثر بھی خدا کے ارادے میں دخل اندازی نہیں کر سکتا ۔ یہ تم ہو جو اپنی ظاہری اور سطحی نظر کی بناپر دولت مند اور مشہور و معروف لوگوں کو پیغمبری کے لئے دوسروں سے بہتر سمجھتے ہو لیکن خداوند عالم نے رسالت کی بنیاد فضائل اخلاقی، روحی اور معنوی شائستگی اور فرمانبرداری قرار دی ہے۔

اس کے علاوہ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ خداوند متعال اپنے تمام اموم میں خود مختار ہے اور ایسا نہیں ہے کہ اس نے اگر کسی کو دنیا کی نعمتوں سے مال و ثروت اور شہرت دی تو وہ مجبور ہے کہ اسی کو مقام نبوت بھی عنایت کرے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند متعال نے کسی کو مال و متاع دیا ہے لیکن خوبصورتی نہیں دی ہے اور اس کے برعکس بھی دیکھتے ہیں کہ کسی کو خوبصورتی دی ہے تو مال و متاع نہیں دیا آیا ان میں سے کسی ایک بات پر بھی خدا پر اعتراض کیا جا سکتا ہے؟[[17]](#footnote-17)؎

۶۔ اور جو تم نے یہ کہا کہ ’’ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم اس بیابات اور سنگلاخ وادی میں پانی کا چشمہ جاری نہ کراؤ‘‘ تو تمہارا یہ تقاضا نادانی اور جہالت کی بنیاد پر ہے کیونکہ مکے کی سرزمین میں پانی کا چشمہ جاری کرنا اور باغ پیدا کرنا مقام نبوت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے جیسا کہ تم لوگ شہر طائف میں زمین اور باغ کے مالک ہو لیکن نبوت کا دعویٰ نہیں کرتے ہو اور ایسے بہت سے لوگوں کو تم جانتے بھی ہو جنہوں نے زحمت کر کے باغات لگائے اور چشمے بھی جاری کئے لیکن انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور اس طرح کے تمام کام معمولی کاموں میں شمار ہوتے ہیں اور اگر میں ایسا کروں بھی تب بھی یہ کام میری نبوت کے لئے دلیل نہیں بن سکیں گے۔

تمہارا یہ تقاضا اس طرح کا ہے کہ تم کہتے ہو ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ تم لوگوں کی طرح کھانا کھاتے ہو اور لوگوں کے ساتھ راستہ چلتے ہو اور اگر میں اپنی نبوت کے اثبات کے لئے اس طرح کے معمولی کام انجام دوں اور اس پر تکیہ کر لوں تو گویا میں نے لوگوں کو دھوکا دیا اور ان کی جہل و نادانی سے سوء استفادہ کیا اور مقام نبوت کو پوچ اور معمولی کام سمجھا جبکہ مقام نبوت فریب اور حیلہ اور دھوکہ دھڑی سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔

۷۔ جو تم نے یہ کہا کہ ’’آسمان کو بادل کی صورت میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے سروں پر برساؤ‘‘ تو تمہیں یہ جان لینا چاہئے کہ آسمان کا نیچے گرنا تمہارے لئے ہلاکت کا سبب بنے گا جبکہ بعثت اور پیغمبر کا ہدف لوگوں کی راہنمائی، سعادت، خوشبختی اور خدا کی نشانیوں کی عظمت لوگوں کو بتانا ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حجت اور برہان کا تعین خدا کے ہاتھ میں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ لوگ اپنی سطحی اور ظاہری فکر کی بنا پر ایسے تقاضے کریں جو نظام و مصلحت کے خلاف ہوں اس لئے کہ ہر شخص اپنی ہوی و ہوس اور خواہش کی بنیاد پر تقاضا کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اگر ہر انسان کے تقاضے کو پورا کیا جائے تو نظام میں خلل واقع ہوتا ہے اور بعض مواقع پر ان کے تقاضے تو ایک دوسرے کی ضد اور نقیض ہوں گے۔

کیا تم نے کسی ڈاکٹر کو دیکھا ہے کہ وہ مریض کا علاج کرتے وقت مریض کی خواہش کے مطابق اس کا نسخہ لکھے یا کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ وہ کسی بات کا دعویٰ کرے لیکن دلیل اس کے منکر کی خواہش کے مطابق لائے؟ یہ بات مسلم ہے کہ اگر علاج میں ڈاکٹر مریض کا پیرو ہو تو مریض کی بیماری کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتی اور اسی طرح اگر مدعی اس بات پر مجبور ہو کہ اپنے مخالفوں کی خواہش کے مطابق اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے دلیل لائے تو اس صورت میں کسی ایک کی بھی بات ثابت نہیں ہوگی۔ اور مظلوم و ناچار اور سچے افراد کی بات کبھی ظالم اور دروغ گو کے سامنے ثابت نہیں ہو سکے گی۔

۸۔ اور جو تم یہ کہتے ہو کہ ’’خدا اور فرشتوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے حاضر کرو تاکہ ہم انہیں دیکھ سکیں‘‘ تو تمہاری یہ بات بے بنیاد اور غیر منطقی ہے یہ چیز بالکل محال ہے کیونکہ خداوند متعال اس صفت سے پاک ہے جس کے ذریعے اسے دیکھا جا سکتا ہے بلکہ وہ مخلوقات کی تمام صفات سے پاک و منزہ ہے۔

تم خداوند متعال کو ان بتوں سے تشبیہ دیتے ہو جن کی تم پرستش کرتے ہو اور ان سے اسی طرح کا تقاضا کرتے ہو ان بتوں میں بے حق نقص و ضعف پائے جاتے ہیں اور یہ تمہارے ان تقاضوں کے لئے مناسب ہیں نہ کہ خداوند پاک۔

اس کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے لئے ایک ایسی مثال پیش کی جو بہت ہی واضح اور اچھی طرح مفہوم کو سمجھانے والی تھی کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ خدا کو دکھانا محال نہیں ہے تو بھی ان کی یہ بات معقول نہیں ہے۔ وہ مثال یہ ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے عبد اللہ محزومی سے کہا: کیا مکے میں تمہارے پاس زمین و جائداد اور باغ وغیرہ ہے؟ اور اس کی دیکھ بھال کے لئے اپنی طرف سے کوئی نمائندہ بنایا ہے یا نہیں؟

عبد اللہ :ہاں میرے پاس باغ و ملک اور نمائندہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ:کیا تم خود بخود باغ و ملک کی دیکھ بھال کرتے ہو یا نمائندے کے ذریعے کراتے ہو؟

عبد اللہ: نمائندہ کے ذریعے۔

پیغمبر اسلام ﷺ:اگر ایک نمائندے کو زمین اجارہ دو یا بیچ دو تو کیا دوسروں کا اعتراض کرنا اور یہ کہنا بجا ہے کہ ہم خود مالک سے رابطہ کریں گے اور ہم تمہاری نمائندگی اس وقت قبول کریں گے جب تمہارا مالک خود آ جائے اور تمہاری باتوں کی تصدیق کرے؟

عبد اللہ: دوسرے لوگ اس طرح کا اعتراض نہیں کر سکتے۔

پیغمبر اسلام ﷺ:ہاں یہ ضروری ہے کہ تمہارے نمائندے کے پاس ایسی دلیل ہونی چاہئے کہ جس سے پتہ چلے کہ وہ واقعی تمہارا نمائندہ ہے اب تم یہ بتاؤ کہ اس کے پاس کیا ہونا چاہئے جس سے اس کی نمائندگی ثابت ہو کیونکہ یہ بھی مسلم ہے کہ بغیر کسی دلیل کے اس کی نمائندگی کی لوگ تصدیق نہیں کریں گے۔

عبداللہ: ’’بے شک اس کے پاس کوئی نہ کوئی دلیل ضرور ہونی چاہیے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ: اگر لوگ اس کی سچی دلیل کو قبول نہ کریں تو کیا وہ اس بات پر حق رکھتا ہے کہ اپنے مالک کو لوگوں کے سامنے حاضر کرے اور اس پر یہ فریضہ عائد کرے کہ تم ان کے سامنے حاضر ہو؟ سچ بتاؤ کیا کوئی عاقل نمائندہ اس طرح اپنے مالک کے لئے کرسکتا ہے؟

عبد اللہ:’’نہیں اسے چاہیے کہ وہ اپنے فرائض پر عمل کرے اور اسے یہ حق نہیں کہ وہ مولا پر کوئی حکم لگائے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ:جب تم ان تمام باتوں کا اعتراف کر رہے ہو تو کس طرح خدا کے نمائندے رسول کے لئے انہیں باتوں پر اصرار کرتے ہو کہ رسول کو چاہیے کہ اپنے مولا کو ہم لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ میں بھی خداوند متعال کے نمائندے اور رسول سے زیادہ کچھ نہیں ہوں میں کس طرح اپنے مولا (خدا) پر کوئی حکم لگا سکتا ہوں اور اس کے لئے کوئی وظیفہ معین کر سکتا ہوں کیونکہ خداوند متعال پر کسی طرح کا کوئی حکم لگانا رسالت کے وظیفے کے خلاف ہے۔

اور اس طرح تمہارے تمام سوالوں کے جوابات جیسے فرشتوں کو حاضر کرنا وغیرہ واضح ہو جاتے ہیں۔

۹۔ اور تم نے جو یہ کہا کہ میرے پاس سونے سے بھرا ہوا گھر ہونا ؤاہیے تو یہ بھی بالکل بے بنیاد بات ہے کیونکہ دولت و ثروت، سونا اور چاندی سے مقام رسالت کا کوئی تعلق نہیں ہے مثال کے طور پر بادشاہ مصر کے پاس سونے سے بھراہ ہوا گھر ہے تو کیا وہ اسی دلیل سے ادعائے نبوت کر سکتا ہے؟

عبد اللہ: ’’نہیں، وہ ایسا نہیں کرسکتا ہے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ:’’میرے پاس بھی سونا چاندی ہونا میری پیغمبری کے سچے ہونے پر کوئی دلیل نہیں بن سکتا ہے میں خدا کی حتوں اور نشانیوں کو چھوڑ کر ایسی بے بنیاد دلیل کے ذریعے کم علم اور نادان لوگوں پر اپنی رسالت ثابت نہیں کر سکتا۔‘‘

۱۰۔ اور جو تم نے یہ کہا کہ ’’میں آسمان پر جاؤں اور خدا کی طرف سے تمہارے لئے ایک خط لاؤں‘‘ تو اس طرح کی باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ تم لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو حق قبول کرے کیونکہ تم لوگ صرف آسمان پر جانے سی اکتفا نہیں کر رہے ہو بلکہ ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہو کہ ہمارے لئے آسمان سے خط بھی لایا جائے۔

یہ بات مسلم ہے کہ اگر میں خط بھی لادوں تو بھی تم اسے قبول نہیں کرو گے اور یہ بھی سچ ہے کہ اگر میں ان تمام کاموں کو انجام دے بھی دوں تب بھی یہ ممکن ہے کہ تم لوگ ایمان نہ لاؤ لیکن یہ جان لو کہ اس بغض و عناد کا نتیجہ صرف عذاب ہے اور تم لوگ اپنے اس پروگرام کی وجہ سی اس بات کے مستحق ہو کہ خداوند متعال تمہیں عذاب میں مبتلا کرے۔

تمہارے تمام سوالوں کا جواب خداوند متعال کے صرف اس جملہ میں خلاصہ کے طور پر بیان ہوتا ہے ’’میں بھی تمہاری طرح بشرہوں اور خدا کی طرف سے اس بات کے لئے معین کیا گیا ہوں کہ اس کے احکام تم تک پہنچاؤں۔ اور میرے پاس یہی قرآن معجزہ اور میری نبوت کی دلیل ہے اور میں تمہارے بے جاتقاضوں کی وجہ سے خدا پر نہ کوئی حکم لگا سکتا ہوں اور نہ کسی بھی طرح کی اس پر تکلیف عائد کر سکتا ہوں۔‘‘

### ابوجہل کی خواہش سوال

ابوجہل نے کہا: ’’کیا تم یہ نہیں کہتے کہ جب قوم موسیٰ نے اس بات کی خواش کی کہ موسیٰ انہیں اپنا خدا دکھائیں تو خداوند عالم ان پر غضبناک ہوا اور بجلی کے ذریعے انہیں خاکستر کر دیا؟‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ: کیوں نہیں ایساہی ہے۔

ابو جہل: ’’ہم قوم موسیٰ سے بلند اور بڑی خواہش رکھتے ہیں ہم ہرگز اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم اپنے خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے حاضر نہیں کرو گے۔ اب تم ہمارے اس خواہش کی بنا پر اپنے خدا سے کہو کہ وہ ہمیں جلادے یا نابود کردے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ: ’’کیا تم نے حضرت ابراہیم ﷣ کی داستان میں یہ نہیں سنا ہے کہ وہ مقام و عظمت میں بہت ہی بلند تھے اور خداوند متعال نے انہیں خاص بصارت عطا کی تھی کہ وہ زمین پر لوگوں کے ظاہری اور باطنی اعمال کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی دوران جناب ابراہیم ﷣ نے دیکھا کہ ایک مرد اور عورت زنا کر رہے ہیں آپ نے ان کے لئے بد دعا کی وہ ہلاک ہوگئے پھر دیکھا کہ دوسرے مرد اور عورت زنا کر رہے ہیں ان کے لئے بھی بد دعا کی وہ بھی ہلاک ہو گئے پھر تیسرے مرد اور عورت کو دیکھا کہ یہ بھی زنا میں مشغول ہیں ان کے لئے بھی بد دعا کی وہ بھی ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد خداوند عالم نے ان پر وحی کی کہ اے ابرہیم بد دعا نہ کرو دنیا ہمارے اختیار میں ہے تمہارے اختیار میں نہیں۔

گنہگار بندوں کی تین حالت سے زیادہ چوتھی حالت نہیں ہوتی ہے۔ یا توبہ کرتے ہیں اور میں انہیں بخش دیتا ہوں یا ان کی آئندہ آنے والی نسلوں میں کوئی بندہ مومن ہوتا ہے جس کی وجہ سے میں انہیں مہلت دے دیتا ہوں اور پھر میرا عذاب انہیں گھیر لیتا ہے اور ان دوصورتوں کے علاوہ جتنے بڑے عذاب کا تم تصور کر سکتے ہو اسے میں نے ان کے لئے مہیا کر رکھا ہے۔‘‘

اے ابو جہل! اسی وجہ سے خداوند عالم نے تجھے مہلت دی ہے کہ تیری نسل میں ایک مومن پیدا ہوگا جس کا نام عکرمہ ہوگا۔[[18]](#footnote-18)؎

جیسا کہ آپ لاحظہ کر رہے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے دشمن اسلام سے کتنا بغض و عناد رکھتے تھے اس کے باوجود پیغمبر اکرم ﷺ نے کمال بردباری سے ان کی تمام باتیں سنیں اور بڑی ہی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ان کا جواب دیا اور ایک تفصیلی اور استدلالی بحث کے ساتھ اپنی حجت تمام کر کے اسلام کی منطقی اور اخلاقی روش کا ثبوت دیا۔

## ۳۔ رسول خدا ﷺ کا یہودیوں کے علماء اور دانشمندوں سے مناظرہ

پیغمبر ﷺ کی ہجرت سے پہلے یہودیوں کی مذہبی محفلوں میں آپ کی علامتوں کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا یہاں تک کہ علماء یہود توریت کی آیتوں کی بنیاد پر آنحضرت کے بارے میں پیشن گوئیاں کرتے تھے اور برابر بڑے ہی اعتماد کے ساتھ اس طرح کے پیغمبر کے آنے کے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے۔

اور یہ تمام علامتیں اور نشانیاں سب کی سب پیغمبر ﷺ کی زندگی اور کے آپ کے کاموں سے مطابقت کرگئیں یہودیوں کے بزرگ مذہبی افراد اس فکر میں رہتے تھے کہ پیغمبر اسلام کی مدد کر کے انہیں اپنی طرف کھینچ لیں اور نتیجے میں ان کے اطراف کی مذہبی قدرت کو حاصل کرلیں لیکن پیغمبر اکرم ﷺ نے جب مدینے کی طرف ہجرت کی تو بڑی تیزی سے اسلام پھیلا اور یہودیوں کی طاقت سے زیادہ پیغمبر ﷺ کے ہاتھ میں قدرت و طاقت آگئی اور اسلام کے متقل ہونے کی وجہ سے پیغمبر ﷺ کسی بھی صورت میں اس بات پر راضی نہیں تھے کہ یہودیوں کے پرچم تلے اپنی زندگی گذاریں یہی بات یہودیوں کی محفلوں میں پیغمبر ﷺ کی مخالفت کا سبب بنی۔

یہودیوں نے طرح طرح سے اسلام کو نقصان پہنچانا چاہا جیسا کہ سورہ بقرہ اور سورہ نساء کی آیتوں میں ان کا اسلام سے بغض و عناد بیان ہوا ہے مثلاً ان کے کاموں میں سے ایک کام یہ تھا کہ وہ ’اوس‘ و ’خزرج‘ کے درمیان ۱۲۰ سالہ پرانے اختلاف [[19]](#footnote-19)؎ و پھرسے ابھاریں اور مسلمانوں کی متحد صفوف کو انتشار کا شکار بنائیں لیکن پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کی ہوشیاری نے ان کے اس عزم و ارادے کو خاک میں ملادیا اور اسی طرح ان کی بہت سی دوسری سازشوں کو بھی پورا نہیں ہونے دیا۔

ایک راستہ جس کے ذریعے وہ پیغمبر ﷺ اور اسلام کی سر کوبی کرنا چاہتے تھے مناظرہ یا آزاد بحث بھی تھا پیغمبر ﷺ نے ان کی اس پیش کش کو ہنسی خوشی قبول کر لیا وہ آئے اور پیغمبر ﷺ سے مجادلہ اور پیچیدہ سوال کر کے انہیں لا جواب بنا دینا چاہتے تھے لیکن اس آزاد بحث[[20]](#footnote-20)؎ سے انہیں خودہی نقصان اٹھانا پڑا لوگوں نے پیغمبر ﷺ کے مقام علمی اور غیبی چیزوں سے استفادہ کیا جس کی وجہ سی بعض یہودی اور بعض بت پرست اسلام کے گرویدہ ہو گئے۔

لیکن وہ لوگ پیغمبر ﷺ کی بحث سے قانع ہونے کے باوجود بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ کہنے لگے کہ ہم تمہاری باتوں کو نہیں سمجھ رہے ہیں (قلوبنا غلف)[[21]](#footnote-21)؎ ہمارے دلوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔

یہودیوں کے مناظرے اور مجادلے بہت ہیں جن کو پیغمبر ﷺ نے بڑے ہی کمال کے ساتھ انجام دیا اور ان کی قضاوت و فصلے نے پوری دنیا کو دعوت فکر و نظر دی۔

بطور نمونہ یہ مناظرہ ملاحظہ فرمائیں۔

### جب عبد اللہ بن سلام ایمان لے آیا

پیغمبر ﷺ کی ہجرت کے پہلے سال ایک روز عبد اللہ بن سلام[[22]](#footnote-22)؎ آپ کی نشست میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ اپنے موعظہ میں اس طرح کی چیزیں بیان کر رہے ہیں۔

’’اے لوگو! آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرو اور سب تک کھانا پہنچاؤ، اپنے رشتہ داروں سے مل جل کر رہو، آدھی رات کو جب ساری دنیا سو جایا کرے تو اٹھ کر نماز شب پڑھو اور خداوند متعال سے راز و نیاز کرو تاکہ سلامتی کے ساتھ خداوند متعال کی بہشت میں داخل ہو سکو۔‘‘

عبد اللہ نے دیکھا کہ آپ کی باتیں اچھی ہیں جس کی وجہ سے وہ اس نشست کا گرویدہ ہو گیا اور اس نے اس میں شرکت کا ارادہ کر لیا [[23]](#footnote-23) ایک روز عبد اللہ نے مذہب یہود کے چالیس بزرگ علماء کے ساتھ مل کر یہ طے کیا کہ ہم پیغمبر کے پاس جاکر ان کی نبوت کے بارے میں بحث کریں اور انہیں زیر کریں۔

اس ارادے سے جب وہ لوگ آپ کے پاس آئے تو آپ نے عبد اللہ بن سلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ’’میں بحث کے لئے تیار ہوں۔‘‘

یہودیوں نے موافقت کی اور بحث و مناظرہ شروع ہوا۔ تمام یہودی پیغمبر پر پیچیدہ سوالوں کی بوچھار کردی۔ آپ ایک ایک کر کے ان کا جواب دیتے یہاں تک کہ ایک روز عبد اللہ بن سلام پیغمبر ﷺ کی خدمت میں تنہا حاضر ہوا اور کہنے لگا: ’’میرے پاس تین سوال ہیں جن کا جواب پیغمبر کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ آیا اجازت ہے کہ میں انہیں بیان کروں؟‘‘

پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ’’بیان کرو۔‘‘

عبد اللہ نے کہا: ’’مجھے بتائیے کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ جنت کی خاص غذا کیا ہے؟ اس کی کیا وجہ ہی کہ بیٹا کبھی باپ کے اور کبھی ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟‘‘

رسول خدا ﷺنے فرمایا: ’’ابھی جبرئیل تمہارے جوابات خدا کی طرف سے لا رہے ہیں اور میں تمہیں بتاؤں گا۔‘‘

جیسے ہی جبرئیل کا نام درمیان میں آیا عبد اللہ نے کہا: ’’جبرئیل تو یہودیوں کا دشمن ہے کیونکہ اس نے متعدد مقامات پر ہم سے دشمنی کی ہے بخت نصر جبرئیل کی فوج کی وجہ سے ہم پر غالب ہوا اور شہربیت المقدس میں آگ لگادی……وغیرہ‘‘

پیغمبر ﷺ نے اس کے جواب میں سورہ بقرہ کی ۹۷ ویں اور ۹۸ ویں آیت کی تلاوت فرمائی جس کا مطلب یہ ہے:

’’جبرئیل جنہیں تم أحنا دشمن سمجھتے ہو وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے اور انھوں نے قرآن کو خدا کے اذا سے قلب پیغمبر پر نازلک یا ہے وہ قرآن جو ان کتابوں سے مطابقت رکھتا ہے جن میں رسول خدا کی نشانیوں کا تذکہر ہے۔ وہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے۔ فرشتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں اگر کوئی ان میں اسے ایک سے دشمنی رکھتا ہے تو گویا وہ تمام فرشتوں، پیغمبروں اور خدا کا دشمن ہے کیونکہ فرشتے اور پیغمبر سب کے سب خدا کے فرمانوں کو بجالاتے ہیں۔‘‘[[24]](#footnote-24)؎

اس کے بعد رسول خدا ﷺ نے عبد اللہ کے جواب میں فرمایا:

قیامت کی پہلی علامت دھوئیں سے بھری ہوئی آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور جنت کی خاص غذا مچھلی کا جگر اور اس کا ٹکڑا ہے جو نہایت ہی اچھی اور لذیذ ترین غذا ہے۔

اور تیسرے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا:

’’انعقاد نطفے کے وقت عورت یا مرد کے نطفے میں جس کا نطفہ غلبہ پا جاتا ہے بچہ اسی کی شبیہ ہوتا ہے اگر عورت کا نطفہ مرد کے نطفے پر غالب آگیا تو بچہ ماں کی طرح ہوگا اور اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب آگیا تو بچہ باپ کی طرح ہوگا۔‘‘

عبد اللہ نے پیغمبر ﷺ کے ان جوابوں کی تطبیق جب توریت اور انبیاء سابقین کی خبروں سے کی تو یہ تمام جوابات صحیح ثابت ہوئے۔ جس کے نتیجے میں اس نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور اپنی زبان پر کلمہ شہاد تین جاری کیا۔

اس وقت عبد اللہ بن سلام نے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا: ’’میں یہودیوں میں سب سے زیادہ پڑھا لکھا ہوں اور بہت ہی پڑھے لکھے شخص کا بیٹا ہوں اگر انہیں میرے اسلام قبول کرنے کی خبر ہوگئی تو وہ مجھ کو جھٹلائیں گے لہٰذا ابھی آپ میرے ایمان کو پنہاں رکھیے تاکہ آپ یہ معلوم کر سکیں کہ یہودی میرے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں۔‘‘

پیغمبر اسلام ﷺ نے اس فرصت کو غنیمت جان کر کہ عبد اللہ کا اسلام لانا مجادلہ اور آزاد بحث میں خود ایک طرح کی دلیل بن سکتا ہے عبد اللہ بن سلام کو وہیں قریب میں پردے کی آڑ میں بٹھادیا۔ یہودیوں سے گفتگو کے دوران پیغمبر اکر ﷺ نے فرمایا ’’میں پیامبر ہوں خدا کو حاضر ناظر جانوں اور ہوی و ہوس کو ترک کر کے اسلام قبول کر لو۔‘‘

جواب میں کہا گیا:’’ہم دین اسلام کے صحیح ہونے کے بارے میں بالکل بے اطلاع ہیں۔‘‘

پیغمبر ﷺ : ’’تمہارے درمیان عبد اللہ بن سلام کیسا شخص ہے؟‘‘

گروہ یہود: ’’وہ ہمارا رہبر اور ہمارے رہبر کا بیٹا ہے وہ ہمارے درمیان ایک بہت ہی پڑھا لکھا شخص ہے۔‘‘

رسول خدا ﷺ : وہ اگر مسلمان ہو جائے تو کیا تم لوگ اس بات پر تیار ہو کہ اس کا اتباع کرو؟

گروہ یہود: ’’وہ ہرگز مسلمان نہیں ہو گا۔‘‘

رسول خدا ﷺنے عبد اللہ کو آواز دی عبد اللہ پردے سے باہر لوگوں کے سامنے حاضر ہو کر کہنے لگا۔ اشہد ان لا الہ الاّ اللہ و ان محمد رسول اللہ اے گروہ یہود خدا سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ جب تم جانتے ہو کہ وہ پیغمبر خدا ہے تو تم کیوں ایمان نہیں لاتے؟

یہودیوں نے ابھی کچھ ہی دیر پہلے اس کی تعریف کی تھی مگر اب وہ اسے بد ترین شخص اور ذلیل آدمی کا بیٹا بتانے لگے۔

آپ کا یہ طرز استدلال نہایت عمدہ تھا جس کی وجہ سے وہ اپنا منہ چھپا نے لگے لیکن در حقیقت وہ شکست کھا چکے تھے۔ عبد اللہ کے لئے اگر چہ اسلام اس زمانے میں بہت دشوار ثابت ہوا لیکن وہ حقیقتاً اسلام لا یا تھا۔ اسی لئے آنحضرت نے اس کا نام عبد اللہ رکھا تھا اس کا ایمان قبول کر نا بعد میں اور دوسرے ایمان لانے والوں کے لئے بہت ہی موثر ثابت ہوا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک دانش مند یہودی جس کا نام ’مخیرق‘ تھا وہ بھی اپنے چند ساتھیوں کی ساتھ ایمان لے آیا۔[[25]](#footnote-25)؎

## ۴۔ پیغمبر ﷺ کا قبلہ کے سلسلے میں یہودیوں سے مناظرہ

ہم جانتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ مکہ میں بیت المقدس (یہودیوں کے قبلہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور ہجرت کے بعد مدینے میں بھی آپ ۱۶ مہینے تک بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

دشمن اسلام، یہودیوں نے اسلام کو برا بھلا کہنے اور اسے بے اہمیت کرنے کے ئے ایک اچھا بہانہ تلاش کر لیا اور کہتے تھے ’’محمد(ﷺ) اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ وہ مستقل شریعت لائے ہیں جبکہ ان کا وہی قبلہ ہے جو یہودیوں کا قبلہ ہے۔‘‘

اس طرح کے اعتراضات پیغمبر ﷺ کے دل کو رنجیدہ کر دیتے تھے آنحضرت راتوں کو گھر سے باہر آتے اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے وحی کے منتظر رہتے تھے یہاں تک کہ سورہ بقرہ کی ۱۴۴؍ ویں آیت نازل ہوئی جس میں قبلے کی جہت بیت المقدس سے بدل کر کعبے کی طرف کر دی گئی تھی۔

ہجرت کے ۱۶؍ ماہ بعد ۵؍ رجب کو پیغمبر ﷺ اپنے چند صحابیوں کے ساتھ مسجد بنی سلمہ میں (جو مسجد احزاب سے ایک کلومیٹر شمال کی طرف واقع ہے) میں ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے۔دو رکعت نماز تمام ہونے کے بعد جبرئیل سورہ بقرہ کی ۱۳۹ ویں آیت لے کر نازل ہوئے تو آپ حالت نماز ہی میں کعبہ کی طرف پلٹے اور دو رکعت نماز کعبہ کی طرف رخ کرکے پڑھی اور اسی طرح آپ کی اقتدا کرنے والوں نے بھی کیا۔ اور اسی نماز کی وجہ سے مسجد بنی سلمہ کو مسجد ’’ذو قبلتین‘‘ کہا جانے لگا۔

اس واقعے کے بعد یہودی ہر جگہ قبلہ بدلنے کے سلسلہ میں اعتراض اور اسلام کے خلاف پروپگنڈہ کیا کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور یہودیوں کے درمیان طے پایا کہ وہ ایک جلسے میں اس موضوع پر آزادانہ طور پر بحث کریں۔ اس جلسے میں چند یہودیوں نے شرکت کی اور جلسہ کی شروعات یہودیوں نے کی اور سوال کی صورت میں انھوں نے اس طرح کہا:

’’آپ کو مدینہ آئے اور بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہوئے ایک سال سے زیادہ ہو گیا لیکن اب آپ بیت المقدس سے رخ موڑ کر کعبہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں آپ ہمیں اس کا جواب دیں کہ آپ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے جو نمازیں پڑھی ہیں وہ درست تھیں یا باطل اگر وہ درست تھیں تو لا محالہ آپ کا دوسرا عمل باطل ہے اور اگر باطل تھیں تو ہم کس طرح آپ کے دوسرے اعمال (جو بدلنے کی صورت میں ہیں) پر مطمئن ہوں کہ اس طرح آپ کا یہ قبلہ بھی باطل نہ ہو؟‘‘

پیغمبر اسلام ﷺ:

دونوں قبلے اپنے موقع کے لحاظ سے درست اور حق ہیں ان چند مہینوں میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا حق تھا اور اب ہم خدا کی طرف سے اس بات پر مامور کئے گئے ہیں کہ خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ قراردیں۔ ’اور خدا کے لئے مشرق و مغرب ہیں تم جس طرف بھی رخ کرو وہاں خدا ہے اور بیشک خدا بے نیاز اور دانا ہے۔‘

گروہ یہود: ’’اے محمد کیا خدا کے لئے بداء واقع ہوا؟ (یعنی ایک کام زمانہ سابق میں اس پر مخفی تھا اور اب ظاہر ہو گیا اور اس نے اپنے پرانے حکم سے پشیمان ہوکر دوسرا حکم دیا) اور اس بنا پر اس نے تمہارے لئے نیا قبلہ معین کیا؟ اگر اس طرح کی بات کرتے ہو تو گویا تم نے خداوند متعا کو عام انسانوں کی طرح نادان تصور کر لیا۔‘‘

پیغمبر اسلام ﷺ:

خدا کے یہاں بداء اس معنی میں نہیں پایا جاتا ہے۔ خدا ہر چیز سے آگاہ اور قادر مطلق ہے اس سے کوئی بھی چھوٹی سے چھوٹی غلطی بھی سرزد نہیں ہو سکتی کہ جس کی وجہ سے وہ پشیمان ہو اور تجدید نظر کرے اور اس کے راستہ میں کوئی چیز رکاوٹ بھی نہیں بن سکتی کہ اس کی وجہ سے وہ اوقات میں تبدیلی کرے۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ ’’کیا مریض صحت یاب نہیں ہوتا یا تندرست آدمی غمگین اور مریض نہیں ہوتا؟ یا زندہ مرتا نہیں اور موسم گرما موسم سرما میں تبدیل نہیں ہوتا؟ خداوند متعال اس طرح کے تمام امور میں تبدیلی لاتا رہتا ہے کیا اس کے یہاں بداء واقع ہوتا ہے؟

یہودی گروہ: ’’نہیں ان چیزوں میں بداء نہیں ہے۔‘‘

پیغمبر ﷺ:

قبلہ کی تبدیل بھی انہیں چیزوں میں سے ہے خداوند متعال ہمیشہ اور ہر زمانے میں اپنے بندوں کی فلاح و بہبود کے لئے خاص حکم رکھتا ہے جو شخص بھی اطاعت کرے گا جزا کا مستحق ہوگا ورنہ اسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اس کی تدبیر اور مصلحت میں کسی کو مخالفت کرنے کا حق نہیں۔[[26]](#footnote-26)؎

میرا دوسرا سوال تم سے یہ ہے کہ کیا تم شنبہ کے دن اپنے تمام کاموں کی چھتی نہیں کرتے ہو اور پھر اتوار سے اپنے کاموں میں مشغول نہیں ہوتے؟ اس میں سے تمہارا کون سا عمل صحیح ہے؟ کیا پہلا والا درست ہے اور دوسرا والا باطل ہے یا دوسراوالا صحیح ہے اور پہلال والا باطل یا دونوں صحیح یا دونوں باطل؟

گروہ یہود: ’’دونوں صحیح ہیں۔‘‘

پیغمبر اسلام ﷺ:

میں بھی اسی طرح کہتاہوں کہ دونوں صحیح ہیں اور حق ہیں چند ماہ اور چند سال پہلے بیت المقدس کی طرف قبلہ قرار دینا صحیح تھا لیکن آج کعبہ کو قبلہ سمجھنا صحیح ہے۔ تم لوگ بیماروں کی طرح ہو اور تمہارا طبیب حاذق خدا ہے اور بیماروں کی مہلت اور عافیت اس میں ہے کہ وہ طبیب حاذق کی پیروی کریں اور اس کے حکم کو اپنے ہوی و ہوس پر مقدم کریں۔

اس مناظرہ کے ناقل امام حسن عسکری﷣ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ روز اول سے ہی کعبہ مسلمانوں کا قبلہ کیوں نہیں ہوا؟

امام﷣ نے اس کے جواب میں فرمایا:

خداوند متعال نے قرآن میں سورہ بقرہ کی ۱۴۳ ویں آیت میں اس کا جواب دیا ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی:

اور تحویل قبلہ کی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ ہو اور پیغمبر تمہارے اعمال کے گواہ رہیں اور ہم نے پہلے قبلہ کو صرف اس لئے قبلہ بنایا تھا کہ دیکھیں کہ کون رسول کا اتباع کرتا ہے اور کون پچھلے پاؤں پلٹ جاتا ہے اگر چہ یہ قبلہ ان لوگوں کے علاوہ سب پر گراں ہے جن کی اللہ نے ہدایت کردی ہے اور خدا تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرنا چاہتا وہ بندوں کے حال پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

یعنی اس آیت میں مومنین کے لئے یہ حکم آیا ہے کہ ہم مشرکین سے مومنین کو جدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ پہچانے جائیں اور ان کی صفتیں جدا اور الگ ہوں۔ خداوند متعال نے بیت المقدس کو مسلمانوں کاقبلہ اس لئے قرار دیا تھا کیونکہ اس زمانہ میں خانہ کعبہ مشرکین کے بتوں کا مرکز تھا اور مشرکین اس کے سامنے جاکر سجدہ کرتے تھے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ ہجرت مدینہ کے بعد اور ایک مستقل حکومت کی تشکیل کے بعد خود بخود مشرکوں سے وہ الگ تھلگ ہوگئے اور اب اس چیز کی ضرورت نہیں رہی کہ مسلمانوں کا بیت المقدس کی طرف سر اس وجہ سے جھکایا جائے کوہ مشرکوں میں پہچانے جائیں۔ لہٰذا مسلمانوں نے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دیا یہ بھی واضح سی بات ہے کہ بیت المقدس کی طرف خداوند متعال نے سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ نئے نئے مشرک جو مسلمان ہوئے تھے ان کے لئے اپنی عادتیں چھوڑنا ایک بہت ہی مشکل کام تھا کیونکہ ابھی ان میں پرانی رسومات باقی تھیں اور جب تک انسان میں یہ قوت و صلاحیت نہ پیدا ہو کہ وہ اپنی عادت اور خرافات کو با آسانی ترک نہ کر سکے وہ حق کی طرف مائل نہیں ہو سکتا لہٰذا جب انہیں پوری طرح آزما لیا گیا تو انہیں بیت المقدس کی طرف سے ہٹکر کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور درحقیقت شروع شروع میں بیت المقدس کو قبلہ قرار دینا اسلام کی ایک فکری اور معنوی تحریک تھی جس کے ذریعے اسلام نے مشرکین کی پرانی عادتوں کو ختم کر دیا۔ لیکن مدینہ میں اس طرح کی مصلحتیں نہیں پائی جاتی تھیں یا کعبہ کی طرف رخ کرنے میں زیادہ مصلحتیں رہی ہوں۔[[27]](#footnote-27)؎

## ۵۔ قرآن پر اعتراض اور اس کا جواب

ایک روز کچھ لوگ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ’’ہم قرآن کے سلسلے میں چند اعتراضات لے کر حاضر ہوئے ہیں۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’اپنے اعتراضات بیان کرو۔‘‘

ایک نے کہا: ’’آیا آپ خدا کے رسول ہیں؟‘‘

پیغمبر اکرم ﷺنے فرمایا: ’’ہاں‘‘

گروہ: ’’سورہ انبیاء کی ۹۸ ویں آیت میں خدا فرماتا ہے:

اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اﷲِ حَصَبُ جَہَنَّمَ...

ہمارا اعتراض یہ ہے کہ اس مفہوم کی بناپر حضرت عیسیٰ ﷣ بھی اہل دوزخ میں سے ہوئے کیونکہ کچھ لوگ ان کی بھی عبادت کرتے ہیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے سنجیدگی اور متانت سے ان کی باتیں سنیں اور فرمایا:

قرآن عرب کی رائج زبان کے مطابق نازل ہوا ہے عربی زبان میں لفظ ’من‘ ذوی العقول کے لئے اور لفظ ’ما‘ غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے تم جس آیت کے سلسلے میں اعتراض کر رہے ہو اس میں لفظ ’ما‘ استعمال ہوا ہے جس سے مراد عقلاء نہیں بلکہ وہ معبود ہیں جو صاحب عقل نہیں ہیں جیسے بت جنہیں مٹی، لکڑی اور پتھر سے بنایا جاتا ہے۔ اس طرح آیت کے معنی یہ ہوں گے۔

غیر خدا کی عبادت کرنے والے لوگ جنہیں تم نے اپنے ہاتھوں سے مختلف قسم کے معبود بنا رکھا ہے وہ سب کے سب جہنمی ہوں گے۔‘‘

وہ سب پیغمبر خدا ﷺ کے جواب سے مطمئن ہوگئے اور آپ کی تصدیق کر کے چلے گئے۔[[28]](#footnote-28)؎

## ۶۔ ۲۴ منافقوں کی سازش اور آپ ؐ کا ان سے مناظرہ

منافقوں کی ہر زمانے میں یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ اپنی تمام تر کوششیں حکومت و اقتدار کے حصول میں صرف کر دیتے ہیں اور وہ ہمیشہ یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کی ہمدردی کی آڑ میں عوام کے درمیان مقبولیت پیدا کر کے حکومت و اقتدار کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

اسی وجہ سی وہ ہمیشہ رہبری اور حکومت کے مسئلے میں بہت ہی چوکنا رہتے ہیں۔

پیغمبر ﷺ نے اپنے زمانے میں مناسب موقع دیکھ کر مولائے کائنات علی ابن ابی طالب﷣ کی رہبری کا اعلان کردیا۔ لیکن منافقوں کی کوشش یہ تھی کہ رہبری اور حکومت کے سلسلے میں علی اور خود پیغمبر ﷺ پر چند ایسے حملے کئے جائیں جس سے یہ عہدہ ان کے خاندان سے نکل کر کہیں اور چلا جائے۔

جنگ تبوک میں منافقوں کی ایک سازش یہ تھی کہ وہ اپنی خفیہ پلاننگ کے ذریعے علی ﷣ اور پیغمبر ﷺ کو قتل کردیں۔

ملاحظہ فرمائیں۔

منافقوں کے ایک گروہ نے اپنے ایک خفیہ میٹنگ بلائی جس میں یہ طے پایا کہ اس وقت مسلمان جنگ میں سرگرم ہیں لہٰذا کچھ لوگ علی ﷣ کے قتل کے لئے مدینہ میں رک جائیں اور کچھ لوگ جنگ تبوک میں شرکت کریں اور مناسب موقع دیکھ کر وہاں پیغمبر اسلام ﷺ کو قتل کردیں۔

پیغمبر ﷺ کی قیادت میں لشکر اسلام جو اہزار سواروں اور ۲۰؍ ہزار پیادہ افراد پر مشتمل تھا جنگ تبوک کے لئی روانہ ہو گیا۔ کچھ لوگ اپنی اس سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچا نے کے لئے مدینے ہی میں رک گئے اور بقیہ منافقین مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے روانہ ہوگئے یہ خبر پیغمبر ﷺ تک پہنچ چکی تھی کہ رومی فوج جو پیادہ اور سوار ملا کر چالیس ہزار افراد پر مشمتل ہے شام کی سرحد پر پہنچ چکی ہے اور اس فکر میں ہے کہ مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا جائے اگرچہ یہ جنگ مختلف جھات سے جیسے گرمی کی شدت، طویل مسافت، دشمنوں کی کثرت، پانی اور غذا کی قلت کی وجہ سے بہت ہی دشوار تھی لیکن پیغمبر ﷺ نے جیش العسرۃ (ایسی فوج جو اکثر اوقات سختی و دشواری سے دوچار رہتی تھی) کو صدادی اور وہ ایمان تو کل اور بلند ہمتی کے ساتھ پیغمبر ﷺ کی سپہ سالاری میں آگے بڑھے اور مدینہ و تبوک کے درمیانی طویل راستہ کو طے کیا اور نویں ہجری کے ماہ شعبان کے اوائل میں سر زمین تبوک پر پہنچ گئے یہ دیکھ کر روم کی فوج خوف کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئی اور جنگ نہ ہو سکی ایسے موقع پر حکومت و اقتدار کے لالچی منافقین علی﷣ اور پیغمبر اسلام ﷺ کو قتل کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ پیغمبر ﷺ نے تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد علی﷣ کو اس جنگ میں اپنے ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا اور انہیں مدینہ میں ہی چھوڑ گئے تھے۔ تاکہ وہ پیغمبر اکرم ﷺکی غیر موجود گی میں مدینے کی حفاظت کریں۔

حضرت علی﷣ کی موجدگی کی وجہ سے جب منافقوں کی سازش تیس ہزار مسلمانوں کی غیر حاضری کے باوجود کامیاب نہ ہو سکی تو انھوں نے افواہوں کی مدد سے فتنہ کھرا کرنا چاہا وہ کہنے لگے لکہ علی ﷣اور پیغمبر ﷺ کے درمیان اختلاف ہو گیا اور پیغمبر ﷺ ان کی ہم نشینی سے بیزار ہو گئے ہیں جسکی وجہ سے انہیں اپنے ساتھ جنگ میں نہیں لے گئے وغیرہ……

منافق اپنی اس بزدلانہ تہمت کے ذریعے علی ﷣ کی قیادت و رہبری کو مجروح کرنا چاہتے علی ﷣ اس غلط پروپگنڈے سے سخت ناراض ہوئے اور مدینہ چھوڑ کر پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر مدینہ کے حالات سے مطلع کیا۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

آیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو نسبت ہارون کو موسیٰ سے تھی صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یہ سن کر علی﷣ کے دل کو ٹھنڈک پہنچی اور وہ لوٹ آئے۔ منافقین جو یہ چاہتے تھے کہ علی﷣ کی قیادت اور رہبری کو مجروح کردیں نہ یہ کہ ان کی تمام تر کوششیں نقش بر آب ہو گئیں بلکہ ساتھ ساتھ علی ﷣ کی جانشینی اور نیابت، مذکورہ حدیث کے ذریعہ صریحی طور پر ثابت ہوگئی۔

منافقوں نے اپنی ایک خفیہ میٹنگ میں علی﷣ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور راستے میں ایک گڑھا کھود دیا اور اسے گھاس پھوس سے ڈھک دیا تاکہ علی﷣ واپسی کے موقع پر اس گڑھے میں اپنی جان کھو بیٹھیں۔

خداوند متعال نے اس گڑھے کے خطرے سے علی ﷣ کو محفوظ رکھا اور وہ صحیح و سالم مدینہ واپس آگئے نتیجتاً یہ دس منافق اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اور وہاں منافقوں کا ۱۴ آدمیوں پر مشتمل دوسرا گروہ[[29]](#footnote-29) جو اسلامی لشکر کے ساتھ تھا ان کے درمیان خفیہ طور پر یہ طے ہوا کہ تبوک سے لوٹتے وقت مدینہ اور شام کے درمیان پہاڑ کی چوٹی پر پیغمبر اسلام ﷺ کے اونٹ کو چھپ کر پتھروں کے ذریعے بھڑکا دیا جائے تاکہ اونٹ پیغمبر ﷺ کو درے کے اندر گرادے اور آپ کو اس بات کی اطلاع بھی نہ ہوئے پائے کہ اونٹ کو بھڑ کانے والا کون تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑ کی اس چوٹی (جہاں عقبہ بیٹھا ہوا تھا) کے قریب پہنچے تو جبرئیل نے آکر آپ کو منافقوں کی سازش سے مطلع کردیا۔

پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کو منافقوں کی، بالخصوص حضرت علی﷣ کے سلسلے میں رچی ہوئے سازش سے مطلع کیا اور حضرت علی﷣ کی شان میں چند باتیں کہیں۔

چودہ افراد پر مشتمل منافقوں کا گروہیوں بنا بیٹھا تھا جیسے اسے کچھ خبر ہی نہ ہو یہ سمجھ رہے تھے کہ ابھے تک ان کی سازش کا کسی کو علم ہی نہیں ہے لہٰذا یہ پیغمبر ﷺ کے سامنے دوستی اور محبت کا دم بھڑ نے لگے اور پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر علی﷣ کی رہبری اور قیادت کے سلسلے میں سوالات کرنے لگے وہ اپنے سوال کرنے کے سے یہ ظاہر کرنا چاہ رہے تھے کہ ہم تفاہم اور معلومات کے لئے بحث کر رہے ہیں اور اطمینان بخش جواب ملنے کی صورت میں قانع و مطمئن ہو جائیں گے۔

پیغمبر ﷺ نے اتمام حجت کے لئے ان کی اس گزارش کو قبول کیا اور اس کے سوالات کے جواب دیے۔

### منافقوں کے سوالات

منافقوں نے اپنی بحث کا آغاز اس طرح کیا۔

ہمیں یہ بتائیے کہ علی﷣ بہتر ہیں یا فرشتے؟

پیغمبر ﷺ:

فرشتوں کا مقام اس وجہ سے افضل و برتر ہے کہ وہ علی﷣ اور خدا کے انبیاء ﷨ سے محبت کرتے ہیں اور ان کی رہبری و قیادت کو قبول کرتے ہیں اور جو بھی انسان خدا کی رہبری کو قبول کرے گا اور اس کے انبیاء سے محبت کرے گا اس کا مقام فرشتوں سے افضل و برتر ہوگا۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ فرشتے اپنے آپ کو آدم سے افضل و برتر سمجھتے تھے لیکن جب خداوند عالم نے آدم کی علمی اور انسانی منزلت کو ان کے سامنے پیش کیا تو وہ اپنے آپ کو آدم سے پست سمجھ کر ان سامنے سجدہ کے لئے جھک گئے اور سجدہ والے دن ہی کچھ عظیم اور نیک شخصیتیں (جیسے پیغمبر ﷺ علی ﷣ اور ان کے بعد آنے والے تمام ائمہ ﷨) آدم کے صلب میں موجود تھیں یعنی تمام مقدس شخصیتیں آدم کے پیچھے صف بنائے کھڑی رہیں۔ فرشتوں نے آدم کے ساتھ ساتھ ان کی تمام ذریت کا سجدہ کیا۔

بے شک سجدہ بظاہر آدم کے لئے ہوا لیکن حقیقت میں وہ سجدہ خداوند عالم کا سجدہ تھا۔ جناب آدم ﷣ صرف قبلے کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن ابلیس نے گھمنڈ اور تکبر میں چور ہونے کی وجہ سے جناب آدم ﷣ کا سجدہ نہیں کیا جس کی وجہ سے وہ بارگاہ خداوندی سے نکال دیا گیا۔ اس بات کا امکان پایا جاتا تھا کہ منافق جناب آدم﷣ جیسے نبی پر گناہ اور ترک اولی کا الزام لگا کر ان کی شخصیت کو مجروح کرتے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے پہلے ہی ان کے اس اعتراض کا دروازہ بند کردیا۔

پیغمبر ﷺ نے ان سے فرمایا:

اگر آدم ﷣ نے بہشت کے اس درخت سے چند دانے کھائے جس کے لئے خداوند متعال نے نہی کی تھی تو بیشک انھوں نے ترک اولیٰ کیا لیکن ان کا ترک اولیٰ تکبر اور غرور کی وجہ سے نہیں تھا اسی لئے انھوں نے توبہ کی اور خداوند متعال نے ان کی توبہ کو قبول بھی کر لیا۔

### منافقوں کی سازش نا کام ہو گئی

پیغمبر اسلام ﷺ کی مذکورہ نصیحتوں سے منافقوں کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ پوری طرح اپنے دل میں یہ ٹھانے ہوئے تھے کہ جیسے ہی پیغمبر ﷺ کا اونٹ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے اس کو بھڑکا دیا جائے۔

پیغمبر ﷺ نے ایک خاص اور ماہر صحابی (حذیفہ) کو بلا کر فرمایا:

تم پہاڑ کے نیچے کنارے کی طرف بیٹھ جاؤ اور تمام آنے جانے والوں پر سخت نظر رکھو تاکہ مجھ سے پہلے کوئی بھی پہاڑ پر نہ جا سکے۔

اس کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے عمومی اعلان کر دیا کہ تمام کے تمام لوگ میرے پیچھے پیچھے آئیں اور کوئی بھی مجھ سے آگے جانے کی کوشش نہ کرے۔

حذیفہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق پہاڑ کے نیچے پہنچ کر اپنے کو ایک پتھر کی آڑ میں چھپالیا اور چوکنا ہو کر چاروں طرف دیکھتے رہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ سے آگے کوئی پہاڑ کی جانب نہ جا سکے لیکن حذیفہ نے دیکھا کہ منافقوں کا وہی گروہ جو چودہ افراد پر مشتمل تھا بڑے ہی ماہرانہ انداز میں پیغمبر اسلام ﷺ سے پہلے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے لگا اور وہاں پہنچ کر اپنے بنائے ہوئے پروگرام کے تحت پتھروں کی آڑمیں چھپ گیا۔

حذیفہ نے جب ان کی یہ تمام حرکتیں دیکھیں اور کچھ باتیں بھی سنیں تو فوراً پیغمبر اسلام ﷺ کو اس بات سے آگاہ کیا۔ روسل خدا ﷺ منافقوں کی سازش سے آگاہ ہونے کے باوجود شتر پر سوار ہوئے اور چل پڑے حذیفہ، سلمان و عمار پیغمبر اسلام ﷺ کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ چلے۔

آپ جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو منافقوں نے اوپر سے پتھر لڑھکانا شروع کیا تاکہ پیغمبر ﷺ کا اونٹ بھڑک اٹھے اور وہ درے میں جا گریں۔

لیکن تمام پتھر درے کی طرف لڑھک گئے اور پیغمبر اکرم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بغیر نقصان کے نیچے اتر آئے۔ پیغمبر اسلام ﷺنے عمار سے فرمایا: پہاڑ کے اوپر جاؤ اور اپنے ڈنڈے سے مار کر ان کی سواریوں کو دور بھگا دو۔

عمار، پیغمبر ﷺ کے حکم کی تعمیل کے لئے منافقوں کی تلاش میں نکلے اور پہاڑ پر پہنچ کر انہیں تتر بتر کر دیا اور ان کی سواریوں کو اپنے ڈندے سے مارا جس کے نتیجے میں چند منافق اپنی سواری کے ساتھ ساتھ خود بھی نیچے گرے اور ان کے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے۔[[30]](#footnote-30)؎

اس طرح کے واقعات تاریخ اسلام میں بکثرت پائے جاتے ہیں جن کے ذریعے ہم منافقوں کی حالات سے آگاہ ہو سکتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ان کی رنگ برنگی اور نئی نئی سازشوں کے نقاب، ان کے چہرے سے نوچ کر ان کی تمام تر سازشوں کو نقش بر آب کردیں۔ خاص بات یہ تھی کہ منافقوں نے اپنی سازش کو رات کی تاریکی میں انجام دیا اور یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش میں رہتے ہیں کہ ان کا ہر کام پس پردہ رہے۔ لیکن ہوشیار اور بیدار مسلمانوں نے ان کے پردے کو چاک کر کے ان کی سازش اور خفیہ ارادے کو نا کام بنادیا۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے علی‌﷣ اور حذیفہ کی تعریف چند جملوں میں اس طرح کی، آپ نے فرمایا:

’’علی اور حذیفہ منافقوں کی سازشوں سے تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں۔‘‘

نتیجہ یہ کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے ساتھ رہنے والے منافقوں کی سازش آشکار ہونے سے پہلے ان سے مناظرہ کیا اور اس بات کو ملحوظ نظر رکھا کہ شاید وہ انہیں سمجھا بجھا کر راہ راست پر لے آئیں لیکن جب ان کی بزدلی اور سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا تو پیغمبر اسلام نے ان سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

## ۷۔ علماء نجران کا پیغمبر ﷺ سے مناظرہ

’نجران‘، مکے اور یمن کے درمیان ایک شہر تھا جس میں ۷۳ قریے تھے۔ صدر اسلام میں وہاں عیسائی مذہب رائج تھا اور اس وقت وہاں بہت ہی پڑھے لکھے اور عظیم علمارہا کرتے تھے۔ خلاصہ کے طور پر یہ کہہ دینا بہتر ہوگا کہ اس وقت کا نجران، آج کا ’ویٹیکن‘ تھا۔

اس وقت شہر نجران کا گورنر عاقب نام کا ایک شخص تھا اور جس کے ہاتھ میں مذہب کی باگڈور تھی اس کا نام ’ابو حارثہ‘ تھا۔ اور جو شخص محترم ہر دل عزیز اور لوگوں کے نزدیک بہت ہی پڑھا لکھا سمجھا جاتا تھا اس کا نام ‘ایھم’ تھا۔

جب پورے عالم میں اسلام کی آواز گونجی تو عیسائی علماء جنھوں پیغمبر ﷺ کے بارے میں جو بشارتیں توریت اور انجیل میں پڑھ رکھی تھیں اس کے سلسلہ میں ہمیشہ ہی بہت حساس رہتے تھے۔ جب انھوں نے اسلام کی آواز سنی تو تحقیق کرنا شروع کردیا۔

نجران کے عیسائی عوام نے اپنے نمائندوں کے ساتھ ایک خصوصی گروہ بناکر تین مرتبہ پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ اچھی طرح اور قریب سے ان کی نبوت کی تصدیق کر سکیں۔

ایک دفعہ یہ گروہ ہجرت سے پہلے مکہ روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس نے پیغمبر اسلام ﷺ سے مناظرہ کیا اور دو دفعہ ہجرت کے بعد مدینہ میں آکر اس گروہ نے آپ سے مناظرہ کیا۔

ہم ان کے تینوں مناظروں کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

### ایک : علماء نجران سے پہلا مناظرہ

نجران کے عیسائی علماء کا ایك گروہ مکہ کی طرف اس قصد سے روانہ ہوا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو قریب سے دیکھے اور ان کی نبوت کے بارے میں تحقیق کرے۔ یہ لوگ کعبہ کے نزدیک پہنچ کر پیغمبر ﷺ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور وہیں مناظرہ اور گفت و شنید شروع کردی۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے بڑی ہی خوش اخلاقی سی ان کے سوالات سنے اور جواب دیے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے آخر میں قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں قرآن کی آیتیں سن کر ان لوگوں کے دل بھر آئے، فرط مسرت سی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اپنی تحقیقات میں انہیں ایسی چیزیں معلوم ہوئیں جو توریت اور انجیل سے بالکل مطابق تھیں جب انھوں نے یہ تمام چیزیں پیغمبر ﷺ کی ذات میں دیکھیں تو مسلمان ہو گئے۔[[31]](#footnote-31)؎

مشرکین بالخصوص ابو جہل اس مناظرہ سے بہت زیادہ ناراض ہوا اور جب نمائندہ نجران مناظرہ ختم کر کے واپس جانے لگی تو ابو جہل چند لوگوں کے ساتھ آیا اور راستے میں انہیں گالیاں دینے لگا اور کہنے لگا کہ ہم نے تم لوگوں جیسا پاگل اور دیوانہ آج تک نہیں دیکھا تم لوگوں نے بڑے ہی نرم لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ آج کے بعد ہم سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے ہم نے جو بھی کیا ہمیں اپنے اوپر چھوڑ دو۔[[32]](#footnote-32)؎

### دو: مسیحیوں کے بڑے بڑے علماء سے مناظرہ

دوسرا مناظرہ نجران کے عظیم سیاسی اور مذہبی راہنماؤں سے مدینہ میں ہجرت کے نویں سال میں واقع ہوا جس کی نوبت مباہلہ تک پہنچ گئی اور وہ اس طرح ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے جو خطوط چند سربراہان مملکت کو روانہ کئے تھے اس کے ضمن میں ایک خط آپ نے نجران کے پوپ ابوحارثہ کو بھی لکھا تھا جس میں آپ نے اسے اسلام لانے کی دعوت دی تھی۔

چار افراد پیغمبر اسلام ﷺ کے اس خط کو لے کر نجران کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر پیغمبر اکرم ﷺ کے خط کو پوپ کی خدمت میں پیش کیا۔ پوپ خط پڑھکر بہت ناراض ہوا اور غصہ میں آکر اسے پھاڑ ڈالا اور آپ کے ان نامہ بروں کا کوئی احترام نہیں کیا اور یہ ارادہ کیا کہ اس خط کے سلسلے میں نجران کے پڑھے لکھے لوگ غور و فکر کریں۔ نجران کے پڑھے لکھے اور مقدس لوگ جیسے شرجیل عبد اللہ بن شرجیل اور جبار بن فیض غور و فکر اور مشورہ کے لئے بلائے گئے۔

ان تینوں افراد نے کہا: ’’چونکہ یہ ایت نبوت کے متعلق ہے اس لئے ہم اس سلسلے میں کسی بھی طرح کا کوئی نظریہ نہیں دے سکتے ہیں۔‘‘ پوپ نے اس مسئلے کو نجران کے عوام کے سامنے پیش کیا، ان کی رائی لینے پر بھی یہی نتیجہ نکلا کہ ہماری قوم کی طرف سے کچھ ہوشمند اور علم و عقل کے لحاظ سے زبردست افاراد مدینہ میں محمد بن عبد اللہ کے پاس جائیں اور ان سے اس سلسلے میں بحث و مناظرہ کریں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔

اس سلسلے میں بحث و گفتگو بہت زیادہ ہوئی[[33]](#footnote-33)؎ لیکن آخر میں یہ طے پایا کہ نجران کے ساتھ افراد جن میں سے چودہ عظیم علماء منجملہ عاقب ابوحادثہ اور ایھم بھی تھے مناظرے کے لئے مدینہ جائیں۔

ساٹھ آدمیوں پر مشتمل یہ قافلہ پیغمبر ﷺ سے مناظرہ کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

بے شک کسی بھی مذہب کے بارے میں بحث و مناظرہ جو بغیر دھوکا دھڑی اور فریب کے ہو اور اس میں منطقی بحث ہو تو بہت اچھی چیز ہے لیکن اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ بحث و مناظرہ کو سازش اور فریب کا رنگ دے کر عوام کو دھوکا دے تو یقیناًایسے بحث و مناظرہ کو شدت سے روکنا چاہیے۔

نجران کے نمائندوں نے جان بوجھ کر بہت ہی زرق برق لباس زیب تن کیا اور بہت سے زیور پہنے تاکہ مدینہ پہنچ کر اہل مدینہ کو اپنی طرف جذب کرلیں اور کمزرو عقیدہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیں۔[[34]](#footnote-34)؎

پیغمبر اسلام ﷺ نے بڑی ہوشیاری سے ان کے اس فعل کی طرف توجہ کی اور ان کے اس فریب کو ناکارہ بنانے کے لئے ایک ماہرانہ چال اس طرح چلی کہ جب علماء نجران پیغمبر ﷺ کی خدمت میں اس زرق برق لباس میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی طرف بالکل توجہ نہیں دی اور نہ ہی ان سے کوئی بات کی۔ پیغمبر ﷺ کے اتباع میں وہاں بیٹھے ہوئے مسلمانوں نے بھی ان سے کسی طرح کی کوئی بات نہیں کی۔

علماء نجران تین دن تک مدینہ میں سرگراں رہے اور عبد الرحمن اور عثمان سے پہلے کی جان پہچان کی بنا پر بے توجہی کا سبب معلوم کیا تو یہ لوگ انہیں حضرت علی ﷣ کے پاس لے گئے اور تمام حالات سے انہیں آگاہ کیا حضرت علی﷣ نے علماء نجران سے فرمایا:

تم اپنے یہ زرق برق لباس اتار کر پیغمبر ﷺ کی خدمت میں عالم لوگوں کی طرح جاؤ انشاء اللہ ضرور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگے۔

علمائے نجران نے مولائے کائنات علی ابن ابی طالب﷣ کے اس حکم کا اتباع کیا اور کامیاب ہوئے۔

مناظرے میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ بحث و گفتگو میں ہر طرح کی آزادی ہو اور مناظرے کی فضا بھی ہموار ہو۔ پیغمبر ﷺ مسجد میں پنجگانہ نماز کو با جماعت ادا کرتے تھے اور تمام مسلمان ان آپ کے گرد جمع ہوجاتے تھے۔ عیسائی گروہ مسلمانوں کے اس طرح کے اجتماع سے بہت ہی حیران تھا لیکن تمام عیسائی اپنے عقیدے کے مطابق ایک گوشے میں مشرق (بیت المقدس) کی طرف رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ بعض مسلمانوں نے یہ چاہا کہ ان کی اس آزادی میں مانع ہوں لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے ان کو روک دیا۔

ہمیں اس مختصرسی بات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی علماء مدینے میں بالکل آزاد تھے اور ان پر کسی بھی طرح کی قید و بند نہیں تھی اور نہ ہی وہ کسی کے تحت تھے۔

نتیجے میں تین روز گزر جانے پر نماز جماعت کے بعد مسجد ہی میں ایک جلسے کا انعقاد کیا گیا۔

علماء نجران کے ۶۰؍ افراد پیغمبر ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور بحث و مناظرہ کو سننے کے لئے تھوڑی دور پر مسلمان بھی بیٹھ گئے۔ قابل توجہ بات یہ تھی کہ چند یہودیوں نے بھی مسیحیوں اور مسلمانوں سے بحث کرنے کے لئے اس جلسہ میں شرکت کی تھی۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے محبت اور خلوص سے ان کو خوش آمدید کہتے ہوئے اپنی بات شروع کی اور آئے ہوئے علماء نجران کو توحید و اسلام کی دعوت دی اور فرمایا:آؤ ہم سب ملکر وحدہ شریک کی عبادت کریں تاکہ ہم سب کے سب ایک زمرہ میں آجائیں اور خدا کے پرچم تلے اپنی زندگی گزاریں اس کے بعد آپ نے قرآن کریم سے چند آیات تلاوت فرمائیں۔

پوپ: ’’اگر اسلام کا مطلب خدا پر ایمان رکھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے تو ہم تم سے پہلے ہی مسلمان تھے۔‘‘

پیغمبر اسلام ﷺ: اسلام حقیقی کی چند علامتیں ہیں اور تین چیزیں تمہارے درمیان ایسی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ تم لوگ اہل اسلام نہیں ہو۔ پہلی یہ کہ تم صلیب کی پوجا کر تے ہو۔ دوسری یہ کہ تم سور کے گوشت کو حلال جانتے ہو تیسری یہ کہ تم اس بات کے معتقد ہو کہ خدا صاحب اولاد ہے۔

علماء نجران: ’’ہمارے عقیدے کے مطابق حضرت مسیح خدا ہیں کیونکہ انھوں نے مردوں کو زندہ کیا ہے اور ایسے مریضوں کو شفا بخشی ہے جو لا علاج تھے۔ حضرت مسیح نے ایک پھول سے پرندہ بنایا اس میں روح پھونکی اور وہ اڑگیا وغیرہ اس طرح کے ان کے تمام کام ان کی خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔‘‘

پیغمبر ﷺ: نہیں ایسا نہیں ہے کوئی بھی ایسا کام خدائی پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ وہ خدا کے ایک بندے ہیں جنہیں خداوند متعال نے جناب مریم کے رحم میں رکھا اور اس طرح کے تمام معجزات انہیں عنایت فرمائے۔ وہ کھانا کھاتے تھے پانی پیتے تھے ان کے گوشت ہڈی اور جلد تھی اور اس طرح جو بھی ہوگا وہ خدا نہیں ہو سکتا ہے۔

ایک نمائندہ: ’’حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہیں کیونکہ ان کی ماں جناب مریم نے بغیر کسی سے شادی کے انہیں جنم دیا یہی ہماری دلیل ہے کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور خدا ان کا باپ ہے۔‘‘

پیغمبر ﷺ نے وحی الٰہی سورہ آل عمران آیت ۶۱ کا سہارا لیتے ہوئے فرمایا:

حضرت عیسیٰ﷣ کی مثال آدم جیسی ہے جس طرح خداوند متعال نے جناب آدم کو بغیر ماں اور باپ کے خاک سے پیدا کیا اسی طرح جناب عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور اگر باپ کا نہ ہونا خدا کے بیٹے ہونے پر دلیل بن سکتا ہے تو جناب آدم کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان کے باپ اور ماں دونوں نہیں تھے۔

علماء نجران نے جب یہ دیکھا کہ جو بھی بات کہی جاتی ہے اس کا دندان شکن جواب ملتا ہے تو وہ حضرات جو ریاست دنیا کے چکر میں اسلام لانا نہیں چاہتے تھے انھوں نے مناظرہ کو ختم کردیا اور کہنے لگے اس طرح کے جوابات تو ہمیں مطمئن نہیں کر رہے ہیں لہٰذا ہم آپ سے مباہلہ کرنے پر تیار ہیں یعنی ہم دونوں طرف کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر خداوند عالم سے دعا اور راز و نیاز کریں اور جھوٹوں پر لعنت کریں تاکہ خداوند متعال جھوٹوں کو ہلاک کرے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے سورہ آل عمران کی ۶۱ ویں آیت کے نازل ہونے پر ان کی اس بات کو قبول کر لیا۔

تمام مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع ہوگئی اور جہاں دیکھیے وہیں لوگ بیٹھ کر چہ می گوئیاں کرنے لگے کہ دیکھیے مباہلہ میں کیا ہوتا ہے؟ لوگ بڑی بے صبری سے مباہلہ کا انتظار کر رہے تھے بڑے انتظار کے بعد ۲۴ ذی الحجۃ کا دن آہی گیا۔ علماء نجران اپنے خاص جلسے میں نفسیاتی طور پر یہ طے کر چکے تھے کہ اگر پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ کثیر تعداد میں لوگ آئیں تو بغیر کسی ڈر اور جھجھک کے ان کے ساتھ مباہلہ کے لئے تیار ہو جانا لیکن اگر یہ دیکھو کہ پیغمبر اپنے چند خاص افراد کے ساتھ مباہلہ کے لئے آئے ہوئے ہیں تو ہرگز مباہلہ نہ کرنا کیونکہ نتیجہ بہت ہی خطرناک نکلے گا۔

علماء نجران مباہلہ کی مخصوص جگہ پر پہنچے اور انجیل و توریت پڑھکر خدا کی بارگاہ میں راز و نیاز کر کے مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے اور پیغمبر اکرم ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔

ناگاہ لوگوں نے دیکھا کہ پیغمبر ﷺ چار افراد یعنی اپنی بیتی جناب فاطمہ ﷥ اور اپنے داماد علی﷣ اور اپنے دونوں بیٹوں امام حسن اور حسین ‌‌‌﷦ کے ساتھ تشریف لارہے ہیں۔ شرجیل (ان کا ایک عظیم اور بڑے عالم) نے اپنے دوستوں سے کہا کہ خدا کی قسم میں وہ صورتیں دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے چاہیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو یقیناًوہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا ان سے ڈرو اور مباہلہ نہ کرو۔ اگر آج محمد ﷺ سے مباہلہ کرو گے تو نجران کا ایك بھی عیسائی اس روئے زمین پر باقی نہیں رہے گا خدا کے لئے میری یہ بات ضرور مان لو بعد میں چاہے کچھ ماننا یا نہ ماننا۔

شرجیل کے اصرار نے علماء نجران کے دلوں میں عجیب اضطرابی کیفیت پیدا کردی اور انھوں نے اپنے ایک آدمی کو پیغمبر ﷺ کی خدمت میں بھیج کر ترک مباہلہ کی درخواست کی اور صلح کی التماس کی۔

پیغمبر ﷺ نے اپنے کرم اور رحمت خداوند سے ان کی اس التماس کو قبول کیا اور صلح نامہ لکھا گیا جو چار نکات پر مشتمل تھا۔

۱۔ اہل نجران کا یہ وظیفہ ہے (تمام اسلامی ممالک کی امنیت کے سلسلے میں) کہ وہ ہر سال دو ہزار جوڑے کپڑے دو قسط میں مسلمانوں کو دیں۔

۲۔ محمد ﷺ کے نمائندہ نجران میں ایک ماہ یا ایک ماہ سے زیادہ مہمان کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔

۳۔ جب بھی کبھی یمن میں اسلام کے خلاف کوئی سازش بلند ہو تو اہل نجران کے لئے واجب ہے کہ وہ ۳۰؍ ڈھال ۳۰؍ گھوڑے اور ۱۳۰؍ اونٹ عاریہ کے طور پر حکمومت اسلامی کی حفاظت کے لئے دیں۔

۴۔ اس صلح نامہ کے بعد اہل نجران کے لئے سود کھانا حرام ہے۔

علماء نجران کی اس کمیٹی نے صلح نامہ کے تمام شرائط کو قبول کر لیا اور وہ لوگ شکست خودرہ حالت میں مدینے سے نجران کی طرف روانہ ہوئے۔ ضمناً یہ بھی بتاتے چلیں کہ اہل بیت عصمت و طہرات ﷨ کی عظمت و منزلت کے لئے آیہ مباہلہ زندہ ثوبت ہے۔

### تین ۔ علماء نجران کے تیسرے گروہ سے مناظرہ

نجران کے عیسائیوں کا تیسرا گروہ جو قبیلہ بنی الحارث سے تعلق رکھتا تھا اس نے نجران میں تحقیق کر کے اسلام قبول کر لیا تھا بعض ان کی نمائندگی کرنے کے لئے خالد بن ولید کے ساتھ مدینہ آئے اور پیغمبر ﷺ کی خدمت میں مشرف ہو کر اظہار اسلام کیا اور کہا کہ ہم شکر ادا کرتے ہیں کہ خداوند متعال نے آپ کے ذریعہ ہم لوگوں کی ہدایت کی۔

پیغمبر ﷺ نے ان سے پوچھا: ’’تم لوگ کیسے اپنے دشمنوں پر غالب ہوئے؟‘‘

انھوں نے کہا: ’’اول تو یہ کہ ہم لوگوں میں کسی طرح کا کوئی تفرقہ و اختلاف نہیں تھا دوسرے یہ کہ ہم نے کسی پر ظلم کی باتدا نہیں کی۔‘‘

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: صدقتم تم نے سچ کہا۔[[35]](#footnote-35)؎

کانتیجہ یہ کہ

جیسا پہلے بھی ہم نے ذکر کیا ہے کہ نجران کے پہلے اور تیسرے گروہوں نے اسلام کے بارے میں اچھی طرح تحقیق کی اور اس کے بعد اسلام قبول کر لیا لیکن دوسرا گروہ وہ تھا جس کی مباہلہ کی نوبت پہنچ گئی اور آخر کار انھوں نے مباہلہ ترک کرنے کی خواہش کی انھوں نے بھی اسلام کے قوانین کے سلسلے میں تحقیق کی اور اس کی حقانیت کو سمجھ گئے لیکن انھوں نے اپنے پہلے گروہ کی روش اختیار نہ کی اور مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر انھوں نے ظاہراً اسلام قبول نہیں کیا۔

۱۔ پوپ نے پیغمبر اسلام ﷺ کا خط پھاڑ ڈالا یہ اس کی ریاست طلبی اور تعصب تھا جو حق کی قبولیت میں مانع ہوا۔

۲۔ وہ مباہلے کے لئے تیار نہیں ہوئے کیونکہ اگر وہ اسلام اور محمد ﷺ کی حقانیت کے سلسلے میں تحقیق نہ کی ہوتی تو مباہلہ کے ترک کرنے کی درخواست ہر گزنہ کرتے۔ یہ خود اس بات کی علامت ہے کہ وہ اسلام اور محمد ﷺ کے مکتب کے بارے میں اچھی خاصی تحقیق رکھتے تھے اور اس کی حقانیت کو درک کر چکے تھے۔

۳۔ تاریخ میں یہ ملتا ہے کہ نجران کے نمائندے جب مدینے سے واپس جارہے تھے تو ایک نمائندے نے راستہ میں رسول خدا کو برا بھلا کہا تو ابو حارثہ (پوپ) نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ پیغمبر کو کیوں برا بھلا کہتے ہو؟ یہی بات اس کا باعث ہوئی کہ اس شخص نے مدینہ واپس آکر اسلام قبول کر لیا۔

تاریخ کا یہ رخ بھی اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ علماء نجران نے پیغمبر اسلام ﷺ کی صداقت کو سمجھ گئے تھے۔

۴۔ نجران کے علماء جب واپس پہنچے تو لوگوں کو اپنی روداد سنائی ان کی روداد سن کر نجران کا ایک راہب اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اپنی کٹیا سے چیخ کر کہا: ’’اے لوگو! جلدی آؤ اور مجھے نیچے لے چلو ورنہ میں ابھی اپنے آپ کو نیچے گرا کر ااپنی زندگی تمام کرلوں گا۔ ‘‘لوگ اسے سہارا دے کر کٹیا سے نیچے لے آئے وہ دوڑا ہوا مدینہ کی طرف آیا اور پیغمبر اسلام ﷺ سے یہ وعدہ کر کے گیا تھا کہ جب مدینہ دوبارہ آئے گا تو اسلام قبول کرلے گا لیکن وہ کامیاب نہیں ہوا۔

غرض تمام چیزیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان کے نزدیک حقیقت اسلام ثابت ہوچکی تھی اور وہ اچھی خاصی تحقیق بھی کر چکے تھے لیکن چند چیزیں جیسے ریاست طلبی دنیا داری اور اہل نجران سے خوف وغیرہ ان کے اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ بن رہیں تھیں۔

## ۸۔ حضرت علی﷣ کا معاویہ سے تحریری مناظرہ

معاویہ بن ابو سفیان نے حضرت علی﷣ کی خلافت کے زمانے میں جنگ صفین کی آگ بھڑکانے کے بعد ایک خط لکھا جس میں اس نے چار مطالب کو عنوان قرار دیا:

۱۔ سر زمین شام میرے قبضہ میں دے دی جائے تاکہ اس کی رہبری خود میرے ذمہ ہو۔

۲۔ جنگ صفین جاری رکھنا عرب کی خونریزی اور نابودی کا سبب بن سکتا ہے لہٰذا اسے ختم کردیا جائے۔

۳۔ ہم دونوں جنگ میں برابر ہیں، دونوں طرف مسلمان ہیں اور دونوں طرف اسلامی شخصیات موجود ہیں۔

۴۔ ہم دونوں عبد مناف (پیغمبر اسلام ﷺ کے پر دادا) کے بیٹے ہیں اور دونوں ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں رکھتے لہٰذا ابھی وقت باقی ہے کہ ہم لوگ اپنی گزشتہ باتوں پر پشیمان ہوں اور آئندہ کی اصلاح کریں۔[[36]](#footnote-36)؎

امام علی﷣ نے اس کی ہر بات کا مستدل جواب دیا اور لکھا:

۱۔ تونے جو کہا ہے کہ سرزمین شام تیرے قبضے میں دے دی جائے تو تجھے یہ جاننا چاہیے کہ کل جس چیز کے لئے میں نے تجھے منع کیا تھا آج تجھے ہرگز اسے نہیں دے سکتا۔ (حکومت الٰہی کے لئے آج اور کل میں کوئی فرق نہیں ہے کہ آج وہ فاسدوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔)

۲۔ اور تونے جو یہ لکھا ہے کہ جنگ عرب کی نابودی کا سبب بنے گی تو تجھے یہ جاننا چاہیے کہ جو بھی اس جنگ میں حق کی طرف سے قتل ہوا ہے اس کی جگہ بہشت ہے اور اگر طرف دار باطل تھا تو جہنم کی آگ میں جھلے گا۔

۳۔ اور تو نے جو دعوی کیا ہے کہ جنگ فوجیوں میں ہم دونوں برابر ہیں تو ایسا نہیں ہے کیونکہ تو شک میں ہمارے یقین کے درجہ تک نہیں پہنچے ہو اور اہل شام اہل عراق سے زیادہ آخرت کی خاطر کو شاں نہیں رہتے ہیں۔

۴۔ جو تو نے یہ کہا کہ ہم سب عبد مناف کے بیٹے ہیں بیشک ایساہی ہے لیکن امیہ، جو تیرا دادا ہے اور اس کے بھائی ہاشم جو میرے دادا ہیں برابر نہیں ہو سکتے۔ تیرا دادا حرب میرے جد عبد المطلب کی طرح نہیں ہے اور تیرا باپ ابو سفیان میرے باپ ابو طالب کی طرح نہیں ہے۔ مہاجرین کبھی اسراء (وہ کفار جنہیں فتح مکہ) کے بعد رسول خدا ﷺ نے آزاد کیا تھا) کی مانند نہیں ہو سکتے۔ اپنے باپ کا صحیح النسب فرزند اور کسی کی نسل سے منسوب حرام زادہ کی طرح نہیں ہو سکتا اور نہ حق پرست اور باطل پرست، مومن اور فاسق کو ایک زمرہ میں رکھا جاسکتا ہے کتنے بدتر ہیں وہ لوگ جو جہم کی آگ میں جلنے والے اپنے آباء و اجداد کی اطاعت کر تے ہیں۔

تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مقام نبوت کی برتری اور افتخار ہمارے اختیار میں ہے جس کے ذریعے ہم نے عزیزوں کو ذلیل اور ذلیلوں کو عزیز بنادیا اور جس وقت لوگ جوق در جوق اسلام کے گرویدہ ہو رہے تھے اور اسلام قبول کرنے میں سب ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے تھے اس وقت بھی تم نے سب کے بعد دنیا کی لالچ میں یا ڈر اور خوف کی وجہ سے اسلام قبول کیا (بس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے تم کسی بھی طرح کی فضیلت اسلام لانے کے سلسلے میں نہیں رکھتے ہو) لہٰذا تجھے ہوشیار رہنا چاہیے کہ کہیں تیرے اندر شیطان نفوذ نہ کر جائے۔[[37]](#footnote-37)؎

## ۹۔ اپنے حق کے دفاع میں علی﷣ کا مناظرہ

خلافت عثمان کے زمانہ میں مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ مسجد نبوی میں جمع ہوا جن کی تعداد دوسو سے زیادہ تھی اور وہیں ٹولیوں میں تقسیم ہو کر ان لوگوں نے آپس میں گفتگو اور مناظرہ کیا۔

بعض لوگ علم و تقوی کے بارے میں باتیں کرتے اور کہتے کہ قریش تمام دوسرے لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں كیونکہ ان کی فضیلت کے سلسلے میں رسول اعظم ﷺ نے فرمایا تھا۔

الائمۃ من قریش

ائمہ قریش سے ہیں۔

یا دوسری جگہ فرمایا:

الناس تبع لقریش و قریش ائمۃ العرب

لوگ قریش کے پیرو ہیں اور قریش عرب کے امام ہیں۔

اس طرح ہر گروہ اپنی اپنی صاحب افتخار شخصیتوں کو شمار کرنے لگا مہاجرین میں علی﷣ ، سعد وقاص، عبد الرحمن عوف، طلحہ و زبیر، مقداد، ہاشم بن عتبہ، عبد اللہ بن عمر، حسن و حسین ﷦ اور عمر بن ابوبکر عبد اللہ بن جعفر جیسے لوگ تھے۔

اور انصار میں ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو ایوب انصاری، قیس بن سعد، جابر بن عبد اللہ انصاری، انس بن مالک جیسے لوگ تھے۔ یہ گفتگو اور مناظرہ صبح سے لے کر دوپہر تک اسی حالت میں ہوتا رہا عثمان اپنے گھر میں تھے جبکہ حضرت علی﷣ اور ان کے متعلقین سب کے سب خاموش بیٹھے تھے۔

اسی دوران کچھ لوگ امام علی﷣ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا: ’’آپ کیوں نہیں کچھ بول رہے ہیں؟‘‘

حضرت علی﷣ نے فرمایا:

تم دونوں گروہوں نے اپنے اپنی عظمت بیان کی (اور رہبری کے لئے اپنی شائشگی کے متعلق باتیں کی) لیکن میں دونوں گروھ سے یہ پوچھتا ہوں کہ تم لوگوں کو خداوند متعال نے یہ فضیلت اور برتری کس کی وجہ سے عطا کی ہے؟

مہادرین اور انصار نے کہا : ’’یہ تمام امتیازات و فضیلتیں محمد ﷺ اور ان کے خاندان کے وجود سے ہمیں حاصل ہوئی ہیں۔‘‘ امام علی ﷣ نے فرمایا:

سچ کہا۔ آیا تم یہ نہیں جانتے کہ اس دنیا اور آخرت کی تمام سعادتیں تمہیں ہمارے خاندان نبوت کی بدولت ملی ہیں اور میرے چچازاد بھائی محمد ﷺ نے فرمایا: ’میں اور میرا خاندان جناب آدم ﷣ کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے نور کی شکل میں خداوند عالم کی بارگاہ میں موجود تھا پھر خداوند متعال اس نور کو ایک نسل کے بعد دوسری آنے والی نسل کے صلب اور پاک رحم میں منتقل کرتا رہا جس میں ذرہ برابر بھی نجاست نہیں پائی جاتی ہے۔‘

اس کے بعد مولا ئے کائنات علی﷣ نے اپنے فضائل کا ایك ٹکڑا بیان کیا اور لوگوں سے قسم دیکر پوچھا کہ کیا ایسا نہیں ہے؟ تمام لوگوں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ رسول اسلام ﷺ نے آپ کے بارے میں یہ چیزیں بیان فرمائی ہیں۔

من جملہ یہ بھی فرمایا:

تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس شخص نے بھی پیغمبر ﷺ کی زبان سے میری خلافت کے بارے میں سنا ہے وہ اٹھ کر گواہی دے۔

اسی وقت سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، زید بن ارقم، براء بن عازب جیسے لوگوں نے اٹھ کر کہا: ہم لوگ گواہی دیتے ہیں ہمیں پیغمبر ﷺ کی اس روز کی بات آج بھی یاد ہے کہ جب رسول اعظم تشریف رکھتے تھے اور آپ منبر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت نے فرمایا:

خداوند متعال نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ علی میرے ’وصی‘ جانشین اور میرے بعد میرے تمام کاموں کے ذمہ دار ہیں اور خداوند متعال نے ان کی اطاعت تمام مومنوں پر واجب قراردی ہے۔ اے لوگو یہ میرا بھائی علی میرے بعد تمہار امام مولا اور راہنما ہے وہو بمنزلتی فیکم فقلد وہ و نکم و اطیعوہ فی جمیع امور کم جو مقام و منزلت تمہارے درمیان میرا ہے وہی علی کا بھی ہے تم دین خدا میں ان کی پیروی کرو اور اپنے تمام امور میں انہیں کی اطاعت کرو۔[[38]](#footnote-38)؎

اور اس طرح مولائے کائنات علی ابن ابی طالب﷣ نے لوگوں کے درمیان اپنی امامت کو ثابت کیا اور اتمام حجت کردیا۔

## ۱۰۔ معاویہ کی سیاسی سازش کا جواب

پیغمبر اکرم ﷺ کے عظیم صحابی عمار یاسر،جو آنحضرت ﷺ کی شہادت کے بعد بھی مذہب اسلام کی پیروی میں علی﷣ کے ہر قدم پر ساتھ ساتھ تھے یہاں تک کہ جنگ صفین میں آپ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے عمار یاسر سے فرمایا تھا

تفتلک الفۃ الباغیۃ

تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

یہ بات مسلمانوں کے کانوں تک پہنچی اور ان کے درمیان مشہور ہوگئی کہ عمار کے سلسلے میں پیغمبر ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے۔ ابھی چند سال گزرے تھے کہ امام علی﷣ کی خلافت کے زمانہ میں آپ کے اور معاویہ کے سپاہیوں کے درمیان جنگ کا بازار گرم ہوا جسے تاریخ، جنگ صفین کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اس جنگ میں عمار یاسر امام علی ﷣ کے لشکر کے سپاہی تھے اس جنگ میں آپ نہایت بہادری سے لڑتے ہوئی آخر کار معاویہ کے سپاہیوں کے ہاتھ شہید ہوگئے۔

وہ لوگ جو جنگ صفین میں شک و شبہ میں تھے کہ آیا معاویہ حق پر ہے یا علی﷣ ؟ ان کے نزدیک پیغمبر اکرم ﷺ کے اس قول سے ثابت ہوگیا کہ علی ﷣ حق پر ہیں کیونکہ پیغمبر خدا ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ عمار ایک ظالم و باغی گروہ کے ذریعے قتل کئے جائیں گے اور عمار قتل کرنے والا گروہ معاویہ کا تھا لہٰذا معاویہ باطل پر ہے۔

معاویہ نے جب دیکھا کہ پیغمبر کے اس قول سے اس کے لشکر کے حوصلے پست پڑ رہے ہیں تو اس نے ایک ڈہونگ رچا اور کہنے لگا کہ عمار یاسر کو میں نے نہیں، بلکہ علی﷣ نے قتل کیا ہے کیونکہ اگر وہ ہمارے مقابلہ میں انہیں نہ بھیجتے تو وہ ہرگز قتل نہ کئے جاتے۔ معاویہ کی اسی توجیہ نے بعض لوگوں کو بیوقوف بنا دیا۔

امام علی﷣ نے اس ڈہونگ کا بہت کھل کر جواب دیا۔ آپ نے فرمایا:

اگر معاویہ کی یہ بات صحیح ہے تو یہ بھی کہنا صحیح ہوگا کہ جنگ احد میں جناب حمزہ ﷣ کو پیغمبر ﷺ نے قتل کیا ہے نہ کہ مشرکوں نے کیونکہ جناب حمزہ ﷣ کو پیغمبر ﷺ نے بھیجا تھا۔

علی﷣ کے اس جواب کو عبد اللہ بن عمر عاص نے معاویہ تک پہنچا دیا جواب سنکر معاویہ اس قدر بوکھلا گیا کہ اس نے اپنے نہایت مکار و سازشی مشاور خاص ڈانٹے ہوئے کہا: ’’احمق کے بیٹے جلدی یہاں سے بھاگ جا۔‘‘

غرضیکہ یہ بذات ایک ایسا مناظرہ تھا جس نے دشمنوں کی سازشوں کو خاک میں ملا کر ان کے سارے منصوبوں کی مٹی پلید کردی۔

## ۱۱۔ امام سجاد﷣ کا ایاک بوڑھے سے مناظرہ

امام سجاد﷣ جب اپنے قافلے والوں کے ساتھ اسیر ہو کر وارد دمشق ہوئے تو شام کا رہنے والا ایک بوڑھا شخص امام سجاد ﷣ اور ان کے قافلے واولں کے پاس آکر کہنے لگا۔

’’خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کیا، تمہارے شہروں کو تمہارے مردوں کی وجہ سے آسودہ کیا اور امیر المومنین یزید (لعنۃ اللہ علیہ) کو تم پر مسلط کیا۔‘‘

امام سجاد﷣ نے اس بوڑھے سے، جو مسلمانوں سے بالکل بے بہرہ تھا اس طرح مناظرہ کیا۔

امام﷣ : ’’کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟‘‘

بوڑھا: ’’ہاں‘‘

امام﷣ : ’’کیا تم نے اس آیت کا معنی خوب اچھی طرح سمجھا ہے جس میں خداوند متعال فرمارتا ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلاَّ االْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

اے پیغمبران سے کہو کہ میں تم سے اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔

بوڑھا مرد: ہاں اس آیت میں نے پڑھا ہے۔

امام﷣ : ’’پیغمبر اکرم ﷺکے قرابت داروں سے مراد اس آیت میں ہم لوگ ہیں۔ اے شخص کیا تونے سورہ انفال کی ۴۱ ویں آیت پڑھی ہے۔

وَاعْلَمُوْآ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی...

اور جان لو کہ جو کچھ بھی تم نے مال غنیمت میں سے حاصل کیا ہے بلاشبہ اس کاخمس اللہ، اس کے رسول اور ذوی القربی کے لئے ہے………

بوڑھا مرد:ہاں میں نے پڑھا ہے۔

امام﷣ : ’’پیغمبر اسلام ﷺ کے قرابت دار اس آیت میں ہم لوگ ہیں اے شخص کیا تونے اس آیت کو پڑھا ہے۔‘‘

اِنَّمَا یُرِیْدُ اﷲُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَ یَطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا.

بوڑھا شخص: ہاں پڑھا ہے۔

امام﷣ : ’’ہم ہیں وہ لوگ کہ جن کے لئے خداوند عالم نے آیہ تطہیر نازل کی ہے۔‘‘

یہ سب سن کر بوڑھا خاموش ہو گیا اور اس کے نزدیک حقیقت واضح ہو گئی جس کی وجہ سے اپنے کہے ہوئے جملہ پر اس کے چہرہ سے پشیمانی ظاہر ہو رہی تھی۔

چند لمحوں بعد اس نے امام﷣ سے کہا: ’’خدا کی قسم کھاؤ کہ تم وہی ہو جو تم نے کہا ہے۔‘‘

امام﷣:’’خدا کی قسم اور اپنے جد رسول خدا ﷺ کے حق کا واسطہ میں انہیں کے خاندان سے ہوں۔‘‘

یہ جملہ سنتے ہی بوڑھے مرد کی حالت غیر ہوگئی اور روتے ہوئے اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ’’بار الٰہا ہم آل محمد ﷺ کے تمام دشمنوں (جن و انس) سے برائت کا اظہار کر تے ہیں۔‘‘ اسی وقت اس نے امام کی بارگاہ میں توبہ کی۔

اس واقعہ کی خبر یزید کے کانوں تک پہنچی۔ یزید نے فوراً اس کے لئے پھانسی کا حکم صادر کیا اور اس بوڑھے ہدایت یافتہ کو شہید کردیا۔

## ۱۲۔ امام صادق﷣ سے مناظرہ کے بعد ایک منکر خدا کا مسلمان ہونا

سر زمین مصر پر عبد الملک نام کا ایک شخص رہتا تھا جس کے بیٹے کا نام عبد اللہ تھا جس کی وجہ سے لوگ اسے ابو عبد اللہ کہتے تھے۔ عبد الملک منکر خدا تھا اور اس کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ دنیا خود بخود وجود میں آگئی ہے اس نے یہ سن رکھا تھا کہ شیعوں کے چھٹے امام، جعفر صادق﷣ مدینے میں رہتے ہیں جس کی وجہ سے اس نے مدینہ کا قصد کیا تاکہ ان سے خداوند متعال کے بارہے میں مناظرہ کرے۔

جب یہ مدینہ پہنچ کر امام کا پتہ معلوم کرنے لگا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ وہ حج کی ادائیگی کے لئے مکے تشریف لے گئے ہیں۔

وہ مکہ کے طرف روانہ ہوا مکے پہنچ کر اس نے دیکھا کہ امام صادق﷣ طواف میں مشغول ہیں عبد الملک طواف کرنے والوں کی صف میں داخل ہوا اور مارے عناد کے اس نے امام صادق﷣ کو دھکا دیا لیکن امام﷣ نے بڑی محبت سے فرمایا ’’تمہارا نام کیا ہے۔‘‘

اس نے کہا: عبد الملک۔

امام ﷣: ’’تمہاری کنیت کیا ہے؟‘‘

عبد الملک: ابو عبد اللہ

امام﷣: ’’وہ مالک کہ جس کے تم بندہ ہو (جیسا کہ تمہارے نام سے ظاہر ہوتا ہے) وہ زمین کا حاکم ہے یا آسمان کا؟ جب (تمہاری کنیت کے مطابق) تمہارا بیٹا بندہ خدا ہے؟ ذرا بتاؤ وہ زمین کے خدا کا بندہ ہے یا اسمان کے؟ تم جو بھی جواب دو شکست کھاؤ گے۔‘‘

عبد الملک سے کچھ کہتے نہ بن پڑا۔ ہشام بر مکی امام کے شاگرد وہاں موجود تھے انھوں نے عبد الملک سے کہا: ’’کیوں نہیں امام کا جواب دیتے؟‘‘

عبد الملک کو ہشام کی بات بہت بری لگی اور اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

امام صادق﷣ نے بڑی نرمی سے عبد الملک سے کہا: ’’طواف ختم ہونے تک صبر کرو اور طواف کے بعد تم میرے پاس آؤ تاکہ دونوں ملکر کچھ گفتگو کریں۔‘‘

جب امام صادق﷣ طواف سے فارغ ہوئے تو وہ ان کے پاس آکر برابر میں بیٹھ گیا۔ اس وقت امام کے چند شاگرد بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔

اب امام﷣ اور اس کے درمیان اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

امام﷣ : ’’کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ زمین تہ و بالا، ظاہر و باطن والی ہے؟‘‘

منکر خدا: ہاں۔

امام﷣ : ’’آیا زمین کے نیچے گئے ہو؟‘‘

منکر خدا: نہیں۔

امام﷣ : ’’بس تمہیں کیا معلوم کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟‘‘

منکر خدا: زمین کے نیچے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن یہ گمان کر تاہوں کہ زمین کے نیچے کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔

امام﷣ : ’’گمان اور شک ایک طرح کی لاچاری ہے جہاں تم یقین پیدا نہیں کر سکتے۔ کیا تم آسمان کے اوپر گئے ہو؟‘‘

منکر خدا: نہیں۔

امام﷣ : ’’کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ آسمان میں کیا ہے اور وہاں کون کون سی چیزیں پائی جاتی ہیں؟‘‘

منکر خدا: نہیں

امام﷣ : ’’عجیب! نہ تم نے مشرق دیکھا نہ مغرب دیکھا ہے نہ زمین کے نیچے گئے ہو اور نہ آسمان کے اوپر گئے تاکہ تم یہ معلوم کر سکو کہ وہاں کیا کیا ہے اور اس جہل و نادانی کے بعد بھی تم ان تمام چیزیں کے منکر ہو تم اوپر اور نیچے کی موجودہ اشیاء اور اس کے نظم و ترتیب جو خداوند متعال کے وجود کی حکانیت کرتی ہیں اس سے بالکل نا آشنا ہو پھر کیوں منکر خدا ہو؟ کیا کوئی عاقل شخص جو کسی موضوع میں جاہل ہے اس کا انکار کرتا ہے؟‘‘

منکر خدا: آج تک اس طرح کی بات مجھ سے کسی نے نہیں کی۔

امام﷣ : ’’غرض تم اس حقیقت پر شک کرتے ہو کہ آسمان کے اوپر اور زمین کے نیچے کچھ چیز موجود ہے نہیں؟‘‘

منکر خدا: ہاں شاید اسی طرح ہو۔ (اس طرح منکر خدا آہستہ آہستہ مرحلہ انکار سے شک و تردید کے مرحلہ تک پہنچا)

امام﷣ : ’’جو شخص جاہل ہے وہ عالم کے لئے دلیل نہیں ہو سکتا اے برادر مصری میری بات سنو اور سمجھو ہم خدا کے وجود کے بارے میں ہرگز شک نہیں کرتے کیا تم سورج، چاند اور دن و رات کو نہیں دیکھتے کہ وہ صفحہ افق پر آشکار ہوتے ہیں اور وہ مجبوراً اپنے معین راستہ پر گردش کر کے واپس پلٹتے ہیں اور وہ اپنے معین مسیر میں مجبور و ناچار ہیں؟

اب میں تم سے پوچھتا ہوں اگر چاند سورج کے پاس گردش کرنے کی ذاتی قوت ہے تو وہ کیوں پلٹتے ہیں اور اگر اپنے آپ کو وہ مجبور نہیں سمجھتے ہیں تو کیوں نہیں رات دن ہو جاتی اور دن رات ہو جاتا ہے؟ اے مصری برادر خدا کی قسم یہ چاند سورج اپنی گردش میں مجبور ہیں اور جس نے ان کو ان کی گردش پر مجبور کیا ہے وہ ان سے زیادہ حکومت کا اہل اور اچھا حکمراں ہے۔‘‘

منکر خدا: ’’سچ کہا۔‘‘

امام‏﷣ : ’’اے مصری برادر تم یہ بتاؤ کہ تمہارے عقیدے کے مطابق اگر زمانے کے ہاتھوں میں موجودات کی زمان ہے اور وہی لوگوں کو لے جاتا ہے تو انہیں دوبارہ کیوں نہیں لوٹاتا اور اگر لوٹا دیتا ہے تو پھر انہیں کیوں نہیں لے جاتا؟

اے برادر مصری دنیا کی ہر چیز مجبور ہے کیوں آسمان اوپر اور زمین نیچے واقع ہے؟ آسمان زمین پر کیوں نہیں گر پڑتا یا زمین اپنی سطح سے بلند ہو کر آسمان سے چپک کیوں نہیں جاتی؟ اور زمین کی تمام موجودہ اشیاء آسمان سے کیوں نہیں چپک جاتی ہیں۔‘‘

(امام﷣ کا مضبوط استدلال جب یہاں تک پہنچا تو عبد الملک شک ختم کر کے ایمان کی منزل میں آپہنچا) وہ امام‏﷣ کی خدمت میں ایمان لے آیا اور وحدہ لاشریک کی گواہی دی اور اس نے اسلام کی حقانیت کی گواہی دیتے ہوئے بڑے ہی پڑجوش انداز میں کہا۔ ’’وہ خدا ہے جو زمین و آسمان کا حاکم ہے اور جس نے انہیں روک رکھا ہے۔‘‘

’حمران‘ امام﷣ کا ایک شاگرد بھی وہاں موجود تھا اس نے امام﷣ کی طرف دیکھ کر کہا ’’میری جان آپ پر فدا ہو اگر منکرین خدا آپ کی وجہ سے ایمان لائے اور مسلمان ہو جائیں تو آپ کے جد کی وجہ سے کافروں نے بھی اسلام و ایمان قبول کیا ہے۔‘‘

عبد الملک نے جو ابھی ابھی مسلمان ہوا تھا امام سے فرض کیا۔ آپ مجھے شاگرد کے طور پر قبول کر لیجیئے۔

امام صادق﷣ نے اپنے خاص شاگرد ہشام بن حکم سے فرمایا:

’’عبد الملک کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اسے احکام اسلام کی تعلیم دو۔‘‘

ہشام بن حکم جو شام اور مصر کے عوام کے لئے بہترین معلم تھے عبد الملک کو اپنے ساتھ لے گئے اور عقائد اور احکام اسلام کی تعلیم دی تاکہ وہ سچے اور مضبوط عقیدے والے ہو جائیں۔ اسی طرح امام صادق﷣ نے اس مومن کے ایمان اور ہشام بن حکم کی تعلیمی روش کو بہت پسند کیا۔[[39]](#footnote-39)؎

## ۱۳۔ ابن ابی العوجاء کی لاچاری

’عبد الکریم‘ جو ’ابن ابی العوجاء‘ کی عرفیت سے مشہور تھا ایک دن امام صادق ﷣ کی خدمت میں مناظرہ کے لئے حاصر ہوا اس نے دیکھا کہ چند گروہ امام کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی امام ﷣ کے قریب آکر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

امام﷣ :’’تو دوبارہ اس غرض سے آیا ہے کہ میرے اور تیرے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں ان کے بارے میں تحقیق کرے۔‘‘

ابن ابی العوجاء: ہاں یا بن رسول اللہ میں اسی لئے آیا ہوں۔

امام﷣ : ’’تجھ پر تعجب ہوتا ہے کہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں پیغمبر کا بیٹاہوں اور خداکا انکار کرتا ہے۔‘‘

ابن ابی العوجاء: ’’ہماری عادت اس طرح سے بات کرنے پر مجبور کرتی ہے۔‘‘

امام﷣ : ’’تو کیوں خاموش ہے۔‘‘

ابن ابی العوجاء: ’’آپ کی عظمت و جلالت کی وجہ سے میری زبان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ آپ کے سامنے کچھ کہوں۔ نیں اور بہت سے دانشوروں اور مقرروں کے پاس جاکر باتیں کرتا ہوں لیکن آپ کی جلالت و عظمت جس طرح مجھے مرعوب کرتی ہے ایسا کہیں بھی نہیں ہوتا۔‘‘

امام﷣ : ’’جب تو خاموش ہے تو میں ہی بات شروع کرتا ہوں۔‘‘

امام﷣ نے فرمایا: ’’ابن ابی العوجاء تو مجھے یہ بتا کہ تو بنایا گیا ہے یا نہیں۔‘‘

ابن ابی العوجا: نہیں۔ میں نہیں بنایا گیا ہوں۔

امام﷣ : ’’اچھا تو یہ بتا اگر بنایا ہوا ہوتا تو کیسا ہوتا۔‘‘

ابن ابی العوجاء بہت دیر تک اپنے گریبان میں جھانکتا رہا اس کے بعد اس نے اپنے پاس رکھی ہوئی لکڑی کو اٹھا کر ہاتھ میں دبایا اور مصنوعی شئے کے ساخت کی نوعیت اس طرح بیان کرنے لگا: ’’لمبی، چوڑی، لمبی، چھوٹی متحرک، غیر متحرک وغیرہ یہ تمام چیزیں تو مخلوق اور مصنوعی ہونے کی خصوصیت ہے۔‘‘

امام﷣ : ’’ہاں اگر اس کے علاوہ مصنوعی چیز کی دوسری اور صفتیں نہیں جانتا تو تو خود بھی مصنوعی ہے اور تجھے چاہیے کہ اپنے آپ کو مصنوعی سمجھے کیونکہ یہ تمام صفات تو اپنے حادث و جود میں پاتا ہے۔‘‘

ابن ابی العوجاء: ’’آپ نے جیسا سوال کیا ہے ابھی تک کسی نے مجھ سے ایسا سوال نہیں کیا اور نہ آیندہ کرے گا۔‘‘

امام﷣ : ’’یہ تو فرض کر سکتے ہیں کہ ابھی تک تجھ سے اس طرح کا کسی نے سوال نہیں کیا لیکن یہ کیسے معلوم کہ آیئندہ بھی ایسا سوال نہیں کیا جائے گا۔‘‘

اور اس طرح تم اپنی ہی بات کی رد کر رہے ہو کیونکہ تمہارے عقیدہ کے مطابق ماضی، حال آیندہ سب یکساں ہیں۔ اب کس طرح کچھ چیزوں کو پہلے اور کچھ کو بعد میں تصور کرتے ہو اور اپنی باتوں میں ماضی اور مستقبل کا ذکر کرتے ہو اے عبد الکریم! اس سے زیادہ توضیح دوں اگر تمہارے پاس ایک سو سونے کے سکوں سے بھری ہوئی تجوری ہو اور تم سے کوئی کہے کہ اس تجوری میں سونے کے سکے موجود ہیں اور تم اس کے جواب میں کہو کہ نہیں اس میں کچھ نہیں ہے اور وہ تم سے کہے کہ سونے کے اوصاف بیان کرو اور اگر تم سونے کے سکے کے اوصاف نہیں جانتے تو کیا یہ کہہ سکتے ہو کہ تجوری میں سونے کے سکے نہیں ہیں؟‘‘

ابن ابی العوجاء: نہیں۔ اگر میں نہیں جانتا تو ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

امام﷣ : ’’اس دنیا کی لمبائی اور چوڑائی اس تجوری سے زیادہ ہے اب تجھ سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ پھیلی ہوئی دنیا شاید مصنوعی ہو کیونکہ تو غیر مصنوعی چیزوں کی خصوصیت نہیں جانتا۔‘‘

جب بات یہاں تک پہنچی تو ابن ابی العوجاء مجبور ہو کر خاموش ہو گیا یہ دیکھ کر اس کے بعض ہم مسلک مسلمان ہو گئے اور بعض کفر پر باقی رہے۔[[40]](#footnote-40)؎

## ۱۴۔ مناظرے کا تیسرادن

تیسرے دن بھی ابن ابی العوجاء امام صادق﷣ کی خدمت میں مناظرہ کی غرض سے یہ سوچ کر آیا کہ آج وہ پہل کرے گا۔ لہٰذا وہ آتے ہی کہنے لگا کہ آج میں مناظرہ کی ابتدا چند سوال سے کروں گا۔

امام﷣ : ’’جو چاہو پوچھو۔‘‘

ابن ابی العوجاء: ’’کس دلیل سے یہ دنیا حادث ہے (یعنی پہلے نہیں تھی اور بعد میں وجود میں آئی؟)‘‘

امام﷣ : ’’تم جب بھی کسی چھوٹی یا بڑی چیز کا تصور کرتے ہو اگر چھوٹی چیز کو اسی جیسی کسی دوسری چیز سے ملادو تو وہ مذکورہ شئے بڑی ہو جائے گی اسی کو انتقال کہتے ہیں یعنی پہلی حالت بدل کر دوسری حالت اختیار کرنا۔ اور حادث کا معنی بھی یہی ہے اب اگر وہ چیز قدیم تھی تو دوسری صورت اختیار نہیں کر سکتی کیونکہ جو بھی چیز نابود اور متغیر ہوتی ہے وہ نابودی اور تبدیلی کو قبول کرتی ہے اور اس بنا پر کسی ہستی کا نابود ہونا اس کے حادث ہونے کی دلیل ہوتا کرتا ہے۔ اور اگر بالفرض وہ قدیم تھی بھی تواب بڑی ہوجانے کی وجہ سے وہ تغیر پزیر ہوگئی اور اس طرح وہ حادث ہوگئی (یہی اشیاء کے قدیم نہ ہونے کی دلیل ہے) اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ ایک چیز حادث بھی ہو اور قدیم ازلی بھی ہو اور عدمی بھی۔‘‘

ابن ابی العوجاء: ’’جی ہاں اگر یہ فرض کرلیں کہ چھوٹی چیز بڑی ہوجاتی ہے تو آپ کی بات درست ہے اور اس طرح انہیں حادث ماننا پڑے گا لیکن اگر کوئی چیز اپنے اصلی حالت پر یعنی چھوٹی ہی باقی رہے تو ان کے حادث ہونے پر آپ کی دوسری کیا دلیل ہے؟‘‘

امام﷣ : ’’ہماری بحث کا محور یہی موجودہ جہان ہے (جو تغیر و تبدیل کی حالت میں ہے) اب اگر اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا کا تصور کریں اور اسے موضوع بحث بنائیں تو بھی ایک دنیا کی نابوی ثابت ہوگی اور ایک دنیا کا وجود ثابت ہوگا اور یہ بھی حادث ہی کا معنی ہوا اور تمہارے بقول اگر ہر چھوٹی چیز اپنی حالت پر باقی رہتی تو کس طرح حادث ہوگی اس کا بھی جواب دیتا ہوں۔

اگر یہ فرض کرلیں کہ ہر چھوٹی چیز اپنی حالت پر باقی رہے تب بھی یہ فرش کنا تو بہر حال صحیح ہو گا کہ اگر دو چھوٹی چیزوں کو آپس میں ملادیا جائے تو وہ چھوٹی چیز بڑی ہوجائے اور اس طرح کے فرض کا صحیح ہونا ہی ان کے حادث ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس طرح کے فرض کی صحت ہے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ مغروض شئے تغیر و تبدیل کو قبول کرتی ہے اور یہی تبدیلی اس کے حادث ہونے پر دلالت کرتی ہے اے عبد الکریم اس کے بعد تیرے اب تمہارے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچتا‘‘۔**[[41]](#footnote-41)**؎

## ۱۵۔ ابن ابی العوجاء کی ناگہانی موت

ابن ابی العوجاء اور امام صادق﷣ کے درمیان مکے میں مناظرہ کو ایک سال گزر گیا۔ اور دوسرے سال پھر ابن ابی العوجاء کعبہ کے کنارے امام ﷣ کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام ﷣کے ایک شیعہ نے آپ سے دریافت کہ کیا ابن ابی الحدید مسلمان ہو گیا؟

امام﷣ : ’’اسلام کے سلسلے میں اس کا دل ٹیڑھا ہے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہو گا۔‘‘

جب ابن ابی العوجاء کی نظر امام﷣ پر پڑی تو اس نے کہا۔ ’’اے میرے آقا و مولا۔‘‘

امام﷣ نے کہا: ’’کیوں یہاں آئے ہو؟‘‘

ابن ابی العوجاء :’’میں یہاں اس لئے آیا ہوں تاکہ اپنے وطن والوں کا بال مونڈنا پتھر پھینکنا یا اس طرح کی دوسرے دیوانگی جو وہ حج میں انجام دیتے ہیں دیکھ سکوں۔‘‘

امام﷣ : ’’تو ابھی تک اپنی گمراہی اور سرکشی پر باقی ہے۔‘‘

ابن ابی العوجاء چاہتاہی تھا کہ کچھ بولے کہ امام نے اسے یہ کہہ کر روکا کہ حج کے زمانہ میں بحث و مجادلہ صحیح نہیں ہے۔

اس کے بعد امام﷣ نے اپنی عبا کو جھٹکا دیا اور فرمایا:

’’جو میں کہتا ہوں اگر وہ حقیقت ہے اور ایساہی ہے تو میں حق پر ہوں نہ کہ تم اور اگر تم حق پر ہو جبکہ ایسا نہیں ہے تو تم اور ہم دونوں حق پر ہیں بہر حال میں حق پر ہوں اور تم ان دو جالتوں میں چاہے جس حالت پر ہو ہلاک ہوگے۔‘‘

اس وقت ابن ابی العوجاء کی حالت بدلنے لگی اور اس نے اپنے اطرافیوں سے کہا کہ میرے دل میں درد ہو رہا ہے مجھے واپس لے چلو۔ جب اسے اس کے اطرافی واپس لے گئے تو وہ دنیا سے جاچکا تھا خدا اسے نہ بخشے۔[[42]](#footnote-42)؎

## ۱۶۔ عبد اللہ دیصانی کا مسلمان ہونا

ہشام بن حکم امام صادق ﷣ کے بہترین شاگرد تھے۔ ایک دن ایک منکر خدا نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا ’’کیا تمہارا خدا ہے۔‘‘

ہشام: ’’ہاں۔‘‘

عبد اللہ: ’’آیا تمہارا خدا قادر ہے؟‘‘

ہشام: ’’ہاں میرا خدا قادر ہے اور تمام چیزوں پر قابض بھی ہے۔‘‘

عبد اللہ: ’’کیا تمہارا خدا ساری دنیا کو ایک انڈے میں سمو سکتا ہے جبکہ نہ دنیا چھوٹی ہو اور نہ ہی انڈا بڑا ہو۔؟‘‘

ہشام: ’’اس سوال کے جواب کے لئے مجھے مہلت دو۔‘‘

عبد اللہ: ’’میں تمہیں ایک سال کی مہلت دیتا ہوں۔‘‘

ہشام یہ سوال سن کر امام ﷣ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا۔ ’’اے فرزند رسول، عبد اللہ دیصانی نے مجھ سے ایک ایسا سوال کیا جس کے جواب کے لئے صرف خداوند متعال اور آپ کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔‘‘

امام﷣ : ’’اس نے کیا سوال کیا ہے۔‘‘

ہشام: ’’اس نے کہا کہ کیا تمہارا خدا اس بات پر قادر ہے کہ اس وسیع دنیا کو ایک انڈے کے اندر سمو دے جبکہ نہ دنیا چھوٹی ہو اور نہ انڈا بڑا ہو؟‘‘

امام﷣ : ’’اے ہشام تمہارے پاس کتنے حواس ہیں؟‘‘

ہشام: ’’میرے پاس پانچ حواس ہیں۔‘‘ (سامعہ، باصرہ، ذائقہ، لامسہ اور شامہ)

امام﷣ : ’’ان میں سب سے چھوٹی حس کون سی ہے؟‘‘

ہشام: ’’باصرہ‘‘

امام﷣ : ’’آنکھوں کا وہ ڈھیلا جس سے دیکھتے ہو کتنا بڑا ہے؟‘‘

ہشام: ’’ایک چنے کے دانے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹا ہے۔‘‘

امام﷣ : ’’اے ہشام درا اوپر، سامنے دیکھ کر مجھے بتاؤ کہ کیا دیکھتے ہو؟‘‘

ہشام نے دیکھا اور کہا ’’آسمان زمین، گھر، محل، بیابان، پہاڑ اور نہروں کو دیکھ رہا ہوں۔‘‘

امام﷣ : ’’جو خدا اس بات پر قادر ہے کہ اس پوری دنیا کو تمہاری چھوٹی سی آنکھ میں سمو دے وہی اس بات پر بھی قادر ہے کہ اس دنیا کو ایک انڈے کے اندر سمودے اور نہ دنیا چھوٹی ہونہ انڈا بڑا ہو۔‘‘

ہشام نے جھک کر امام صادق ﷣ کے ہاتھ اور پیروں کا بوسہ دیتے ہوئے کہا: ’’اے فرزند رسول! بس یہی جواب میرے لئے کافی ہے۔‘‘[[43]](#footnote-43)؎

ہشام اپنے گھر آئے اور دوسرے ہی دن عبد اللہ ان سے آکر کہنے لگا۔ ’’میں سلام عرض کرنے آیا ہوں نہ کہ اپنے سوال کے جواب کے لئے۔‘‘

ہشام نے کہا: ’’تم اگر اپنے کل کے سوال کا جواب چاہتے ہو تو اس کا جواب یہ ہے اس کے بعد آپ نے امام﷣ کا جواب اسے سنا دیا۔

عبد اللہ دیصانی نے فیصلہ کیا کہ خود ہی امام کی خدمت میں پہنچ کر اپنے سوالات پیش کرے۔

وہ امام کے گھر کی طرف چل پڑا، دروازے پر پہنچ کر اس نے اجازت طلب کی اور اجازت ملنے کے بعد گھر کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر جانے کے بعد وہ امام کے قریب آکر بیٹھ گیا اور اپنی بات شروع کرتے ہوئے کہنے لگا۔

’’اے جعفر بن محمد مجھے میرے معبود کی طرف جانے کا راستہ بتادو۔‘‘

امام﷣ نے پوچھا:’’تمہارا نام کیا ہے؟‘‘

عبد اللہ باہر نکل گیا اور اس نے نام نہیں بتایا۔ اس کے دوستوں نے اس سے کہا۔ ’’تم نے اپنا نام کیوں نہیں بتایا؟‘‘

اس نے جواب دیا: ’’میں اگر اپنا نام عبد اللہ (خدا کا بندہ) بتاتا تو وہ مجھ سے پوچھتے کہ جس کے تم بندے ہو وہ کون ہے؟

عبد اللہ کے دوستوں نے کہا: ’’امام﷣ کے پاس واپس جاؤ اور ان سے یہ کہو آپ مجھے میرے معبود کا پتہ بتائیں اور میرا نام نہ پوچھیں۔‘‘

عبد اللہ واپس گیا اور جاکر امام﷣ سے عرض کیا:’’آپ میری خدا کی طرف ہدایت کریں مگر میرا نام نہ پوچھیں۔‘‘

امام﷣ نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سے فرمایا۔ ’’وہاں بیٹھ جاؤ۔‘‘

عبد اللہ بیٹھ گیا۔ اسی وقت ایک بچہ ہاتھ میں ایک انا لئے کھیلتا ہوا وہاں پہنچ گیا، امام﷣ نے بچہ سے فرمایا: ’’لاؤانڈا مجھے دے دو۔‘‘

بچے نے امام﷣ کو انڈا دے دیا۔

امام﷣ نے انڈے کو ہاتھ میں لے کر عبد اللہ کی طرف دیکھا اور فرمایا، ’’اے دیصانی! اس انڈے کی طرف دیکھ جو ایک چھلکے سے ڈھکا ہوا ہے اور چند جھلیوں میں مقید ہے۔

۱۔ موٹی جھلی

۲۔ موٹی جھلی کے نیچے نازک اور پتلی جھلی پائی جاتی ہے۔

۳۔ اور نازک اور پتلی جھلی کے نیچے پگھلی ہوئی چاندی (انڈے کی سفیدی) ہے۔

۴۔ اس کے بعد پگھلا ہوا سونا (انڈے کی زردی) ہے مگر نہ یہ اس پگھلی ہوئی چاندی سے ملتا ہے اور نہ وہ پگہلی ہوئی چاندی اس سونے سے مخلوط ہوتی ہے بلکہ یہ اپنی اسی حالت پر باقی ہے نہ کوئی اس انڈے میں سے باہر آیا ہے جو یہ کہے کہ میں نے اسے بنایا ہے اور نہ ہی باہر سے کوئی اندر ہی گیا ہے جو یہ دعوی کر سکے کہ میں نے اسے تباہ کیا ہے، نہ یہ معلوم کہ یہ نرکے لئے ہے یا مادہ کے لئے۔ اچانک کچھ مدت کے بعد یہ شگافتہ ہوتا ہے اور اس میں سے ایک پرندہ مور کی طرح رنگ برنگ پروں کے ساتھ باہر آجاتا ہے کیا تیری نظر میں اس طرح کی ظریف و باریک تخلیقات کے لئے کوئی مدبر و خالق موجود نہیں ہے؟‘‘

عبد اللہ دیصانی نے یہ سوال سن کر تھوڑی دیر تک سر جھکائے رکھا (اس کے قلب میں ایمان روشن ہو چکا تھا) اور پھر اس نے بلند آواز میں کہا۔ ’’میں اس بات کی گوہی دیتا ہو، خدا کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے وہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور آپ خدا کی طرف سے لوگوں کے امام معین کئے گئے ہیں میں اپنے باطل عقیدے سے توبہ کرتا ہوں اور پشیمان ہوں۔‘‘[[44]](#footnote-44)؎

## ۱۷۔ ایک ثنوی کو امام﷣ کا جواب

ایک ثنوی امام صادق﷣ کی خدمت میں آکر اپنے عقیدے کے اثبات میں یاتیں کرنے لگا اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اس جہان ہستی کے دو خدا ہیں، ایک نیکیوں کا خدا ہے اور برائیوں کا۔

امام صادق﷣ نے اس کے اور اس کی طرح تمام ثنویوں کے عقیدے کی تردید میں فرمایا:

’’اگر تو یہ کہتا ہے کہ خدا دو ہیں تو وہ ان تصورات سے خارج نہیں ہو سکتے۔‘‘

۱۔ یا دونوں طاقتور اور قدیم ہیں۔

۲۔ یا دونوں ضعیف و ناتواں ہیں۔

۳۔ یا ایک قوی و مضبوط اور دوسرا ضعیف و ناتوں ہے۔

پہلی صورت کے مطابق، کیوں پہلا والا خدا دوسرے کی خدائی کو ختم نہیں کر دیتا تاکہ وہ اکیلاہی پوری دنیا پر حکومت کرے؟ (یہ نظام ہستی جو ایک ہے اس بات کی حکایت کرتا ہے کہ اس کا حاکم بھی ہے، جو قوی مطلق ہے۔)

تیسری صورت بھی اس بات کی دلیل بن رہی ہے کہ خدا واحد و لاشریک ہے اور ہماری بات ثابت کرتی ہے کیونکہ ہم اسی کو خدا کہتے ہیں جو قوی و مضبوط ہے اور دوسرا اس لیے خدا نہیں کیونکہ وہ ضعیف و ناتواں ہے، اور یہی اس کے خدا نہ ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری صورت میں (اگر دونوں ضعیف و ناتواں ہوں) یا دونوں کسی ایک جہت سے متفق ہوں اور دوسری جہت سے مختلف [[45]](#footnote-45)؎ تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک (مابہ الامتیاز ہو) (یعنی ان دونوں خداؤں میں سے کوئی شئے ایک خدا کے پاس ہے وہ دوسرے کے پاس نہ ہو) اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ (مابہ الامتیاز) امر و جودی قدیم ہو (یعنی وہ شئے اس میں ہمیشہ سے پائی جاتی ہو) اور شروع سے ہی وہ ان دوخداوں کے ساتھ موجود رہے تاکہ ان کی ’’دوئیت‘‘ صحیح ہو۔

اس صورت میں ’’تین خدا وجود میں آجائیں گے اور اسی طرح چار خدا پانچ خدا اور اس سے بھی زیادہ، بلکہ بے انتہا خداؤں کا معتقد ہونا پڑے گا۔

ہشام کہتے ہیں: اس ثنوی نے دو گانہ حرستی سے ہٹ کر اصل و جود خدا کی بحث شروع کردی اس کے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ اس نے امام صادق﷣ سے پوچھا۔ ’خدا کے وجود پر آپ کی کیا دلیل ہے؟‘‘

امام صادق﷣ :’’دنیا کی یہ تمام چیزیں اس بات کی حاکی ہیں کہ ان کا کوئی بنانے والا ہے جیسے تم جب کسی اونچی اور مضبوط عمارت کو دیکھتے ہو تو تمہیںیقین ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے بھلے ہی تم نے اس کے معمار کو نہ دیکھا ہو۔‘‘

ثنویہ: ’’خدا کیا ہے؟‘‘

امام﷣ : ’’خدا، تمام چیزوں سے ہٹ کر ایک چیز ہے اور دوسرے الفاظ میں اس طرح کہ وہ تمام چیزوں کے معنی و مفہوم کو ثابت کرتا ہے او تمام کی وہ حقیقت ہے لیکن جسم اور شکل اس کے پاس نہیں ہے اور وہ کسی حس سے نہیں سمجھا جا سکتا ہے، وہ خیالوں میں نہیں ہے اور زمانہ کے گزرنے سے اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اسے بدل سکتا ہے۔‘‘[[46]](#footnote-46)؎

## ۱۸۔ منصور کے سامنے امام صادق﷣ اور ابوحنیفہ کا مناظرہ

ابن شہر آشوب، مسند ابو حنیفہ سے روایت کرتا کہ حسن بن زیاد نے کہا: ابو حنیفہ سے (حنفی مذہب کے رہبر) پوچھا گیا کہ تم نے ابھی تک جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں سب سے زیادہ عظیم فقیہ کون ہے؟

ابو حنیفہ نے جواب میں کہا: ’’لوگوں میں سے سب سے زیادہ عظیم فقیہ جعفر بن محمد (امام صادق ﷣ ) ہیں منصور دوانقی (عباسی حکومت کا دوسرا خلیفہ) جب امام کو اپنے پاس لے گیا تھا تو اس نے میرے پاس اس طرح پیغام بھیجا:

اے ابو حنیفہ! جعفر بن محمد (امام صادق﷣ ) کو لوگ بہت زیادہ چاہنے لگے ہیں تم کچھ سخت سوالات کرو اور ان سے مناظرہ کرو۔’’ (تاکہ وہ ان کے جواب نہ دے پأئیں اور اس طرح ان کی مقبولیت میں کمی ہو جائے۔) میں نے چالیس سوالات تیار کئے جس کے بعد منصور نے شہر ’حیرہ‘ (بصرہ اور مکہ کے درمیان) میں مجھے حاضر ہونے کے لیے کہا، میں اس کے پاس گیا تو دیکھا امام صادق﷣ اس کے داہنے جانب بیٹھے ہوئے ہیں، جیسے ہی میری نظر امام صادق﷣ پر پڑی میں ان کی عظمت و جلالت سے اتنا مرعوب ہوا کہ اتنا آج تک منصور سے نہیں ہوا تھا۔ میں نے منصور کو سلام کیا، اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا میں بیٹھ گیا پھر منصور نے امام صادق﷣ کی طرف رخ کر کے کہا۔ ’’اے ابا عبد اللہ یہ ابو حنیفہ ہے۔‘‘

امام صادق﷣ نے فرمایا: ’’ہاں میں اسے پہنچانتا ہوں۔‘‘

اس کے بعد منصور نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ ’’اے ابو حنیفہ تو اپنے سوالات پیش کر۔‘‘

میں نے امام صادق﷣ سے اپنا ایک ایک سوال پوچھ ڈالا انھوں نے ان سب کا جواب دیا اور آپ جواب کے دوران فرماتے تھے۔ ’’اس مسئلے میں تم اس طرح کہتے ہو، اہل مدینہ اس طرح کہتے ہیں، ان کے بعض جوابات میرے نظریے کے مطابق تھے اور بعض اہل مدینہ کے اور بعض دونوں کے مخالف تھے۔

یہاں تک کہ میں نے اپنے چالیسوں سوالات کرڈالے اور امام صادق﷣ نے ہر سوال کا جواب بطور احسن و اکمل دیا۔ اس کے بعد ابو حنیفہ کہتا ہے:

الیس اعلم الناس، اعلمہم با ختلاف الناس

’’کیا سب سے زیادہ آگاہ اور دانشمند شخص وہ نہیں ہے جو لوگوں کے مختلف نظریوں سب سے زیادہ کو جانتا ہو۔‘‘[[47]](#footnote-47)؎

## ۱۹۔ وہ مناظرہ جس نے ایک ’’خدانما‘‘ کو لاچار کردیا

امام صادق﷣ کے زمانہ میں ’’جعد بن درہم‘‘ نام کا ایک شخص تھا جس نے اسلام کے خلاف بہت سی بدعتیں جاری کر رکھی تھیں اور اس نے چند لوگوں کو اپنا شاگرد بنا لیا تھا۔ آخر کار اسے عید قربان کے دن سزائے موت دے دی گئی۔

اس نے ایک دن تھوڑی خاک اور پانی لے کر ایک شیشی میں ڈالا چند دنوں بعد اس میں کیڑے مکوڑے پیدا ہوگئے۔ وہ شیشی لے کر لوگوں کے درمیان آکر یہ دعوٰی کرنے لگا۔ ’’ان کیڑے مکوڑوں کو میں نے پیدا کیا ہے۔ چونکہ ان کی پیدائش کا سبب میں بناہوں لہٰذا میں ہی ان کا خالق و خدا ہوں۔‘‘

چند مسلمانوں نے امام صادق﷣ کو یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا:

’’اس سے پوچھوں کہ شیش میں کیڑو ں کی تعداد کتنی ہے؟ اس میں نرو مادہ کتنے ہیں، ان کا وزن کتنا ہے؟ اس سے کہو کہ ان کی شکل بدل دے کیونکہ جوان کا خالق ہوگا وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہوگا کہ ان شکل بدل دے۔‘‘

ان چند مسلمانوں نے اس سے انہیں سوالات کے ذریعے مناظرہ کیا اور وہ ان کے جوابات سے قاصر رہا اس طرح اس کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا اور اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔[[48]](#footnote-48)؎

## ۲۰۔ تم یہ جواب حجاز سے لے آئے ہو

(امام صادق﷣ کے زمانہ میں بہت ہی مشہور و معروف، ابو شاکر دیصانی نام کا ایک شخص تھا جو توحید کا منکر تھا اور اس بات کا معتقد تھا کہ ایک نور کا خدا ہے اور دوسرا ظلمت کا۔ وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا تھا کہ اپنی کلامی بحث چھیڑ کر اپنے عقیدے کو ثابت کرے اور اسلام کو نیچا دکھائے۔ اس نے مکتب دیصانی کی بنیاد ڈالی تھی اور اس کے کچھ شاگرد بھی تھے۔ یہاں تک کہ ہشام بن حکم بھی کچھ دنوں تک اس کے شاگرد رہے تھے۔ ہم یہاں پر اس کے اعتراض کا ایک نمونہ نقل کرتے ہیں توجہ فرمائیں:)

ابو شاکر نے خود اپنی فکر کے مطابق قرآن کریم میں ایک قابل اعتراض بات ڈھونڈ نکالی تھی۔ ایک روز اس نے امام صادق ﷣ کے خاص شاگرد ہشام بن حکم سے کہا۔ ’’مجھے قرآن میں ایک ایسی آیت ملی ہے جو ہمارے عقیدے (ثنویہ) کی تصدیق کرتی ہے۔‘‘

ہشام: ’’کس آیت کے بارے میں کہہ رہے ہو؟‘‘

ابو شاکر: ’’سورہ زخرف کی ۸۴ ویں آیت پڑھتاہوں:

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ...

وہ جو آسمان میں خدا ہے اور زمین میں خدا ہے۔

اس بنا پر ایک معبود آسمان کا ہے اور دوسرا زمین کا ہے۔‘‘

ہشام کہتے ہیں ’’میں سمجھ نہیں سکا کہ اس کا جواب کس طرح دوں لہٰذا اسی سال میں جب خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے امام صادق ﷣ کی خدمت میں جاکر یہ مسئلہ پیش کر دیا۔

امام صادق﷣ نے فرمایا:

’’یہ ایک بے دین خبیث کی بات ہے۔ جب تم واپس چاؤ تو اس سے پوچھو کہ کوفے میں تیرا کیا نام ہے؟ وہ کہے گا۔ ’فلاں‘ تم پھر کہو۔ ’تیرا بصرے میں کیا نام ہے؟‘ وہ کہے گا فلاں تب تم اس سے کہو ’ہمارا پروردگار بھی اسی طرح ہے آسمان میں اس کا نام ’الہ‘ ہے اور زمین میں بھی اس کا نام ’الہ‘ ہے بیشک دریاؤں صحراؤں اور ہر جگہ کا وہی معبود و الہ ہے۔‘‘

ہشام کہتے ہیں: ’’جب میں واپس لوٹا تو ابو شاکر کے پاس جاکر میں نے اسے یہ جواب سنادیا اس نے کہا ’یہ تمہاری بات نہیں ہے تم اسے حجاز سے لے آئے ہو۔‘‘‘[[49]](#footnote-49)؎

## ۲۱۔ امام﷣ کے شاگردوں کا ایک شامی سی مناظرہ

امام صادق﷣ کے زمانے میں شام کا ایک دانش مند[[50]](#footnote-50)؎ (مکہ میں) آپ کی خدمت میں پہنچا اور اپنا تعارف اس نے اس طرح کرایا۔ ’’میں علم کلام، علم فقہ، اور واجبی احکام کو اچھی طرح سے جانتا ہوں اور میں یہاں آپ کے شاگرودں سے بحث و مناظرہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔‘‘

امام﷣ : ’’تیری باتیں پیغمبر اسلام ﷺ کی حدیث پر مبنی ہوں گی یا تیری خود کی ہوں گی؟‘‘

شامی دانشمند: ’’پیغمبر ﷺ کی حدیثیں بھی ہوں گی اور میری کچھ ذاتی باتیں بھی ہوں گی۔‘‘

امام﷣ : ’’تو پر تو پیغمبر ﷺ کا شریک کار ہے؟‘‘

شامی دانشمند: ’’نہیں میں ان کا شریک نہیں ہوں۔‘‘

امام﷣ : ’’کیا تجھ پر وحی نازل ہوئی ہے؟‘‘

شامی دانشمند: ’’نہیں۔‘‘

امام﷣ : ’’کیا تو جس طرح پیغمبر ﷺ کی اطاعت واجب جانتا ہے اسی طرح اپنی بھی اطاعت واجب جانتا ہے؟‘‘

شامی دانش مند: ’’نہیں میں اپنی اطاعت واجب نہیں جانتا۔‘‘

اب امام صادق﷣ نے اپنے ایک شاگرد (یونس بن یعقوب) کی طرف رخ کر کے فرمایا:

’’اے یونس! اس شخص نے بحث و مناظرہ شروع کرنے سے پہلے ہی شکست کھالی (کیونکہ اس نے بغیر کسی دلیل کے اپنی بات کو حجت سمجھا حجت جانا) اے یونس! اگر تم علم کلام[[51]](#footnote-51) اچھی طرح جانتے تو اس مرد شامی سے مناظرہ کرتے۔‘‘

یونس: ’’افسوس کہ میں علم کلام سے آگاہی نہیں رکھتا آپ پر فداہوں آپ نے علم کلام سے منع فرمایا اور کہا ہے: ’’قابل افسوس ہیں وہ لوگ جو علم کلام سے سروکار رکھتے ہیں اور کہتے ہیں‘‘ یہ صحیح ہے، یہ غلط ہے۔ یہ بات نتیجہ تک پہنچتی ہے، یہ بات سمجھ میں آتی ہے اور یہ چیز سمجھ میں نہیں آتی۔‘‘

امام﷣ : ’’میں نے جو منع کیا تھا وہ اس صورت میں تھا کہ اسے اختیار کرنے والے ہماری باتوں کو چھوڑ دیں اور جو خود جانتے ہیں اسی پر تکیہ کریں۔ اے یونس! باہر جاؤ اور دیکھو اگر علم کلام جانتے والا میرا کوئی شاگرد ہو تو اسے یہاں لے آؤ۔‘‘

یونس: ’’میں باہر گیا اور تین افراد (حمران بن اعین، مومن الطاق، احول اور ہشام بن حکم) جو علم کلام میں کافی مہارت رکھتے تھے انہیں لے کر امام﷣ کی خدمت میں حاضرت ہوا اور ان لوگوں کے ساتھ ساتھ میں نے قیس بن ماصر کو بھی لے لیا جو علم کلام میں ان تمام لوگوں سے زیادہ ماہر تھے اور انھوں نے امام سجاد ﷣ سے یہ علم حاصل کیا تھا۔ جب سب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ گئے تو امام صادق﷣ خیمے سے باہر آئے ہ وہی خیمہ تھا جو مکہ میں حرم کے بغل میں آپ کے لئے لگایا گیا تھا اور آپ حج شروع ہونے سے کچھ دن قبل ہی سے وہاں رہنے لگے تھے تبھی امام کی نظر ایک ایسے اونٹ پر پڑی جو دوڑتے ہوئے آرہا تھا امام ﷣نے فرمایا: ’’خدا کی قسم اس اونٹ پر ہشام سوار ہو کر آرہے ہیں۔‘‘

لوگوں نے سوچا کہ امام کی مراد عقیل کے بیٹے ہشام ہیں کیونکہ امام انہیں بہت چاہتے تھے اچانک لوگوں نے دیکھا کہ اونٹ نزدیک ہوا اور اس پر ’’ہشام بن حکم‘‘ سوار تھے (امام کے ایک بہترین شاگرد) وہ اس وقت نوجوان تھے اور ابھی جلدی ہی ان کی داڑھی نکلی تھی موجودہ لوگوں میں ان کی عمر سب سے کم تھی تقریباً سبھی ان سے بڑے تھے۔ امام نے ہشام کو جیسے ہی دیکھا بڑے پر جوش انداز میں ان کا استقبال کرتے ہونے ان کے لئے جگہ بنائی اور ان کی شان میں یہ حدیث فرمائی:

ناصر نابقلبہ و لسانہ و یدہ

’’ہشام قلب و زبان اور اپنے تمام اعضاء سے ہمارا ناصر و مدد گار ہے۔‘‘

اسی وقت امام صادق﷣ نے اپنے تمام موجود شاگردوں میں سے ایک ایک سے فرمایا:

’’اس شامی دانش مند سے تم لوگ بحث و مناظرہ کرو۔‘‘

آپ نے خصوصی طور پر حمران سے فرمایا:’’شامی مرد سے مناظرہ کرو۔‘‘

انہوں نے اس سے مناظرہ کیا ابھی چند لمحے نہیں گزرے تھے کہ شامی حمران کے سامنے بے بس ہو گیا اس کے بعد امام﷣ نے مومن الطاق[[52]](#footnote-52)؎ سے فرمایا: ’’طاق مرد شامی سے مناظرہ کرو۔‘‘

انہوں نے مرد شامی سے مناظرہ شروع کیا ابھی تہوڑی ہی دیر گزری تھی کہ طاق مرد شامی پر کامیاب و کامران ہوگئے اس کے بعد امام﷣ نے ہشام بن سالم سے فرمایا: ’’تم بھی مرد شامی سے باتیں کرو۔‘‘ وہ بھی گئے اور اس سے باتیں کی لیکن ہشان بن سالم مرد شامی پر غالب نہیں آئے بلکہ دونوں برابر رہے۔

اب امام صادق﷣ نے قیس بن ماصر سے فرمایا: ’’تم جاکر اس سے مناظرہ کرو۔ ’’قیس نے شامی سے مناظرہ شروع کیا امام﷣ اس مناظرہ کو سن رہے تھے اور مسکرا رہے تھے کیونکہ مرد شامی قیس کے مقابل بے بس ہو گیا تھا اور اس کی بے بسی کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں تھے جسے دیکھا جاسکتا تھا۔[[53]](#footnote-53)؎

## ۲۲۔ ہشام کا شامی دانشمند سے زبردست مناظرہ

امام صادق﷣ نے مکہ میں شامی دانش مند اور اپنے شاگردوں کے درمیان ہوئے مناظرے میں (جس کی تفصیل اس سے پہلے والے مناظرے میں گزر چکی ہے) ایک جوان (ہشام بن حکم) کی طرف رخ کرکے فرمایا: ’’اس سے مناظرہ کرو۔‘‘ شامی دانش مند مناظرے کے لئے تیار ہو گیا اس طرح ہشام بن حکم اور شامی دانش مند کا مناظرہ شروع ہوا۔

شامی دانش مند: ’’(ہشام کی طرف رخ کر کے) اے جوان! اس مرد (امام صادق﷣ ) کی امامت کے سلسلے میں مجھ سے سوال کر (میں تجھ سے اس شخص کے بارے میں باتیں کرنا چاہتا ہوں)۔‘‘

ہشام (امام کی شان میں گستاخی اور بے ادبی سے) اس قدر غصہ ہوئے کہ ان کا بدن کانپنے لگا اور اسی حالت میں انہوں نے شامی دانش مند سے کہا۔ ’’کیا تیرا پروردگار اپنے بندوں کے بارے خیر و سعادت زیادہ چاہتا ہے یا خود بندے اپنے بارے میں بہتر سمجھتے ہیں؟‘‘

شامی دانشمند: ’’نہیں بلکہ پروردلار اپنے بندوں کے بارے میں ان سے زیادہ خیر و سعادت چاہتا ہے۔‘‘

ہشام: ’’خداوند متعال نے انسانوں کی خیر و سعادت کے لئے کیا کہا ہے؟‘‘

شامی دانش مند: ’’خداوند متعال نے اپنی حجت کو ان پر معین کیا ہے تاکہ وہ منتشر نہ ہونے پائیں وہ اپنے بندوں میں اپنی حجت کے ذریعے الفت و محبت پیدا کرتا ہے تاکہ ان کی بے سر و سامانی اس دوستی اور الفت کی وجہ سے ختم ہو جائے اور اس طرح خداوند متعال اپنے بندوں کو قانوں الٰہی سے آگاہ کرتا ہے۔‘‘

ہشام: ’’وہ حجت کون ہے؟‘‘

شامی دانشمند: ’’وہ رسول خدا ہیں۔‘‘

ہشام: ’’رسول خدا کے بعد کون ہے؟‘‘

شامی دانشمند: ’’پیغمبر ﷺ کے بعد قرآن و سنت حجت خدا ہیں۔‘‘

ہشام: ’’کیا قرآن و سنت آج ہمارے اختلاف کو ختم کرنے میں سود مند ثابت ہو سکتے ہیں؟‘‘

شامی دانش مند: ’’ہاں‘‘

ہشام: ’’بس پھر ہمارے تمہارے درمیان کیوں اختلاف ہے جس کی وجہ سے تم شام سے یہاں مکہ آئے ہو؟‘‘

شامی دانش مند اس سوال کے جواب میں خاموش ہو گیا۔ امام صادق ﷣ نے اس سے فرمایا: ’’کیوں نہیں کچھ کہتے۔‘‘

شامی دانش مند: ’’اگر ہشام کے سوال کا جواب میں اس طرح دوں کہ قرآن و سنت ہمارے اختلاف کو ختم کرتے ہیں تو یہ لغو کلام ہوگا کیونکہ الفاظ قرآن سے طرح طرح کے معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ اور اگر یہ کہوں کہ ہمارا اختلاف قرآن و سنت کے سمجھنے میں ہے تو اس طرح میرے عقیدے کو ضرر پہنچتا ہے اور اگر ہم دو کے دونوں دعوی کریں کہ ہم حق پر ہیں تو اس صورت میں بھی قرآن و سنت ہم دونوں کے اخلاف میں کسی طرح سود مند ثابت نہیں ہو سکتے ہیں لیکن یہی (استدلال مذکور) میرے عقیدے کے لئے نفع بخش ہو سکتا ہے مگر ہشام کے عقیدہ کے لئے نہیں۔‘‘

امام﷣ : ’’اس مسئلہ کو ہشام (جو علم و کمال سے سر شار ہے) سے پوچھو وہ تمہیں قانع کنندہ جواب دیں گے۔‘‘

شامی دانش مند: ’’آیا خداوند متعال نے کسی کو عالم بشریت کے لئے بھیجا ہے تاکہ لوگ آپس میں متحد و ہماہنگ رہیں؟ اور وہ ان کی بے سر و سامانی کو ختم کرے اور انہیں حق و باطل کے بارے میں توضیح دے؟

ہشام: ’’رسول خدا ﷺ کے زمانے میں یا آج؟‘‘

شامی دانشمند: ’’رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں تو وہ خود تھے لیکن آج وہ شخص کون ہے؟‘‘

ہشام نے، امام صادق﷣ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ’’یہی جو مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ہر جگہ سے لوگ ان کے پاس آتے ہیں اور یہی حجت خدا اور ہمارے تمہارے اختلاف کو ختم کرنے والے ہیں کیونکہ یہ وارث علم نبوت ہیں جو ان کے باپ دادا سے انہیں ملا ہے اور یہی ہیں جو زمین و آسمان کی باتوں کو ہمیں بتاتے ہیں۔‘‘

شامی دانشمند: ’’میں کس طرح سمجھوں کہ یہ شخص (امام صادق﷣ ) وہی حجت حق ہے۔‘‘

ہشام: ’’جو بھی چاہو پوچھ لو تاکہ ان کے حجت خدا ہونے پر تمہیں دلیل مل جائے۔‘‘

شامی دانشمند: ’’اے ہشام تم نے یہ کہہ کر میرے لئے کسی طرح کا کوئی عذر نہیں چھوڑا ہے اب مجھ پر واجب ہے کہ میں سوال کروں اور حقیقت تک پہنچوں۔‘‘

امام صادق﷣ : ’’کیا تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ شام سے یہاں تک سفر کے درمیان تمہیں کیا کیا چیزیں پیش آئیں؟‘‘ اور امام﷣ نے اس کے سفر کی کیفیت کے بارے میں سب کچھ بیان کردیا۔

امام صادق﷣ کے بیانات سے شامی دانشمند حیرت زدہ ہو گیا تھا اور اب اس نے حقیقت کو پالیا تھا جس کی وجہ سے اسی وقت اس کے قلب میں ایمان کا چراغ روشن ہو گیا اور بڑی خوشی کے ساتھ اس نے کہا۔ ’’آپ نے سچ کہا خدا کی قسم میں اب (حقیقی) اسلام لایا ہوں۔‘‘

امام﷣ : ’’بلکہ ابھی ابھی تو خدا پر ایمان لے آیا ہے اور اسلام، ایمان سے پہلے ہے۔ اسلام کے ذریعے لوگ ایک دوسرے کے وارث بنے ہیں اور آپ میں شادیاں کرتے ہیں لیکن ایمان کے ذریعے لوگ خدا کے یہاں اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں کیونکہ اجر و ثواب ایمان کے پر تو میں ہے تو بھی مسلمان تھا لیکن ہماری امامت کو قبول نہیں کرتا تھا اور اب ہماری امامت کے قبول کرنے کی وجہ سے تو اپنے تمام نیک اعمال کے ثواب کے لائق ہو گیا۔‘‘

شامی دانش مند: ’’آپ نے صحیح فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور آپ ان کے جانشین ہیں۔‘‘

اس کے بعد امام صادق﷣ نے اپنے شاگردوں سے ان کے مناظرہ کی کیفیت اس طرح بیان کی:

آپ نے حمران سے فرمایا: ’’تم اپنی بات کو احادیث سے ہماہنگ کرتے ہو اور اس طرح حق تک پہنچ جاتے ہو۔ ’’اور ہشام بن سالم سے فرمایا: ’’تم احادیث کو حاصل کرنے میں کافی جستجو اور سعی کرتے لیکن اس کے حاصل کرنے اور اسے سمجھنے کی صحیح صلاحیت نہیں رکھتے۔ ‘‘اسی طرح آپ نے مومن الطاق سے فرمایا: ’’تم قیاس اور تشبیہ کے ذریعہ بحث شروع کرتے ہو اور موضوع بحث سے ہٹ جاتے ہو تم باطل کو باطل ہی کے ذریعے رد کرتے ہو اور تمہارا باطلی استدلال بہت ہی زبردست ہوتا ہے۔ اور آپ نے قیس بن ماصر سے فرمایا: ’’تم اس طرح بات کرتے ہو کہ اپنی بات کو حدیث کے قریب کرنا چاہتے ہو لیکن دور ہو جاتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اس طرح مخلوط کر دیتے ہو کہ تھوڑاسا حق بہت سی باطل چیزوں سے انسان کو بے نیاز کر دیتا ہے تم اور مومن طاق بحث کے دوران ایک طرف سے دوسری طرف بھاگتے ہو اور تم دونوں اس میں اچھی خاصی مہارت رکھتے ہو۔‘‘

یونس کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ امام ﷣ نے جو قیس اور مومن کے سلسلہ میں کہا ہے وہی ہشام کے بارے میں بھی کہیں گے لیکن آپ نے ہشام کی بڑی تعریف کی اور ان کی شان میں فرمایا:

یا ہشام لا تقاد تقع تلوی رجلیک اذا ہممت بالارض طرف.

اے ہشام! تمہارے دوں و پیر کبھی زمین پر ٹکنے نہیں پاتے جیسے ہی تم شکست کے قریب پہنچتے ہو فوراً ہی اڑجاتے ہو (یعنی جیسے ہی تم اپنے اندر لاچاری اور شکست کے آثار محسوس کرتے ہو بڑی مہارت سے خود کو بچا لیتے ہو۔)

اس کے بعد آپ ﷣نے ہشام سے فرمایا:

تمہارے جیسے لوگوں کو مقرروں سے مناظرہ کرنا چاہیے اور یہ دہیان رکھنا چاہیے کہ بحث کے دوران لغزش نہ ہونے پائے کیونکہ خداوند متعال اس طرح کے مناظرہ اور بحث میں ہماری مدد کو پہنچتا ہے تاکہ ہم اس کے مسئلہ کو واضح کر سکیں۔‘‘[[54]](#footnote-54)؎

اس کے بعد امام صادق﷣ نے ہشام بن حکم کے بارے میں فرمایا:

’’ہشام ہمارے حق کا دفاع کرنے والے ہمارے نظریات کو لوگوں تک پہنچا نے والے، ہماری حقانیت کو ثابت کرنے والے اور بیہودہ اور لغو کلام کرنے والے دشمنوں کا دندان شکن جواب دینے والے ہیں۔ جس نے ہشام بن حکم کی پیروی کی اور ان کے افکار میں غور خوض کیا اس نے گویا ہماری پیروی کر اور جس نے ان کی مخالفت کی اس نے ہماری مخالفت کی۔‘‘[[55]](#footnote-55)؎

## ۲۳۔ امام کاظم﷣ کی خدمت میں ایک جاثلیق کا مسلمان ہونا

امام صادق ﷣کے خاص شاگرد ہشام بن حکم وغیرہ سے شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ ایک بہت ہی پڑھا لکھا مسیحی عالم تھا جس کا نام ’’بریہہ‘‘ تھا لیکن اسے لوگ ’’جاثلیق‘‘ [[56]](#footnote-56)؎ کہا کرتے تھے۔ وہ ستر سال سے مذہب مسیحیت پر باقی تھا اور وہ برابر اسلام اور حق کی تلاش میں جستجو اور کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک عورت رہتی تھی جو سالہا سال سے اس کی خدمت کرتی چلی آرہی تھی۔

بریہہ نے مذہب مسیحیت کے پوچ اور گھٹیا استدلال کو اس عورت سے اس لئے چھپا رکھا تھا کہ وہ اس کے اس راز سے آگاہ نہ ہو سکے۔ بریہہ برابر اسلام کے بارے میں سوالات کیا کرتا تھا اور اسلام کے راہبر علماء صالح کی تلاش میں رہتا تھا اور اسلامی مفکروں کے حصول میں اس نے کافی جستجو اور تحقیق کی تھی ہر فرقہ اور ہر گروہ میں جاکر ان کے عقائد کے سلسلہ میں تحقیق کرتا رہتا لیکن اس کے ہاتھ حق نہ آتا تھا۔

جاثلیق ان لوگوں سے کہتا: ’’اگر تمہارے راہنما حق پر ہوتے تو تم میں بھی تھوڑا بہت حق ضرور پا یا جاتا۔‘‘

یہاں تک کہ اس نے اپنی جستجو اور تحقیق کے درمیان شیعوں کے بارے میں اور ہشام بن حکم کا نام سنا۔

یونس بن عبد الرحمن، (امام صادق﷣ کے ایک شاگرد) کہتے ہیں کہ ہشام نے کہا: ’’ایک روز میں اپنی دکان (جو باب اکرم میں واقع تھی) پر بیٹھا ہوا تھا اور کچھ لوگ مجھ سے قرآن پڑھ رہے تھے کہ ناآگاہ دیکھا کہ مسیحیوں کا ایک گروہ بریہہ کے ساتھ چلا آرہا ہے جس میں بعض پادری تھے اور بعض دوسرے مختلف مذہبی عہد دار تھے وہ تقربیاً سو افراد تھے کالے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سروں پڑ مسیحیت سے مخصوص لمبی ٹوپیاں لگائے تھے۔ بریہہ جاثلیق اکبر بھی ان لوگوں کے درمیان موجود تھا وہ سب میری دوکان کے اطراف اکٹھا ہوگئے اور بریہہ کے لئے ایک مخصوص کرسی لگائی گئی وہ اس پر بیٹھ گیاز اس کے دوسرے اساتھی اپنی عصاؤں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔

بریہہ نے کہا: ’’مسلمانوں میں کوئی ایسا مشہور عالم علم کلام نہیں ہے جس سے میں نے مذہب عیسائی کی حقانیت کے بارے میں بحث نہ کی ہو مگر ان میں میں نے ایسی چیز نہیں پایا جس سے میں شکست کھا جاؤں اب میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ اسلام کی حقانیت کے بارے میں تجھ سے مناظرہ کروں۔‘‘

یونس نے ہشام اور جاثلیق کے درمیان ہونے والے پورے مناظرے کی تفصیل بیان کرنے کے بعد کہا: ’’تمام نصرانی ادھر ادھر بکھر گئے۔ وہ آپس میں کہہ رہے تھے ’اے کاش ہم ہشام کے سامنے نہ آئے ہوتے‘‘۔بریہہ بھی اس واقعے کے بعد بہت غم زدہ ہوا وہ اپنے گھر واپس آیا اور جو عورت اس کی خدمت کرتی تھی اس نے اس سے کہا: ’’کیا وجہ ہے کہ میں تجھے غمگین و پریشان دیکھ رہی ہوں؟‘‘

بریہہ نے ہشام کے ساتھ ہوئے مناظرے کی تفصیل اسے بتادی اور کہا کہ میرے غم زدہ ہونے کی وجہ یہی ہے۔

اس عورت نے بریہہ سے کہا: ’’وائے ہو تم پر تم حق پر رہنا چاہتے ہو یا باطل پر؟‘‘

بریہہ نے جواب دیا: ’’میں حق پر رہنا چاہتا ہوں۔‘‘

اس عورت نے کہا: ’’تمہیں جہاں بھی حق نظر آئے وہیں چلے جاؤ اور ہٹ دھرمی سے دور رہو کیونکہ یہ ایک طرح کا شک ہے اور شک بہت ہی بری چیز ہے اور شک کرنے والے جہنمی ہوتے ہیں۔‘‘

بریہہ نے اس عورت کی بات کو قبول کر لیا اور یہ ارادہ کر لیا کہ صبح ہوتے ہی ہشام کے پاس جائے گا۔ صبح ہوتے ہی وہ ہشام کے پاس پہنچ گیا اس نے دیکھا کہ ہشام کا کوئی ساتھی موجود نہیں ہے اس نے کہا: ’’اے ہشام! کیا تمہاری نظر میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی رائے کو تم بہتر جانتے ہو اور جس کی تم پیروی کر سکو؟‘‘

ہشام نے کہا: ’’ہا اے بریہہ‘‘

بریہہ نے اس شخص کے اوصاف کے متعلق پوچھا اور ہشام نے امام صادق﷣ کے اوصاف بتا دیے بریہہ امام صادق ﷣ سے ملاقات کا مشتاق ہو گیا لہٰذا ہشام کے ساتھ اس نے عراق سے مدینہ کا سفر اختیار کیا وہ خادمہ بھی ان کے ساتھ تھی ان کا رادہ تو یہ تھا کہ امام صادق﷣ سے ملاقات کریں مگر آپ کے گھر کی دالان ہی میں امام موسیٰ کاظم﷣ سے ملاقات ہوگئی۔

’’ثاقب المناقب‘‘ کی روایت کے مطابق ہشام نے ان کو سلام کیا بریہہ نے بھی ان کی تقلید میں آپ کو سلام کیا اس کے بعد امام جعفر صادق﷣ کی خدمت میں حاضر ہونے کی علت بتائی امام کاظم اس وقت بہت کم عمر تھے (شیخ صدوق کی روایت کے مطابق ہشام نے بریہہ کی پوری داستان امام کاظم﷣ کو سنادی)

### امام موسیٰ کاظم﷣ سے جاثلیق کی گفتگو

امام کاظم﷣ : ’’اے بریہہ تو اپنی کتاب انجیل کے بارے میں کس حدتک معلومات رکھتا ہے؟‘‘

بریہہ: ’’میں اپنے کتاب سے پوری طرح آگاہ ہو۔‘‘

امام کاظم﷣ : ’’اس کے باطنی معنی پر کتنا اعتماد رکھتا ہے؟‘‘

بریہہ: ’’اتناہی جتنا مجھے اس پر عبور ہے۔‘‘

امام کاظم﷣ نے انجیل کی آیتں کو پڑھنا شروع کردیا۔

بریہہ امام سے اتنا مرعوب ہو گیا کہ وہ کہنے لگا: ’’جناب مسیح آپ کی طرح انجیل کی تلاوت کیا کرتے تھے اس طرح کی تلاوت جناب عیسیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کرتا۔‘‘ اس کے بعد بریہہ نے امام کاظم﷣ کی طرف رخ کر کے عرض کیا: ’’میں پچاس سال سے آپ یا آپ جیسے کسی کی تلاش میں تھا۔‘‘ اس کے بعد بریہہ وہیں مسلمان ہو گیا اور اس کے بعد بھی وہ راہ اسلام پر بڑے استحکام کے ساتھ ڈٹا رہا اس کے بعد ہشام بریہہ کو اس عورت کے ساتھ لیکر امام صادق﷣ کی خدمت میں پہنچے اور ہشام نے پوری بات آپ کو بتائی اور اس خادمہ اور بریہہ کے مسلمان ہو نے کا واقعہ بھی آپ کو سنا دیا۔

امام صداق﷣ نے فرمایا: ’’وہ لوگ ایسے فرزندان تھے جو ایک دوسرے سے لئے گئے تھے اور خدا سمیع و علیم ہے۔‘‘**[[57]](#footnote-57)**؎

### بریہہ کی امام صادق﷣ کے ساتھ گفتگو

بریہہ: ’’میں آپ پر فدا ہوں توریت و انجیل اور دوسرے پیغمبروں کی کتا بیں آپ کے پاس کیسے اور کہاں سے آئیں؟‘‘

امام صادق﷣ : ’’یہ کتابیں ان کی طرف سے ہمیں وراثت میں ملی ہیں اور ہم ان لوگوں کی طرح ہی ان کتابوں کی تلاوت کرتے ہیں خداوند عالم اس دنیا میں کسی ایسے کو اپنی حجت قرار نہیں دیتا کہ جب اس سے پوچھا جائے تو وہ یہ کہے ’میں نہیں جانتا‘۔‘‘

اس کے بعد بریہہ امام جعفر صادق﷣ اور ان کے اصحاب کے ساتھ ہی رہنے لگا اور آخر کار امام صادق﷣ کے زمانے میں وفات پاگیا امام صادق﷣ نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے غسل و کفن دیا اور خودہی اسے قبر میں لٹا کر فرمایا:

ہذا حواری من حورای المسیح ؑ یعرف حق اللہ علیہ

یہ جناب عیسیٰ کے حورایوں میں سے ایک تھا جو اپنے اوپر اللہ کے حق کو پہنچانتا تھا۔

امام صادق﷣ کے اکثر اصحاب یہ آرزو کرتے تھے کہ اس کی طرح بلند مقام کے حامل ہو جائیں۔[[58]](#footnote-58)؎

## ۲۴۔ امام کاظم﷣ کے سامنے ابو یوسف کی بے بسی

مہدی عباسی بنی عباس کا تیسرا خلیفہ ایک دن امام موسیٰ کاظم﷣ کی خدمت میں بیٹہا ہوا تھا۔ ابو یوسف بھی (جو اہل بیت ﷨ کا مخالف تھا) اس بزم میں حاضر تھا۔ اس نے مہدی عباسی کی طرف رخ کر کے کہا کہ مجھے موسیٰ بن جعفر﷣ سے چند سوال کرنے کی اجازت دیجئے تاکہ میرے سوال کے جواب نہ دینے کی وجہ سے وہ مجبور و لاچار ہو جائیں۔

مہدی عباسی نے کہا: ’’میں اجازت دیتا ہوں۔‘‘

ابو یوسف نے امام کاظم﷣ سے کہا: ’’اجازت ہے کہ میں ایک سوال کروں؟‘‘

امام﷣ نے فرمایا: ’’سوال کر‘‘

ابو یوسف نے کہا: ’’جس نے حج کا احرام باندھ رکھا ہو آیا اس کا سایے میں چلنا جائز ہے؟‘‘

امام﷣ نے کہا: ’’جائز نہیں ہے۔‘‘

ابو یوسف نے کہا: ’’اگر کسی محرم نے زمین میں خیمہ نصب رکھا ہو تو کیا اس میں اس جانا جائزہ ہے؟‘‘

امام﷣ نے فرمایا: ’’ہاں جائز ہے۔‘‘

ابو یوسف نے کہا: ’’ان دونوں سایوں میں کیا فرق ہے کہ پہلے والے میں جائز نہیں اور دوسرے والے میں جائز ہے؟‘‘

امام کاظم﷣ نے اس سے فرمایا: ’’عورت پر اپنی ماہواری کے زمانے میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کرنا واجب ہے؟‘‘

ابو یوسف نے کہا: ’’نہیں‘‘

امام﷣ نے فرمایا: ’’کیا عورت پر عادت کے زمانہ میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا ہے؟‘‘

ابو یوسف نے کہا: ’’ہاں‘‘

امام﷣ نے فرمایا: ’’اب تویہ بتا کہ ان دونوں کے درمیان کیا فرق ہے کہ پہلے میں عورت پر قضا نہیں واجب ہے اور دوسرے میں قضا واجب ہے؟‘‘

ابو یوسف نے کہا: ’’احکام میں اسی طرح آیا ہے۔‘‘

امام﷣ نے فرمایا: ’’حج کے زمانے میں احرام باندھ لینے والے کے لئے بھی اسی طرح کا حکم آیا ہے جیسا کہ میں نے بتایا مسائل شرعیہ میں قیاس درست نہیں ہے۔‘‘

ابو یوسف اس جواب سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ مہدی عباسی نے اس سے کہا: ’’تو انہیں شکست دینا چاہتا تھا مگر کامیاب نہ ہو پایا۔‘‘

ابو یوسف نے کہا: ’’رمانی بحجر دامغ موسیٰ بن جعفر نے مجھے ہلاکت خیز پتھر سے قتل کر دیا جس کی وجہ سے میں بے بس لاچار ہو گیا۔[[59]](#footnote-59)؎

## ۲۵۔ امام کاظم﷣ کا ہارون کے ساتھ مناظرہ

ہارون رشید خلفا بنی عباس میں سے پانچواں خلیفہ تھا۔ امام کاظم﷣ کے ساتھ ایک گفتگو کے دوران اس نے امام﷣ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: آپ نے خاص و عام میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ آپ پیغمبرﷺ کی اولاد ہیں جبکہ آنحضرتؐ کے کوئی بیٹاہی نہیں تھا جس کے ذریعہ ان کی نسل آگے بڑھتی۔ اس کے ساتھ ہی آپ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ نسل ہمیشہ بیٹے کی طرف سے آگے بڑھتی ہے اور آپ لوگ ان کی بیٹی کی اولاد میں سے ہیں۔

امام کاظم﷣ : ’’اگر پیغمبر ﷺ ابہی ابہی حاضر ہو جائیں اور تیری لڑکی سے شادی کرنا چاہیں تو کیا تو انہیں مثبت جواب دے گا؟‘‘

ہارون: ’’میں مثبت جواب نہ دوں گا۔‘‘ بلکہ ان سے رشتہ جوڑ کر میں عرب و عجم کے درمیان فخر کروں گا۔

امام موسیٰ کاظم﷣ : ’’لیکن پیغمبر ﷺ میری بیٹی کو پیغام نہیں دیں گے اور میں اپنی لڑکی کو ان کی زوجہ نہیں بنا سکتا۔‘‘

ہارون: ’’کیوں‘‘

امام موسیٰ کاظم﷣ : ’’اس لئے کہ میری ولادت پیغمبر اکرم ﷺ کے سبب سے ہے (کیونکہ میں ان کا نواسہ ہوں) لیکن تیری پیدائش میں وہ سبب نہیں بنے ہیں۔‘‘

ہارون: ’’واہ! بہت اچہا جواب ہے اب میرا یہ سوال ہے کہ آپ لوگ کیوں خود کو پیغمبر اکرم کی ذریت سے کہتے ہو جبکہ پیغمبر ﷺ کے کوئی نسل ہی نہیں تھی کونکہ نسل لڑکے سے چلتی ہے نہ کہ لڑکی سے اور پیغمبر اکرم ﷺ کے کوئی لڑکا نہیں تھا اور آپ ان کی لڑکی حضرت زہرا ﷥ سے ہیں اور حضرت زہرا ﷥ کی نسل پیغمبر ﷺ کی نہیں ہو گی۔

امام کاظم﷣ : ’’کیا میں جواب دوں؟‘‘

ہارون: ’’ہاں‘‘

امام کاظم﷣ : ’’خداوند متعال قرآن مجید میں سورہ انعام کی ۸۴ ویں اور ۸۵ ویں آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

اور اس کی ذریت سے داود، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون ہیں اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزادیا کرتے ہیں اور اسی طرح زکر یا ویحییٰ و عیسیٰ الیاس یہ سب صلحا میں سے تھے۔

اب میں تم یہ پوچھتا ہوں کہ جناب عیسیٰ﷣ کا کون باپ تھا؟

ہارون ’’جناب عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں تھا۔‘‘

امام کاظم﷣ : جس طرح خداوند متعال نے آیت مذکورہ میں جناب عیسیٰ کو ماں کی طرف سے پیغمبروں کی ذریت میں قرار دیا ہے اسی طرح ہم بھی اپنی ماں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طرف سے پیغمبر ﷺ کی ذریت میں شامل ہیں۔

اس کے بعد آپ ﷣نے فرمایا: آیا میں اپنی دلیل اور آگے بڑھاوں؟

ہارون نے کہا: ’’ہاں بڑھائیے‘‘

امام موسیٰ کاظم﷣ : خداوند متعال (مباہلہ کے متعلق) فرماتا ہے۔

اب تمہارے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر کوئی (نصاری) کٹ حجتی کرے تو ان سے کہہ دو کہ آئیں ہم اپنے بیٹوں کو لئے آئیں تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنے عورتوں کو لے آئیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو لے آئیں تم اپنے نفسوں کو۔ پھر مباہلہ کر کے جھوٹوں پر لعنت کریں۔ [[60]](#footnote-60)؎

اس کے بعد امام﷣ نے فرمایا: آج تک کسی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ آپ نے مباہلہ کے وقت حضرت علی، جناب زہرا، امام حسین اور امام ﷨ کی علاوہ انصار یا مہاجرین میں سے بھی کسی کو ساتھ لیا ہو۔ اس واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ’’انفسنا‘‘ سے مراد حضرت علی﷣ ہیں اور ’’ابنائنا‘‘ امام حسن اور امام حسین﷦ ہیں۔ خداوند متعال نے حسنین ﷦ کو رسول اللہ ﷺ نے بیٹے کہ کریاد کیا ہے۔

ہارون نے امام موسیٰ کاظم﷣ کی واضح دلیل قبول کرلی اور اس نے آپ کی بڑی تعریفیں بھی کیں۔[[61]](#footnote-61)؎

## ۲۶۔ امام رضا﷣ کا ابو قرۃ سے مناظرہ

ابو قرہ (اسقف اعظم کے دوستوں میں تھا) امام رضا ﷣ کی خبر پردازوں میں تھا۔

امام رضا ﷣کے ایک شاگر و صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں کہ ابو قرہ نے مجھے سے خواہش کی کہ میں اسے امام رضا﷣ کی خدمت میں لے جاؤں۔ میں نے امام رضا﷣ سے اجازت لی، آپ نے اجازدے دی۔ ابو قرہ نے امام رضا﷣ کی خدمت میں پہنچ کر احکام دین، حلال و حرام کے سلسلے میں چند سوالات کیے۔ یہ سوال طول پکڑتے پکڑتے مسئلہ توحید تک پہنچے گئے جس کے بارے میں ابو قرہ نے اس طرح سوال کیا۔

مجھ سے کچھ لوگوں نے روایت کی ہے کہ خداوند متعال نے اپنا دیدار اور اپنی بات چیت کو دو پیغمبروں کے درمیان تقسیم کر رکھا ہے (یعنی خداوند عالم نے دو پیغمبروں کا انتخاب کیا ہے تاکہ ایک سے گفتگو کرے اور دوسرے کو اپنا دیدار کرائے۔) لہٰذا اس نے ہم کلام ہونے کا مرتبہ جناب موسیٰ﷣ کو دیا اور اپنے دیدار کا رتبہ اور منزلت حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمایا۔ اس بنا پر تو خدا ایک ایسا وجود رکھتا ہے جسے دیکھا جا سکتا ہے۔

امام رضا﷣ : ’’اگر اس طرح ہوتو بس جس پیغمبر نے و انس کو یہ بتایا ہے کہ آنکھیں خدا کو دیکھ نہیں سکتی ہے اور اپنے مخلوقات کے سلسلے میں جو اسے آگاہی ہے اس کا احاطہ کرنا اور اس کی ذات کو سمجھنا کسی کے بس میں نہیں ہے وہ اپنا شبیہ اور مثل نہیں رکھتا ہے وہ کون پیغمبر تھا؟ کیا محمد ﷺ کی ذات گرامی نے اس طرح نہیں فرمایا؟‘‘

ابو قرہ: ’’ہان انہوں نے ایسا ہی فرمایا۔‘‘

امام﷣ : اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ لوگوں کے لئے خدا کی طرف سے آیا ہو اور لوگوں کو دعوت حق دے اور لوگوں سے کہے کہ یہ آنکھیں اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ خدا کو دیکھ سکیں اور اپنی مخلوقات کے سلسلے میں وہ جو آگاہی رکھتا ہے اسے درک کر سکیں، اس کا کوئی شبیہ نہیں اور اس کے بعد خود وہی پیغمبر یہ کہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے خدا کو دیکھا ہے اور اس کے احاطہ علمی کو درک کیا ہے وہ انسان کی طرح دیکھا جاسکتا ہے کیا تجھے شرم نہیں محسوس ہوتی؟

بے دین اور ٹیڑھے دل والے افراد بھی اس طرح کی کوئی نسبت رسول خدا ﷺ کو نہیں دے سکے کہ پہلے انھوں نے اس طرح فرمایا اور اس کے اس کے برعکس کہنے لگے۔

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى

اور رسول خدا نے خدا کو دوبارہ دیکھا۔

امام﷣ : اسی جگہ سورہ نجم کی ۱۱؍ویں آیت بھی ہے جس میں پیغمبر اکرم نے جو دیکھا ہے اسے بیان کیا ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى

ان کے دل نے جو کچھ دیکھا اسے کبھی نہیں جھٹلایا

اور اسی سورہ میں خداوند متعال نے اس چیز کا بھی پتہ بتا دیا جسے پیغمبر اکرم نے دیکھا تھا۔

لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

ان تمام چیزوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو کچھ بھی پیغمبر اکرم ﷺ نے دیکھا ہے وہ ذات خدا کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ اسی طرح خداوند عال (سورہ طٰہٰ کی ۱۱۰؍ ویں آیت میں) ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِهٖ عِلْمًا

وہ خداوند عالم سے آگاہی نہیں رکھتے۔

اس بنا پر اگر آنکھیں خدا کو دیکھ سکتی ہیں اور سمجھ سکتی ہیں تو اس کے آگاہی اور علم کا احاطہ بھی کر سکتی ہیں (جبکہ آیت مذکورہ میں یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کے علم و آگاہی کا اجاطہ نا ممکن ہے)

ابو قرہ: ’’تو تم ان روایتوں کی تکذیب کر رہے ہو جن میں یہ کہا گیا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے خدا کو دیکھا ہے؟‘‘

امام﷣ : اگر روایتیں قرآن کے خلاف ہوں گی تو میں ان کی تکذیب کروں گا اور تمام مسلمان جس رائے پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ نہ اس کے علم و آگاہی کا کوئی احاطہ کرسکتا ہے اور نہ ہی آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہے وہ کسی بھی چیز سے شباہت نہیں رکھتا۔**[[62]](#footnote-62)**؎

صفوان کا یہ بھی کہنا ہے کہ امام رضا ﷣ سے ملنے کی اجازت کے لئے ابو قرہ نے مجھے واسطہ قرار دیا اور اجازت ملنے کے وہ وہاں پہنچ کر حرام اور حلال کے سلسلے میں چنے ایسے سوالات پیش کئے کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ابو قرہ نے پوچھ لیا ’’آیا آپ اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ خدا محمول ہے؟‘‘

امام﷣ : محمول اس کو کہتے ہیں کہ جس پر کوئی فعل حمل ہوا ہو اور اس حمل کی نسبت کسی دوسرے کی طرف دی گئی ہو اور محمول ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی نقص اور دوسرے کے سہارے کے ہوتے ہیں جسے نسبت کہا جاتا ہے مثلاً تم کہتے ہو زیر، زبر اوپر نیچے جس میں زبر اور اوپر کا لفظ قابل تعریف اور اچھا سمجھا جاتا ہے اور زیر اور نیچے کا لفظ ناقص سمجھا جاتا ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ خداوند متعال قبال تغیر ہو۔ خدا خود حامل یعنی تمام چیزوں کی نگہداشت کرنے والا ہے اور لفظ محمول بغیر کسی کے سہارے کے کوئی معنی و مغہوم نہیں رکھتا (اس بنا پر اس کے لئے لفظ محمول مناسب نہیں ہے) اور جو شخص خد پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی عظمت کا قائل ہے اسے تم نے کبھی یہ نہ سنا ہو گا کہ وہ اللہ سے دعا کرتے وقت اسے ’’اے محمول کہہ کر پکار رہا ہو۔‘‘

ابو قرہ: ’’خداوند متعال قرآن کریم (کے سورہ حاقہ) میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ

اس دن آٹھ لوگ تمہارے پروردگار کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔

اور اسی طرح سورہ غافر کی ساتویں آیت میں فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ

جو لوگ عرش اٹھاتے ہیں۔

امام﷣ : عرش، خدا کا نام نہیں ہے بلکہ عرش علم اور قدرت کا نام ہے اور ایک ایسا عرش ہے کہ جس کے درمیان تمام چیزیں پائی جاتی ہیں اس کے بعد خداوند متعال نے حمل اور عرض کی نسبت اپنے علاوہ فرشتوں کی طرف دی ہے۔

ابو قرہ: ’’ایک روایت میں آیا ہے کہ جب بھی خداوند متعال غضبناک ہوتا ہے تو فرشتے اس کے غصے کے وزن کو اپنے کاندھوں پر محسوس کرتے ہیں اور سجدہ میں گر جاتے ہیں جب خدا کا غصہ ختم ہو جاتا ہے تو ان کے کاندھے ہلکے ہو جاتے ہیں اور اپنی عام حالت میں واپس آجاتے ہیں۔ کیا آپ اس روایت کی بھی تکذیب کریں گے۔‘‘

امام﷣ نے اس روایت کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

’’اے ابو قرہ! تو یہ بتا کہ جب خداوند عالم نے شیطان پر لعنت کی اور اپنے دربار سے اسے نکالا تب سے لیکر آج تک کیا خدا شیطان سے خوش ہوا ہے؟ (ہرگز اس سے خوش نہیں ہوا) بلکہ ہمیشہ شیطان اور اس کے چاہنے والے اور اس کی پیروی کرنے والوں پر غضبناک ہی رہا ہے (اس طرح تیرے قول کے مطابق اس وقت سے لیکر آج تک تمام فرشتوں کو سجدہ کی جالت میں رہنا چاہیے جبکہ ایسا نہیں ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ عرش خدا کا نام نہیں ہے)۔ اس وقت تو کس طرح یہ جرائت کرتا ہے کہ اپنے پروردگار کو تغیر و تبدل جیسی صفتوں سے یاد کرے اور اسے مخلوق کی طرح مختلف حالات کا شکار ہوتا تصور کرے۔ وہ ان تمام چیزوں سے پاک و پاکیزہ ہے اس کی ذات ایک جیسی اور ناقابل تغیر و تبدل ہے، دنیا کی تمام چیزیں اس کے قبضے میں ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔[[63]](#footnote-63)؎

## ۲۷۔ امام رضا﷣ کا ایک منکر خدا سے مناظرہ

امام رضا﷣ کی خدمت میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک منکر وجود خدا آیا، آپ نے اس سے فرمایا:

اگر تو حق پر ہے (جبکہ ایسا نہیں ہے) تو اس صورت میں ہم اور تم دونوں برابر ہیں اور نماز، روزہ، حج، زکات اور رہمارا ایمان ہمیں کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا او اگر ہم حق پر ہیں (جبکہ ایساہی ہے) تو اس صورت میں ہم کامیاب ہیں اور تو گھاٹے میں ہے اور اس طرح تو ہلاکت میں ہوگا۔

منکر خدا: ’’مجھے یہ سمجھا ئیں کہ خدا کیا ہے؟ کہاں ہے؟‘‘

امام﷣ : ’’تجھ پر وائے ہو تو جس راستے پر چل رہا ہے یہ غلط ہے۔ خدا کو کیفیتوں سے مکیف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسی نے اشیاء میں کیف پیدا کیا ہے اور نہ ہی اسے مکان سے نسبت دی جاسکتی ہے کیونکہ اسے نے حقیقت مکان کو وجود بخشا ہے۔ اسی بنا پر خداوند متعال کو کیفیت اور مکان سے نہیں پہچانا جا سکتا اور نہ ہی وہ حواس سے محسوس کیا جاسکتا ہے اور نہ وہ کسی چیز کی شبیہ ہو سکتا ہے۔‘‘

منکر خدا: ’’اگر خداوند متعال کسی بھی حسی قوت سے درک نہیں کیا جا سکتا ہے تو وہ کوئی وجود نہیں ہے۔‘‘

امام﷣ : ’’وائے ہو تجھ پر تیری حسی قوتیں اسے درک کرنے سے عاجز ہوں تو اس کا انکار کر دیگا لیکن میں جبکہ میری بھی حسی قوتیں اسے درک کرنے سے عاجز ہیں، اس پر ایمان رکھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ وہ ہمارا پروردگار ہے اور وہ کسی کی شبیہ نہیں ہے۔‘‘

منکر خدا: ’’مجھے یہ بتائیں کہ خدا کب سے ہے؟‘‘

امام﷣ : تو یہ بتا کہ خدا کب نہیں تھا تاکہ میں تجھے یہ بتاؤں کے کہ خدا کب سے ہے؟

منکر خدا: ’’خدا کے وجود پر کیا دلیل ہے؟‘‘

امام﷣ : میں جب اپنے پیکر کی طرف نگاہ اٹھا تا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ اس کے طول و عرض میں میں کسی طرح کی کوئی کمی، بیشی نہیں کر سکتا اس سے اس کا نقصان دور نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے فوائد اس تک پہنچا سکتا ہوں اسی بات سے مجھے یقین ہو گیا کہ اس پیکر کا کوئی بنانے والا ہے اور اسی وجہ سے میں نے وجود صانع کا اقرار کیا۔ اس کے علاوہ بادل بنانا، ہواؤں کا چلانا، آفتاب و ماہتاب کو حرکت دینا، اس بات کی علامت ہے کہ ان کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ضرور ہے۔[[64]](#footnote-64)؎

## ۲۸۔ مشیت اور ارادہ کے معنی

یونس بن عبد الرحمن امام رضا﷣ کے شاگرد تھے ان کے زمانے میں ’’قضا و قدر‘‘ کی بڑی گرما گرم بحثیں ہوا کرتی تھیں لہٰذا یونس نے سوچا اس کے متعلق خود امام رضا ﷣ کی زبانی کچھ سننا چاہیے۔ یہ اسی مقصد کی تکمیل کے لئے امام رضا ﷣ کی خدمت میں آئے اور قضا و قدر کی بحث کے متعلق گفتگو کرنے لگے امام رضا﷣ نے فرمایا:’’اے یونس! قدر یہ کا عقیدہ قبول نہ کرو کیونکہ ان کا عقیدہ نہ تو دوزخیوں سے ملتا ہے اور نہ ہی شیطان سے اور نہ کسی اور سے‘‘**[[65]](#footnote-65)**؎

یونس: خدا کی قسم مجھے اس سلسلے میں قدریہ کا عقیدہ قبول نہیں ہے بلکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کے حکم اور ارادہ کے بغیر کوئی چیز وجود میں آتی ہی نہیں۔‘‘

امام﷣ : اے یونس! ایسا نہیں ہے۔ کیا تم مشیت خدا کا مطلب جانتے ہو؟

یونس: ’’نہیں۔‘‘

امام﷣ : مشیت خدا، لوح محفوظ ہے۔ کیا تم ارادہ کے مطلب جانتے ہو۔

یونس: ’’نہیں۔‘‘

امام﷣ : ارادہ یعنی وہ جو چاہے وہ ہوجائے۔ کیا تم قدر کے معنی جانتے ہو؟

یونس: ’’نہیں۔‘‘

امام﷣ : ’’قدر یعنی اندازہ، تخمیہ اور احاطہ ہے جیسے مدت حیات، موت کا عالم۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ ’’قضا کا مطلب ہے مضبوط بنانا اور عینی و واقعی قرار دینا۔

یونس، امام﷣ کی اس توضیح سے مطمئن اور خوش حال ہوکر چلنے کو تیار ہو گئے انہوں نے امام کے سر اقدس کا بوسہ لیتے ہوئے آپ سے چلنے کی اجازت چاہی اور کہا۔ ’’آپ نے میرے وہ مشکل حل کردی جس کے متعلق میں غفلت میں پڑاتھا۔‘‘[[66]](#footnote-66)؎

## ۲۴۔ مامون کا بنی عباس سے، امام جواد کی شان میں مناظرہ

شیخ مفید ﷫ کتاب ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ عباسی دور کا ساتواں خلیفہ مامون، امام جواد ﷣ پر فریفۃ ہو گیا تھا کیونکہ اس نے امام کے علم و فضل اور کمال کا مشاہدہ ان کے بچپنے میں ہی کر لیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جو علم و کمال امام کی ذات میں پائے جاتے ہیں ہ اس دور کے بڑے بڑے علماء اور دانشوروں میں دکھائی نہیں پڑتے۔

انہیں کمالات کی بناپر مامون نے اپنی لڑکی (ام الفضل) کی شادی آپ سے کردی اور مامون نے امام کو بڑی شان و شوکت سے مدینے کی طرف روانہ کیا۔ حسن بن محمد سلیمانی، ریان بن شبیب سے روایت کرتے ہیں کہ جب مامون نے چاہا کہ اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی امام جواد ﷣ سے کرے اور یہ بات بنی عباس کے کانوں تک پہنچی تو انہیں یہ بات بہت گراں محسوس ہوئی اور وہ مامون کے اس ارادے سے بہت نارضا ہوئے انہیں اس بات کا خوف لا حق ہو گیا کہ ولیعہدی کا منصب کہیں بنی ہاشم کے ہاتھوں میں نہ چلا جائے۔

اسی وجہ سے بنی عباس کے تمام افراد نے ایک جگہ جمع ہو کر مامون سے کہا۔ ’’اے امیر المومنین ہم لوگ تجھے خدا کی قسم دیتے ہیں کہ تو نے جو ام الفضل کی شادی، امام جواد ﷣ سے کرنے کا ارادہ کیا ہے اسے ترک کر دے ورنہ اس چیز کا امکان پایا جاتا ہے کہ خداوند متعال نے جو ہمیں منصب و تخت و تاج عنایت فرمایا ہے وہ ہمارے ہاتھ سے چلا جائے اور جو مقام و منزلت اور عزت و حشمت کا لباس ہمارے تن پر ہے وہ اتر جائے کیونکہ خاندان بنی ہاشم سے ہمارے آباء و اجداد کی دشمنی سے تو اچھی طرح واقف ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ گزشتہ تمام خلفاء نے انہیں شہر بدر کیا اور انہیں ہمیشہ جھوٹا سمجھتے رہے اس کے علاوہ تونے جو حرکت امام رضا کے ساتھ کی تھی اس سے ہمیں بہت تشویش ہوئی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس سے بچالیا تجھے خدا کی قسم ہے کہ تو اپنے اس عمل میں ذرا غور و فکر کر جس نے ہمارے دلوں میں تکلیف پیدا کردی ہے تو اس ارادے سے باز آجا اور ام الفضل کا رشتہ خاندان بنی عباس کے کسی مناسب فرد سے کردے۔‘‘

مامون نے بنی عباس کے اعتراض کے جواب میں کہا: ’’تمہارے اور ابو طالب کے بیٹوں کے درمیان کینہ پروری اور دشمنی کی وجہ خود تم لوگ ہو اگر انہیں انصاف سے ان کا حق دے دو تو اس منصب خلافت کے وہی حقدار ہوتے ہیں لیکن جیسا کہ تم نے بیان کیا کہ ہمارے گزشتہ خلفاء نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا میں ایسے کاموں سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں خدا کی قسم جو بھی میں نے امام رضا﷣ کی ولیعہدی کے لئے کیا تھا اس پر میں ذرا بھی پشیمان نہیں ہوں۔ میں نے تو یہی چاہا تھا کہ وہ خلافت کے امور کو سنبھال لیں مگر خود انہوں نے ہی اسے قبول نہیں کیا اس کے بعد خدا نے کیا کیا یہ تم لوگوں نے خود دیکھا۔ لیکن جس وجہ سے میں نے امام جواد ﷣ کو اپنا داماد بنانا چاہا ہے وہ ان کا بچپنے کا علم و فضل ہے وہ تمام لوگوں سے افضل و برتر ہیں اور ان کی عقل کی بلندی اس عمر میں بھی تعجب خیز ہے میں تو یہ سوچتا ہوں کہ میری نظروں نے جو دیکھا ہے اس کا تم لوگوں نے بھی مشاہدہ کیا ہے اور جلدی جلدی ہی تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا کہ میں نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے وہی درست ہے۔‘‘

ان لوگوں نے مامون کے جواب میں کہا: ’’بیشک اس کم عمر نوجوان کی رفتار اور کردار نے تجھے تعجب میں ڈال دیا ہے اور اس طرح اس نے تجھے اپنا گرویدہ بنالیا ہے لیکن جو بھی ہو وہ ابھی بچہ ہے اس کا علم و ادراک ابھی کم ہے اسے کچھ دن چھوڑ دے تاکہ وہ با عقل اور علم دین میں ماہر ہو جائے اس کے بعد جو تیرا دل چاہے کرنا۔‘‘

مامون نے کہا: ’ۃتم لوگوں پر وائے ہو، میں اس جوان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور اسے بہت اچھی طرح سے پہنچانتا ہوں یہ جوان اس خاندان سے تعلق رکھتا ہے جو خدا کی طرف سے علم لے آتا ہے اور اس کا علم لا محدود ہے کیونکہ اس کے علم کا تعلق الہٰام سے ہوتا ہے اس کے تمام آباء و اجداد علم دین میں تمام لوگوں سے بے نیاز تھے اور دوسرے لوگ ان کے کمال کے سامنے بے حیثیت تھے اور ان کی ڈیوڑھی پر علم و کمال کے حصول کے لئے ہاتھ پھیلائے کھڑے رہتے تھے اگر تم میری باتوں کی تصدیق کرنا چاہتے ہو تو ان کا امتحان لے لو تاکہ تمہارے نزدیک بھی ان کا فضل و کمال واضح ہو جائے۔‘‘

ان لوگوں نے کہا : ’’یہ اچہا مشورہ ہے اور اس بات پر ہم خوش بھی ہیں کہ اس بچے کی آزمائش ہو جائے اب تو ہمیں اس بات کی اجازت دے کہ ہم کسی ایسے شخص کولے آئیں جو اس نوجوان سے مسائل شرعیہ کے بارے میں بحث و مناظرہ کر سکے وہ چند سوالات کرے گا اگر انہوں نے اس کے سوالات کے درست جواب دیے تو ہم تجھے اس کام سے ہرگز نہیں روکیں گے اور اس طرح تجھ پر اپنے، برائے کا فرق بھی واضح ہو جائے گا اور اگر یہ نوجوان جواب دینے سے قاصر رہا تو تجھے پتہ چل جائے گا کہ ہمارا یہ مشورہ مستقبل کے لئے کتنا سود مند ہے۔‘‘

مامون نے کہا: ’’جہاں بھی تم چاہو ان کا امتحان لے سکتے ہو میری طرف سے یہ اجازت ہے۔‘‘

وہ لوگ مامون کے پاس سے چلے گئے اور بعد میں سب نے مل کر یہ پیش کش پاس کردی کہ مشہور زمانہ عالم اور قاضی یحییٰ بن اکثم کو امام کے مقابل لا یا جائے۔

### امام جواد﷣ میدان علم و دانش کے مجاہد

وہ سارے کے سارے معترضین یحییٰ بن اکثم کے پاس گئے اور اسے ڈھیروں دولت کا لالچ دیکر امام ﷣ سے مناظرہ کرنے پر آمادہ کر لیا۔

ادھر کچھ لوگ مامون کے پاس تاریخ معین کرنے پہنچ گئے، مامون نے تاریخ معین کردی، معین دن اس دور کے بڑے بڑے علما ء یحییٰ بن اکثم کے ساتھ موجود تھے۔ مامون کے حکم کے مطابق امام جواد کے لئے مسند بچھائی گئی اور تھوڑی ہی دیر بعد امام ﷣ تشریف لے آئے (اس وقت آپ کی عمر محض نو سال تھی) مامون کی مسند بھی آپ کے بالکل قریب بچھی تھے وہ اس پر آکر بیتھ گیا اور دوسروں کو جہاں جگہ ملی بیٹھ گئے۔ یحییٰ بن اکثم نے مامون کی طرف رخ کر کے کہا۔ ’’اے امیر المومنین! کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں ابو جعفر سے سوال کروں؟‘‘

مامون: ’’خود ان سے اجازت لو۔‘‘

یحییٰ بن اکثم نے آپ کی طرف مڑ کر کہا: ’’میں آپ پر قربان ہو جاءں کیا مجھے سوال کرنے کی اجازت ہے؟‘‘

امام جواد﷣ نے اس سے کہا : ’’پوچھو‘‘۔

یحییٰ: اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرما تے ہیں جس نے حالت احرام میں شکار کیا ہو؟

امام﷣ :آیا حرم میں قتل کیا ہے یا حرم سے باہر؟ وہ مسئلے اور حکم سے آگاہ تھا یا نہیں؟ جان بوجھ کر قتل کیا یا بھول کر؟ پہلی دفعہ تھا یا اس سے پہلے بھی چند دفع ایسا کر چکا تھا؟ وہ شکار پرندہ تھا یا اس کے علاوہ کچھ اور؟ وہ شکار چھوٹا تھا یا بڑا اور ساتھ ساتھ اس کام میں وہ بے باک تھا یا پشیمان؟ دن میں تھا یا رات میں؟ احرام عمرہ میں تھا یا احرام حج میں؟ (ان بیس قسموں میں سے کون سی قسم تھی کیونکہ ان سب کا حکم الگ الگ ہے)

یحییٰ ان سوالات کے سامنے حیرت زدہ رہ گیا اور اس کی بے بسی اور لاچاری کی کیفیت چہرہ سے ظاہر ہونے لگی، اس کی زبان لکنت کرنے لگی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر تمام کے تمام لوگوں نے امام جواد﷣ کے سامنے اسے بے بس اور لاچار سمجھ لیا۔

مامون نے کہا: ’’خداوند عالم کی اس نعمت پر شکر ادا کرتا ہوں کہ جو میں نے سوچ رکھا تھا وہی ہوا اس کے بعد اس نے تمام خاندان کے افراد کی طرف رخ کر کے کہا: ’’دیکھا جو تم لوگ نہیں مانتے تھے۔‘‘ اس کے بعد امام جواد ﷣ کا نکاح مامون کی بیٹی سے ہوگیا۔[[67]](#footnote-67)؎

## ۳۰۔ ایک مناظہر جس نے عراقی فلسفی کی حالت متغیر کردی

اسحاق کندی جو کافر تھا عراق کا بہت بڑا عالم اور فلسفی مانا جاتا تھا۔ اس نے قرآن کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ بعض آیتیں بعض کے خلاف ہیں تو اس نے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جس میں تناقص قرآن کو جمع کر دیا گیا ہو۔ اس نے یہ کام شروع کردیا۔

اس کا ایک شاگرد امام حسن عسکری﷣ کی خدمت میں پہنچا تو امام نے اس سے فرمایا: ’’کیا تمہارے درمیان کوئی عاقل و باشعور شخص نہیں ہے جو اسحق کو اس کے اس کام سے باز کھے؟‘‘

شاگرد نے کہا: ’’میں اس کا شاگردہ ہوں اسے اس کام سے کیسے باز رکھ سکتا ہوں۔‘‘

امام حسن عسکری﷣ نے فرمایا:’’میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جسے تم اسحاق کندی کے پاس جاکر کہہ دینا۔ تم اس کے پاس جاؤ اور چند دن تک اس کے اس کام میں اس کی مدد کرتے رہو جب وہ تمہیں اپنا قریبی دوست سمجھ لے اور تم سے مانوس ہوجائے تو اس سے کہو کہ میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں وہ کہے گا ’’پوچھو‘‘ تو تم اس سے کہنا ’’اگر قرآن کا بھیجنے والا تمہارے پاس آئے اور آکر کہے کہ جس آیت کا جو معنی تم نے مراد لیا ہے اس کے علاوہ اس کے معنی کچھ اور ہیں۔‘‘ اسحق کندی کہے گا’’ہاں یہ امکان پایا جاتا ہے۔‘‘ تب تم اس سے کہنا کہ تمہیں کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے جو معنی تم نے سمجھے ہیں خدا نے اس کے علاوہ کوئی دوسرا معنی مراد لیا ہو۔‘‘

شاگرد اسحق کندی کے پاس پہنچا اور کچھ دن تک اس کی کتاب کی تالیف میں اس کی مدد کرتا رہا یہاں تک کہ امام عسکری﷣ کی حکم کے مطابق اس نے اسحق کندی سے کہا: ’’آیا اس بات کا امکان ہے کہ خداوند متعال نے اس معنی کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب مراد لیا ہو جو تم نے سمجھ رکھا ہے؟‘‘

استاد نے کہا: ’’ہاں ممکن ہے کہ خداوند متعال ظاہری معنی سے ہٹ کر کوئی اور معنی مراد لیے ہوں۔ ’’اس کے بعد اس نے شاگرد سے کہا ’’یہ بات تجھے کس نے بتائی؟‘‘

شادردنے کہا: ’’یوں ہی میرے دل میں یہ سوال پیدا ہو گیا تھا۔‘‘

اس نے کہا: ’’یہ بہت ہی معیاری اور پائے کا کلام ہے۔ ابھی تو وہاں تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ سچ بتا یہ کس کا کلام ہے؟‘‘

شاگرد نے کہا: ’’یہ بات میں نے امام حسن عسکری ﷣ سے سنی ہے۔‘‘

استاد نے کہا: ’’ہاں اب تونے صحیح کہا۔ اس طرح کی باتیں اس خاندان کے علاوہ کہیں اور کا کوئی فرد نہیں کر سکتا۔‘‘

اس کے بعد اسحق کندی نے آگ منگوا کر وہ ساری چیزیں جلاڈالیں جو اس نے تناقص قرآن کے متعلق لکھ رکھی تھیں۔[[68]](#footnote-68)؎

دوسرا حصہ

علماء اسلام - عظیم اسلامی شخصیتوں اور دانشوروں کے مناظرے

اسلام کی عظیم شخصیتوں کے مناظروں کے چند نمونے

## ۳۱۔ ایک ہوشیار عورت کا سبط بن جوزی سے مناظرہ

سبط بن جوزی اہل سنت کا ایک بہت ہی مشہور و معروف عالم تھا اس نے بہت ہی اہم اہم کتابیں لکھی ہیں یہ بغداد کی مسجدوں میں وعظ کیا کرتا تھا اور لوگوں کی تبلیغ کرتا تھا ۱۲؍ رمضان المبارک ۵۹۸؁ھ کو اس کی وفات ہوئی۔[[69]](#footnote-69)؎

حضرت علی﷣ کی مشہور فضیلتوں میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ اکثر بھرے مجمع میں ’’سلونی قبل ان تفقدونی‘‘ کہا کرتے تھے۔ اس طرح کی باتیں آپ اور دوسرے معصوم ائمہ ﷨ سے مخصوص ہیں ان کے علاوہ جس نے بھی اس طا دعوی کیا وہ ذلیل ہوا۔ اب آپ ایک باہمت عورت کا سبط ابن جوزی کے ساتھ مناظہر ملاحظہ فرمائیں۔

ایک دن منبر پر جانے کے بعد سبط ابن جوزی نے بھی دعوائے سلونی کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ اے لوگو! تمہیں جو کچھ بھی پوچھنا ہے پوچھ قبل اس کے میں تمہارے درمیان نہ رہوں۔ ’’منبر کے نیچے بہت سے شیعہ سنی مرد اور عورت بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سنتے ہی ان میں سے ایک عورت کھڑی ہوئی اور اس نے سبط بن جوزی سے اس طرح سوال کیا۔

’’مجھے یہ بتا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے کہ جب عثمان کو قتل کر دیا گیا تو ان کا جنازہ تین دن تک پڑا رہا اور کوئی بھی انہیں دفن کرنے نہ آیا؟‘‘

سبط: ’’ہاں ایساہی ہے۔‘‘

عورت: ’’کیا یہ بھی صحیح ہے کہ جناب سلمان علیہ الرحمۃ نے مدائن میں جب وفات پائی تو حضرت علی﷣ مدینے سے مدائن گئے اور آپ نے ان کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی؟‘‘

سبط: ’’ہاں صحیح ہے۔‘‘

عورت: ’’اسی طرح علی﷣ عثمان کی وفات کے بعد کیوں نہیں ان کے جنازے پر گئے جبکہ وہ خود مدینے میں موجود تھے اس طرح دوہی صورت رہ جاتی ہے یا تو حضرت علی ﷣ نے غلطی کی جو ایک مومن کی لاش تین دن تک پڑی رہی اور آپ گھر ہی بیٹھے رہے یا پھر عثمان غیر مومن تھے جس کی وجہ سے حضرت علی﷣ نے ان کی تجہیز و تکفین میں کسی طرح کا کوئی حصہ نہیں لیا اور اپنے عمل کو اپنے لئے درست سمجھا۔ ((یہاں تک کہ انہیں تین روز بعد مخفی طور پر قبرستان بقیع کے پیچھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا جیسا کہ طبری نے اپنی تاریخ میں یہ ذکر کیا ہے ج ۹، ص ۱۴۳)

سبط ابن جوزی، اس عورت کے اس سوال کے آگے بے بس ہو گیا کیونکہ اس نے دیکھا کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک کو بھی خطا کر ٹھہرائے گا تو یہ بات خلاف عقیدہ ہوجائے گی کیونکہ اس کے نزدیک دونوں خلیفہ حق پر تھے لہٰذا اس نے اس عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

’’اے عورت! تیرا برا ہو، اگر تو اپن شوہر کی اجازت سے گھر کے بہر آئی ہے تو خدا تیرے شوہر پر لعنت کرے اور اگر بغیر اجازت آئی ہے تو خدا تجھ پر لعنت کرے۔‘‘

اس ہوشمند عورت نے بڑی بے باکی سے جواب دیا۔

’’آیا عائشہ جنگ جمل میں مولائے کائنات علی ابن ابی طالب سے لڑنے، اپنے شوہر (رسول خدا) کی اجازت سے آئیں تھیں یا بغیر اجازت کے؟‘‘

یہ سوال سن کر سبط ابن جوزی کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے اور وہ گڑبڑا گیا کیونکہ اگر وہ یہ کہے کہ عائشہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ہی آئی تھیں تو عائشہ خطا کار ہوں گی اور اگر یہ کہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت سے باہر آئیں تھی تو علی ﷣ خطا کر ٹھرتے تھے۔ یہ دونوں صورت حال اس کے عقیدے کے خلاف تھیں لہٰذا وہ نہایت بے بسی کے عالم میں منبر سے اترا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔[[70]](#footnote-70)؎

## ۳۲۔ ایک وار میں تین سوالوں کے جواب

بہلول بن عمرو کوفی امام صادق اور امام طاظم ﷦ کے دور کے ایک زبردست بذلہ سنج عالم تھے انہوں نے ہارون کی طرف سے پیش کئے جانے والے عہدہ قضاوت سے جان چھڑانے کی لئے خود کو دیوانہ بنا لیا تھا۔ وہ مناظرہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور مخالف کے الٹے سیدھے اعتراضوں کا بڑی عمدگی سے جواب دیا کرتے تھے۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ ابو حنیفہ نے اپنے ایک درس میں کہا کہ جعفر بن محمد (امام صادق﷣ ) نے تین باتیں کہی لیکن میں ان میں سے کسی بھی بات کو قابل قبول نہیں سمجھتا وہ تین باتیں یہ ہیں:

۱۔ شیطان جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا۔ ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ خود آگ سے لہٰذا آگ اسے کیسے جلا سکتی ہے؟

۲۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا دکھائی نہیں دیتا۔ جبکہ جو چیز بھی موجود ہے اسے دکھائی دینا چاہیے۔

۳۔ بندگان جو کام انجام دیتے ہیں وہ اپنے اختیار و ارادے سے انجام دیتے ہیں۔ ان کی یہ بات بھی سرا سر احادیث و روایات کے خلاف ہے وہ تمام اس بات کا اظہار کرتی ہیں کہ بندوں کے تمام کام خدا کی طرف منسوب ہیں اور اس کے حکم کے بغیر کوئی کام انجام پذیر ہوہی نہیں سکتا۔

ایک دن وہ بہلول کو نظر آگیا انہوں نے زمین سے ایک ڈھیلا اٹھایا اور اس کی پیشانی پر مار دیا، ابو حنیفہ نے ہارون سے بہلول کی شکایت کی اور ہارون نے بہلول کو بلوا لیا اور ان کی سرزنش کرنے لگا تو آپ نے ابو حنیفہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

۱۔ تمہیں جو درد ہورہا ہے دکھاؤ ورنہ اپنے اس عقیدے کو خلط کہو جو تم یہ کہتے ہو کہ ہر موجود چیز کا دکھائی دینا ضروری ہے۔

۲۔ اسی طرح تمہارا یہ بھی کہنا ہے کہ کوئی چیز اپنی ہم جنس شئے کو نقصان نہیں پہنچاتی تو پھر تمہیں کیوں درد ہو رہا ہے جبکہ تم خود مٹی سے بنے ہوئے ہو؟

۳۔ تم تو یہ کہتے ہو کہ بندوں کے سارے کام خدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو پھر مجھ سے کیوں شکوہ کرتے ہو کیونکہ یہ ڈھیلا تو خدا نے مارا ہے۔

یہ سن کر ابو حنیفہ خاموشی سے اس بزم سے نکل گیا وہ سمجھ گیا کہ بہلول کا یہ ڈھیلا میرے اس عقیدے کے لئے چلا تھا۔[[71]](#footnote-71)؎

## ۳۳۔وزیر کو بہلول کا بہترین جواب

ایک دن ہارون رشید کے درباری وزیر نے بہلول سے کہا۔ ’’تم بڑے خوش قسمت ہو تمہیں خلیفہ نے سووروں اور بھیڑیوں کا سر پرست بنا دیا ہے۔‘‘

بہلوں نے بڑے بے باکی سے کہا: ’’اب جب تو اس بات سے آگاہ ہو گیا ہے تو تیرے اوپر آج سے میری اطاعت لازم ہو جاتی ہے۔ ‘‘بہلول کا یہ جواب سن کر وہ شر مندگی سے خاموش ہو گیا۔[[72]](#footnote-72)؎

## ۳۴۔ مذہب جبر کے ایک استاد سے شیعی رکن کا مناظرہ

ایک دن اہل سنت کا ایک بزرگ عالم اور مذہب جبر کا استاد ضرار بن ضبی ہارون رشید کے وزیر یحییٰ بن خالد کے پاس آکر کہنے لگا۔ ’’میں بحث و مناظرہ کرنا چاہتا ہوں تم کوئی ایسا آدمی لے آؤ جو مجھ سے بحث کر سکے۔‘‘

یحییٰ : ’’تم کسی شیعی رکن سے بحث کروگے؟‘‘

ضرار: ’’ہاں میں ہر ایک سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔‘‘

یحییٰ نے ہشام بن حکم (امام کے شاگرد رشید) کو یہ پیغام بھیجا۔ جناب ہشام مناظرے کے لئے آئے اور مناظرہ اس طرح شروع ہوا۔

ہشام: ’’امامت کے سلسلہ میں انسان کی ظاہری صلاحیتیں معیار ہیں یا باطنی؟‘‘

ضرار: ’’ہم تو ظاہر ہی پر حکم لگا تے ہیں کیونکہ کسی کے باطن کو صرف ’’وحی‘‘ کے ذریعے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔‘‘

ہشام: ’’تونے سچ کہا۔ اب یہ بتا کہ ابو بکر اور حضرت علی ﷣ میں ظاہری اور باطنی اعتبار سے کون رسول خدا کے زیادہ ساتھ رہا، کس نے اسلام کا زیادہ دفاع کیا اور نہایت بہادری سے اسلام کی راہ میں جہاد کیا، اسلام کے دشمنوں کو نیست نابود کیا اور ان دونوں میں کون ہے جس کا کردار تمام اسلامی فتوحات میں سب سے زیادہ اہم رہا؟‘‘

ضرار: ’’علی ﷣ نے جہاد بہت کیا اور اسلام کی بڑی خدمت کی لیکن ابو بکر معنوی لحاظ سے ان سے بلند تھے۔‘‘

ہشام: ’’یہ تو باطن کی باتیں کیوں کرنے لگا جبکہ ابھی ابھی تونے یہ کہا کہ باطن کی باتیں صرف وحی کے ذریعے معلوم ہوسکتی ہیں اور ہم نے یہ طے کیا تھا کہ ہم صرف ظاہر کی باتیں کریں گے اور تونے اس اقرار سے کہ حضرت علی﷣ نے اسلامی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اس بات کا بھی اعتراف کر لیا کہ وہ اور دوسرے لوگوں کے مقابل خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔‘‘

ضرار: ’’ہاں ظاہراً تو یہی بات درست ہے۔‘‘

ہشام: ’’اگر کسی کا نیک ظاہر، نیک باطن جیسا ہو تو کیا یہ چیز اس کے افضل اور برتر ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔‘‘

ضرار: ’’یقیناًیہ چیز انسان کے افضل و برتر ہونے کی دلیل ہو گی۔‘‘

ہشام: ’’کیا تمہیں اس حدیث کی اطلاع ہے جسے رسول خدا ﷺ نے حضرت علی﷣ کی شان میں ارشاد فرمائی اور جسے تمام اسلامی فرقوں نے قبول کیا ہے کہ ’’اے علی تم کو مجھے سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔‘‘

ضرار: ’’میں اس حدیث کو قبول کرتا ہوں۔‘‘ (اس بات کی طرف توجہ رہے کہ ضرار نے کہا تھا کہ کسی کا باطن صرف وحی کے ذریعے پہچانا جاسکتا ہے اور رسول خدا ﷺ کی تمم باتیں وحی الٰہی سے ہوا کرتی تھیں)

ہشام: ’’کیا یہ صحیح ہے کہ رسول خدا ﷺ کی اس طرح کی تعریف اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی﷣ باطنی طور پر بھی ایسی ہی سلاحیتوں کے مالک تھے؟ ورنہ رسول خدا کی تعریف غلط ہو جائے گی۔‘‘

ضرار: ’’ہاں یہ اس بات کی دلیل ہے، یقیناًحضرت علی﷣ باطنی طور پر بھی ویسی ہی صلاحیتوں کے مالک رہے ہوں گے جبھی رسول خدا ﷺ نے ان کی تعریف کی۔‘‘

ہشام: ’’بس اب اس طرح خود تمہارے قول سے حضرت علی﷣ کی امامت ثابت ہو گئی کیونکہ تم نے خودہی کہا ہے کہ باطن کی اطلاع وحی کے ذریعے ممکن ہے اور رسول خدا ﷺ نے آپ کی تعریف کی ہے اور وہ کسی کی بغیر وحی کے تعریف نہیں کر سکتے لہٰذا حضرت علی﷣ دوسرے تمام لوگوں کے مقابل زیادہ خلافت کے حقدار ہوئے۔[[73]](#footnote-73)؎

## ۳۵۔ ابو حنیفہ سے فضال کا دلچسپ مناظرہ

امام صادق﷣ اور ابو حنیفہ کا دور تھا۔ ایک دن مسجد کوفہ میں ابو حنیفہ درس دے رہاتھا تبھی امام صادق ﷣ کے ایک شاگرد ’’فضال بن حسن‘‘ اپنے ایک دوست کے ساتھ ٹھلتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ابو حنیفہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ انہیں درس دے رہا ہے۔ فضال نے اپنے دوست سے کہا۔ ’’میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک ابو حنیفہ کو مذہب تشیع کی طرف راغب نہ کرلوں۔‘‘

اس کے بعد فضال اپنے اس دوست کے ساتھ اس جگہ پہنچے جہاں بیٹھا ابو حنیفہ درس دے رہا تھا یہ بھی اس کے شاگردوں کے پاس بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فضال نے مناظرے کے طور پر اس سے چند سوالات کئے۔

فضال: ’’اے رہبر! میرا ایک بھائی ہے جو مجھ سے بڑا ہے مگر وہ شیعہ ہے۔ حضرت ابوبکر کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے میں جو بھی دلیل لے آتا ہوں وہ رد کردیتا ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے چند ایسے دلائل بتادیں جن کے ذریعے میں اس پر حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان کی فضیلت ثابت کر کے اسے اس بات کا قائل کردوں کہ یہ تینوں حضرت علی﷣ سے افضل و برتر تھے۔‘‘

ابو حنیفہ: ’’تم اپنے بھائی سے کہنا کہ وہ آخر کیوں حضرت علی﷣ کو حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان پر فضلیت دیتا ہے جبکہ یہ تینوں حضرات ہر جگہ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے اور آنحضرت، حضرت علی﷣ کو جنگ میں بھیج دیتے تھے یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان تینوں کو زیادہ چاہے تھے اسی لئے ان کی جانوں کی حفاظت کے لئے انہیں جنگ میں نہ بھیج کر حضرت علی﷣ کو بھیج دیا کرتے تھے۔‘‘

فضال: ’’اتفاق سے یہی بات میں نے اپنے بھائی سے کہی تھی تو اس نے جواب دیا کہ قرآن کے لحاظ سے حضرت علی﷣ چونکہ جہاد میں شرکت کرتے تھے اس لئے وہ ان تینوں سے افضل ہوئے کیونکہ قرآن مجید میں خدا کا خود فرماتا ہے:

...وَ فَضَّلَ اﷲُ الْمُجَاہِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا.

خداوند عالم نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کے ذریعے فضیلت بخشی ہے۔[[74]](#footnote-74)؎

ابو حنیفہ: ’’اچھا ٹھیک ہے تم اپنے بھائی سے یہ کہو کہ وہ کیسے حضرت علی﷣ کو حضرت ابو بکر و عمر سے افضل و برتر سمجھتا ہے جبکہ یہ دوں و آنحضرت کے پہلو میں دفن ہیں اور حضرت علی﷣ مرقد رسول سے کوسوں دور دفن ہیں۔ رسول خدا ﷺ کے پہلوں میں دفن ہونا ایک بہت بڑا افتخار ہے یہی بات ان کے افضل اور برتر ہونے کے لئے کافی ہے۔‘‘

فضال: ’’اتفاق سے میں نے بھی یہی دلیل اپنے بھائی سے بیان کی تھی مگر اس نے اس کے جواب میں کہا کہ خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

...لاَ تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ...

……رسول خدا کے گھر میں بغیر ان کی اجازت کے داخل نہ ہو……[[75]](#footnote-75)؎

یہ بات واضح ہے کہ رسول خدا کا گھر خود ان کی ملکیت میں تھا اس طرح وہ قبر بھی خود رسول خدا کی ملکیت تھی اوررسول خدا نے انہیں اس طرح کی کوئی اجازت نہیں دی تھی اور نہ ہی ان کے ورثاء نے اس طرح کی کوئی اجازت دی۔‘‘

ابو حنیفہ: ’’اپنے بھائی سے کہو کہ عائشہ اور حفصہ دونوں کی مہر رسول خدا پر باقی تھی ان دونوں نے اس کی جگہ رسول خدا کے گھر کا وہ حصہ اپنے باپ کو بخش دیا۔

فضال: ’’اتفاق سے یہ دلیل بھی میں نے اپنے بھائی سے بیان کی تھی تو اس نے جواب میں کہا کہ خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

یَاآَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الَّاتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَہُنَّ...

اے نبی! ہم نے تمہارے لئے تمہاری ان ازواج کو حلال کیاہے جن کی اجرتیں (مہر) تم نے ادا کردی ……[[76]](#footnote-76)؎

اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اپنے زندگی میں ہی ان کی مہر ادا کردی تھی۔‘‘

ابو حنیفہ: ’’اپنے بھائی سے کہو کہ عائشہ اور حفصہ رسول خدا ﷺ کی بیویاں تھی انھوں نے ارث کے طور پر ملنے والے جگھ اپنے باپ کو بخش دی لہٰذا وہ وہاں دفن ہوئے۔‘‘

فضال: ’’اتفاق سے میں نے بھی یہ دلیل بیان کی تھی مگر میرے بھائی نے کہا کہ تم اہل سنت تو اس بات کا عقیدہ رکھتے ہو کہ پیغمبر وفات کے بعد کوئی چیز بطور وراثت نہیں چھوڑتا اور اسی بنا پر رسول خدا ﷺ کی بیٹی جناب فاطمہ زہرا ﷥ کو تم لوگوں نے فدک سے بھی محروم کردیا اور اس کے علاوہ اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ کہ پیغمبران خدا، وفات کے وقت ارث چھوڑ تے ہیں تب یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ جب رسول خدا ﷺ کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ کے نو بیویاں تھیں[[77]](#footnote-77)؎ اور وہ بھی ارث کی حقدار تھیں اب وراثت کے قانون کے لحاظ سے گھر کا آٹھواں حصہ ان تمام بیویوں کا حق بنتا تھا اب اگر اس حصے کو نوبیویوں کے درمیان تقسیم کیا جائے تو ہر بیوں کے حصے میں ایک بالشت زمین سے زیادہ نہیں کچھ نہیں آئے گا ایک آدمی کی قد و قامت کی بات ہی نہیں۔‘‘

ابو حنیفہ یہ بات سن کر حیران ہو گیا اور غصے میں آکر اپنے شاگردوں سے کہنے لگا۔ ’’اسے باہر نکالو یہ خود رافضی ہے اس کا کوئی بھائی نہیں۔‘‘[[78]](#footnote-78)؎

## ۳۶۔ ایک بہادر عورت کا حجاج سے زبردست مناظرہ

عبد الملک (دور اموی کا پانچواں خلیفہ) کی طرف سے تایخ کا بدترین مجرم حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے جناب کمیل، قنبر، سعید بن جبیر کو قتل کیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت علی﷣ سے بہت بغض رکھتا تھا۔

اتفاق سے ایک دن ایک نہایت بہادر و دلیر عورت جسے حلیمہ سعدیہ کی بیٹی کہا جاتا تھا اور جس کا نام حرہ تھا حجاج کے دربار میں آئی یہ حضرت علی ﷣ کی چاہنے والی تھی۔

اس طرح حجاج اور حرہ کے درمیان ایک نہایت پر معنی اور زبردست مناظہر ہوا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

حجاج: ’’حرہ کیا تم حلیمہ سعدیہ کی بیٹی ہو؟‘‘

حرہ: ’’یہ بے ایمان شخص کی ذہانت ہے (یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں حرہ ہوں مگر تونے بے ایمان ہوتے ہوئے مجھے پہچان کر اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے)

حجاج: ’’تجھے خدا نے یہاں لاکر میرے چنگل میں پھنسا دیا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تو علی﷣ کو ابو بکر و عمر و عثمان سے افضل سمجھتی ہے؟‘‘

حرہ: ’’تجھ سے اس سلسلے میں جھوٹ کہا گیا ہے کیونکہ ان تینوں کی کیابات میں حضرت علی﷣ کو جناب آدم، جناب نوح، جناب لوط، جناب ابراہیم، جناب موسیٰ، جناب داوود، جناب سلیمان اور جناب عیسیٰ ﷨ سے افضل سمجھتی ہوں۔‘‘

حجاج: ’’تیرا برا ہو تو علی﷣ کو تمام صحابہ سے بر تر جانتی ہے اور اس کے ساتھ ہی انہیں آٹھ پیغمبروں سے جن میں سے بعض اولو العزم بھی ہیں افضل و برتر جانتی ہے اگر تونے اپنے اس دعوے کو دلیل سے ثابت نہ کیا تو میں تیری گردن اڑادوں گا۔‘‘

حرہ: ’’یہ میں نہیں کہتی کہ میں علی ﷣ کو ان پیغمبروں سے افضل و برتر جانتی ہوں بلکہ خداوند متعال نے خود انہیں ان تمام پر برتری عطاکی ہے قرآن مجید جناب آدم ﷣ کے بارے میں فرماتا ہے۔‘‘

وعصی آدم ربہ فغوی۔

اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی نتیجہ میں وہ اس کی جزا سے محروم ہو گئے۔[[79]](#footnote-79)؎

لیکن خداوند متعال علی﷣ ، ان کی زوجہ اور ان کے بیٹوں کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا

تمہاری سعی و کوشش قابل قدر ہے۔[[80]](#footnote-80)؎

حجاج: ’’شاباش لیکن یہ بتا کہ حضرت علی ﷣ کو تونے حضرت نوح و لوط ﷦ پر کس دلیل سے فضلیت دی ہے؟‘‘

حرہ: ’’خداوند متعال انہیں ان لوگوں سے افضل و برتر جانتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

ضَرَبَ اَللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنَ فَخَانَتَاہُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْہُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْءًا وَّقِیْلَ ادْخُلاَ النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِیْنَ.

خدا نے کافر ہونے والے لوگوں کو نوح و لوط کی بیویوں کی مثالیں دی ہیں یہ دونوں ہمارے صالح بندوں کے تحت تھیں مگر ان دونوں نے ان کے ساتھ خیانت کی لہٰذا ان کا ان دونوں سے تعلق انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکا اور ان سے کہا گیا کہ جہنم میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔[[81]](#footnote-81)؎

لیکن علی﷣ کی زوجہ، پیغمبر اسلام ﷺ کی بیٹی جناب فاطمہ زہرا ﷥ ہیں جن کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے اور جن کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔

حجاج: شاباش حرہ مگر تو یہ تو بتا کہ تو حضرت علی﷣ کو پیغمبر کے جد جناب ابراہیم﷣ سے کس دلیل کی بنا پر افضل و برتر جانتی ہو؟

حرہ: خداوند متعال قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جناب ابراہیم﷣ نے عرض کیا:

...رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی، قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ، قَالَ بَلٰی وَلَاکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ،...

ابراہیم نے کہا پالنے والے مجھے تو یہ دکھا دے کہ تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے تو خدا نے کہا کیا تمہیں ایمان نہیں ہے تو انہوں نے کہا کیوں نہیں مگر میں اطمینان قلب چاہتا ہوں۔[[82]](#footnote-82)؎

لیکن میرے مولا علی﷣ اس حدتک یقین کے درجہ پر پہنچے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا:

لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا

اگر تمام پردے میرے سامنے سے ہٹالئے جائیں تو بھی میرے یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔[[83]](#footnote-83)؎

اس طرح اس سے پھلے کسی نے نہیں کہا تھا اور نہ اب کوئی ایسا کہہ سکتا ہے۔‘‘

حجاج: ’’شاباش لیکن تو کس دلیل سے حضرت علی﷣ کو جناب موسیٰ کلیم خدا پر فضیلت دیتی ہے؟‘‘

حرہ: ’’خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَخَرَجَ مِنْہَا خَآءِفًا یَّتَرَقَّبُ...

وہ وہاں سے ڈرتے ہوئے (کسی بھی حادثثے کی) توقع میں (مصر) سے باہر نکلے۔[[84]](#footnote-84)؎

لیکن علی﷣ کسی سے نہیں ڈرے شب ہجرت رسول خدا کے بستر پر آرام سے سوئے اور خدا نے ان کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اﷲِ...

اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنے نفس کو اللہ کی رضا کے لئے بیچ دیتے ہیں۔[[85]](#footnote-85)؎

حجاج: ’’شاباش لیکن اب یہ بتا کہ داؤد﷣ پر علی﷣ کو کس دلیل سے برتری حاصل ہے؟‘‘

حرہ: ’’خداوند متعال جناب داؤد ﷣ کے سلسلے میں فرماتا ہے۔

یَادَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعِ الْہَوَای فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اﷲ...

اے داؤد ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا ہے لہٰذا تم لوگوں کے درمیان حق سے فیصلے کرو اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو کہ اس طرح تم راہ خدا سے بھٹک جاؤ گے۔[[86]](#footnote-86)؎

حجاج: ’’جناب داؤد کی قضاوت کس سلسلے میں تھی؟‘‘

حرہ: ’’دو آدمیوں کے بارے میں ان میں ایک کے پاس بھیڑیں تھیں اور دوسرے کا کھیٹ تھا ان بھیڑوں نے اس کسان کے کہیٹ کو چرلیا تو جناب داؤد نے فیصلہ کیا کہ بھیڑ کے مالک کو اپنی تمام بھیڑوں کو نیچ کر اس کا پیسہ کسان کو دے دینا چاہیے تاکہ وہ ان پیسوں سے کھیتی کرے اور اس کا کھیٹ پہلے کی طرح ہو جائے لیکن جناب سلیمان نے اپنے والد سے کہا: ’’آپ کو یہ فیلہ کرنا چاہیے کہ بھیڑوں کا مالک کسان کو دودھ اور اون دے دے تاکہ اس کرح اس کے نقصان کی بھر پائی ہوجائے۔ اس سلسلے میں خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

ہم نے حکم (حقیقی) سلیمان کو سمجھادیا۔[[87]](#footnote-87)؎

لیکن حضرت علی﷣ فرما تے ہیں:سَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي

جنگ خیبر کی فتح کے دن آپ حضرت رسول خدا ﷺ کی خدمت میں تشریف لے آئے تو حضرت نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

تم میں سب افضل اور سب اچھا فیصلہ کرنے والے علی﷣ ہیں۔

حجاج: ’’شاباش لیکن اب یہ بتا کہ کس دلیل سے علی﷣ جناب سلیمان﷣ سے افضل ہیں؟‘‘

حرہ: ’’قرآن میں جناب سلیمان کا یہ قول نقل ہوا ہے۔‘‘

...رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ ہَبْ لِیْ مُلْکًا لاَّ یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْم بَعْدِیْ...

پالنے والے! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا کر دے جو میرے بعد کسی کے لئے شائستہ نہ ہو۔[[88]](#footnote-88)؎

لیکن میرے مولا علی﷣ نے دنیا کو تین دفعہ طلاق دی ہے جس کے بعد یہ آیت اتری۔

تِلْکَ الدَّارُ اْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُہَا لِلَّذِیْنَ لاَ یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لاَ فَسَادًا، وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ.

وہ آخرت کا مقام ان لوگوں کے لئے ہم قرار دیتے ہیں جو زمین پر بلندی اور قساد کو دوست نہیں رکھتے اور عاقبت تو متقیوں کے لئے ہے۔[[89]](#footnote-89)؎

حجاج: ’’شاباش اے حرہ اب یہ بتا کہ تو کیوں حضرت علی﷣ کو جناب عیسیٰ﷣ سے افضل و برتر جانتی ہے؟‘‘

حرہ: ’’خداوند متعال قرآن مجید میں ارشاد فرماتا:

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یَاعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَ نْتَ قُلْتَ للِنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحَانَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلاآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلاَّمُ الْغُیُوْبِ. مَا قُلْتُ لَہُمْ اِلاَّ مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہِٓ...

اور جب (روز قیامت) خدا کہے گا اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا قرار دوں تو وہ کہیں گے تو پاک و پاکیزہ ہے میں کیسے ایسی بات کہہ سکتا ہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے کہا ہوتا تو تو ضرور جان لیتا تو جانتا ہے میڑی نفس میں کیا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ تیرے نفس میں کیا ہے تو علام غیوب ہے میں نے ان سے صرف وہی بات کہی جو تونے مجھے حکم دیا تھا۔[[90]](#footnote-90)؎

اس طرح جناب عیسیٰ﷣ کی عبادت کرنے والوں کا فیصلہ قیامت کے دن کے لئے ٹال دیا گیا مگر جب نصیروں نے حضرت علی﷣ کی عابدت شروع کردی تو آپ نے انہیں فوراً قتل کردیا اور ان کے عذاب و فیصلے کو قیامت کے لئے نہیں چھوڑا۔‘‘

حجاج: ’’اے حرہ تو قابل تعریف ہے تو نے اپنے جواب میں نہایت اچھے دلائل پیش کئے اگر تو آج اپنے تمام دعوؤں میں سچی ثابت نہ ہوتی تو میں تیری گردن اڑادیتا۔‘‘

اس کے بعد حجاج نے حرہ کو انعام دیکر باعزت رخصت کردیا۔[[91]](#footnote-91)؎

## ۳۷۔ ایک گمنام شخص کا ابو الھذیل سے عجیب مناظرہ

ابو الھذیل اہل سنت کا ایک بہت ہی مشہور و معروف عراقی عالم کہتا ہے کہ میں ایک سفر کے دوران جب شہر ’’رقہ‘‘ (شام کا یک شہر) میں وارد ہوا تو وہاں میں نے سنا کہ ایک دیوانہ مگر بہت ہی خوش گفتار شخص ’’معبدزکی‘‘ میں رہتا ہے۔

میں جب اس کے دیدار کے لئے معبد گیا تو میں نے وہاں ایک نہایت خوبصورت اور اچھی قد و قامت کا ایک بوڑھا شخص بوریے پر بیٹھا ہوا دیکھا جو اپنے بالوں اور ڈاڑھی میں کنگھی کر رہا تھا۔ میں نے داخل ہوتے ہی اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد ہمارے درمیان اس طرح گفتگو ہوئی۔

گمنام شخص: ’’ تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟‘‘

ابو الھزیل: ’’عراق کا رہنے والا ہوں۔‘‘

گمنام شخص: ’’اچھا یعنی تم بہت ہی ماہر ہو اور زندگی کے آداب و اطوار سے بخوبی آشنا ہو اچھا یہ بتاؤ کہ تم عراق کے کس خطے سے تعلق رکھتے ہو۔‘‘

ابو الھذیل: ’’بصرہ سے۔‘‘

گمنام شخص: ’’بس علم و عمل سے آشنا ہو تمہارا نام کیا ہے؟‘‘

ابو الھذیل: ’’مجھے ابو الھذیل علاف کہتے ہیں۔‘‘

گمنام شخص: ’’وہی جو بہت ہی مشہور کلامی ہے؟‘‘

ابو الھذیل: ’’ہاں‘‘۔

یہ سن کر اس نے ایک فرش کی طرف مجھے اشارہ کیا اور تھوڑی دیر بات چیت کرنے کے بعد اس نے مجھ سے سوال کیا۔ ’’امامت کے بارے میں تیرا کیا نظریہ ہے؟‘‘

ابو الھذیل: ’’تیری مراد کون سی امامت ہے؟‘‘

گمنام شخص: ’’میری مراد یہ ہے کہ تونے رسول خدا ﷺ کی رحلت کے بعد ان کے جانشین کے طور پر کسے اور لوگوں پر ترجیح دیتے ہوئے خلیفہ تسلیم کیا ہے؟‘‘

ابو الھذیل: ’’اسی کو جسے پیغمبر اکرم نے ترجیح دی۔‘‘

گمنام شخص: ’’وہ کن ہے؟‘‘

ابو الھذیل: ’’وہ ابو بکر ہیں۔‘‘

گمنام شخص: ’’تم نے انہیں کیوں مقدم جانا؟‘‘

ابو الھذیل: ’’کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ ’’اپنے لوگوں میں سب سے اچھے شخص کو مقدم رکھو اور اسے اپنا رہبر سمجھو۔ ‘‘تمام کے تمام لوگ ابوبکر کو مقدم سمجھنے کے لئے راضی ہوئے ہیں۔‘‘

گمنام شخص: ’’اے ابو الھذیل! یہاں تو نے خطا کی ہے۔ کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’اپنے میں سب سے اچھے شخص کو مقدم رکھو اور اسی کو اپنا رہبر جانو‘‘ میرا اعتراض یہ ہے کہ خود ابوبکر نے منبر سے کہا ’’میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔‘‘ اگر لوگ ابو بکر کے جھوٹ کو بہتر سمجھتے ہیں اور انہیں اپنا رہبر بناتے ہیں تو گویا سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے قول کی مخالفت کر رہے ہیں اور اگر خود ابو بکر جھوٹ کہتے ہیں کہ ’’میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں‘‘ تو جھوٹ بولنے والے کے لے مناسب نہیں کہ وہ منبر رسول پر جائے اور تم نے جو یہ کہا تھا کہ ابو بکر کی رہبری پر سب راضی تھے تو یہ اس وقت درست ہوگا جب انصار و مہاجرین نے ایک دورسرے سے یہ نہ کہا ہوتا کہ ’’ایک امیر ہمارے قبیلے سے ایک تمہارے قبیلے سے‘‘ لیکن مہاجروں کے درمیان زبیر نے کہا کہ میں علی ﷣ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا ان کی تلوار کو توڑ دیا گیا اور ابو سفیان نے حضرت علی ﷣ کے پاس آکر کہا ’’اگر آپ چاہیں تو مدینے کی گلیوں کو پیادو اور رسوار فوجیوں سے بھر دوں۔‘‘ جناب سلمان نے بھی باہر آکر کہا۔ ’’انھوں نے (بیعت ابوبکر) کیا اور نہیں بھی کیا انہیں معلوم ہی نہیں کہ کیا کیا۔‘‘ اسی طرح جناب مقداد اور ابو ذر نے بھی اعتراض کیا ان سب سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کے سب لوگ ابو بکر کی خلافت سے راضح نہیں تھے۔

اے ابو الھذیل! میں تجھ سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں تو مجھے اس کا جواب دے۔‘‘

۱۔ مجھے بتا کیا یہ درست نہیں ہے کہ ابوبکر نے بالائے منبر یہ اعلان کیا۔ ’’میرے لئے ایک شیطان ہے جو مجھے بہکادیا کرتا ہے لہٰذا جب میں غصہ میں رہا کروں تو مجھ سے دور ہو جایا کرو۔‘‘

وہ در اصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ ’’میں پاگل ہوں۔ ’’لہٰذا تم لوگوں نے آخر کیوں ایسے شخص کو اپنا رہبر معین کر لیا؟‘‘

۲۔ تو یہ بتا کہ جو شخص اس بات کا معتقد ہے کہ رسول اکر ﷺ نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا مگر ابو بکر نے عمر کو اپنا جانشین معین کیا جبک ہ اس کے بعد عمر نے اپنا جانشین کسی کو نہیں بنایا کیا اس کے اعتقاد میں ایک طرح کا تناقض نہیں پایا جاتا۔ اس کا تیرے پاس کیا جواب ہوگا؟

۳۔ مجھے یہ بتا جب عمر نے اپنی خلافت کے بعد ایک شوری تشکیل دی تو یہ کیوں کہا کہ یہ چھ کے چھ جنتی ہیں اور اگر ان میں سے دو افراد چار کی مخالفت کریں تو انہیں قتل کر دو اور اگر تیں، تیں افراد آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت کریں تو جس طرف عبد الرحمن بن عوف رہے اس گروہ کو قتل کر دینا۔ ذرا یہ بتا کہ یہ کس طرح صحیح ہوگا اور کہاں کی دیانت داری ہوگی کہ اہل بہشت کو قتل کرنے کا حکم صادر کیا جائے؟

۴۔ تو یہ بھی بتا دے کہ ابن عباس اور عمر کی ملاقات اور ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کو تو کس کے عقیدے کے مطابق سمجھتا ہے؟

جب عمر بن خطاب زخمی ہونے کی وجہ سے بستر پر تھا اور عبد اللہ ابن عباس اس کے گھر گئے تو دیکھا کہ وہ بستر پر تڑپ رہا ہے ابن عباس نے پوچھا۔ ’’کیوں تڑپ رہے ہو؟‘‘ تو عمر نے کہا: ’’میں اپنی تکلیف کی وجہ سے نہیں تڑپ رہا ہوں بلکہ اس لئے تڑپ رہا ہوں کہ میرے بعد رہبری نہ جانے کس کے ہاتھوں میں ہوگی۔ اس کے بعد ابن عباس اور عمر کے درمیان اس طرح گفتگو ہوئی۔

ابن عباس: ’’طلحہ بن عبید اللہ کو لوگوں کا رہبر بنا دو۔‘‘

عمر: ’’وہ تند مزاج ہے پیغمبر اکر ﷺ اس کے بارے میں ایسا ہی فرمایا کر تے تھے، میں اس طرح کے تندخو شخص کے ہاتھ میں رہبری کی مہار نہیں دینا چاہتا۔‘‘

ابن عباس: ’’مبیر بن عوام کو رہبر بنادو۔‘‘

عمر: ’’وہ کنجوس آدمی ہے میں نے خود اسے دیکھا ہے وہ اپنی بیوی کی مزدوری کے بارے میں بڑی سختی سے پیش آرہا تھا میں کنجوس آدمی کے ہاتھ میں رہبری نہیں دے سکتا۔‘‘

ابن عباس: ’’سعد وقاص کو رہبر بنادو۔‘‘

عمر: ’’وہ تیر و تلوار اور گھوڑوں سے کام رکھتا ہے ایسے افراد رہبری کے لئے مناسب نہیں ہوتے۔‘‘

ابن عباس: ’’عبد الرحمن بن عوف کو کیوں نہیں رہبر بنادیتے؟‘‘

عمر: ’’وہ اپنے گھر کو توچلا نہیں سکتا۔‘‘

ابن عباس: ’’اپنے بیٹے عبد اللہ کو بنادو۔‘‘

عمر: ’’نہیں خدا کی قسم نہیں۔ جو شخص اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا اس کے حوالے میں یہ رہبری نہیں کر سکتا۔‘‘

ابن عباس: ’’عثمان کو رہبر بنادو۔‘‘

عمر نے کہا خدا کی قس (تین بار کہا) اگر میں عثمان کو رہبر بنادوں گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے ’’طائفہ معیط‘‘ (بنی امیہ کی ایک شق) کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کردوں جس سے مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ لوگ عثمان کو قتل کر ڈالیں۔‘‘

ابن عباس کہتے ہیں: ’’اس کے بعد میں خاموش ہو گیا اور چونکہ حضرت علی ﷣ اور عمر کے درمیان عداوت تھی اس لئے میں نے ان کا نام نہیں لیا لیکن عمر نے خود مجھ سے کہا۔ ’’اے ابن عباس! اپنے دوست کا نام لو۔‘‘

میں نے کہا: ’’تو علی کو خلیفہ بنادو۔‘‘

عمر: ’’خدا کی قسم! میں صرف اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میں نے حق کو حقدار سے چھین لیا ہے اگر میں علی کو لوگوں کا رہبر بنادوں تو وہ یقیناًلوگوں کو شاہراہ حق و ہدایت تک پہنچادیں گے اور اگر لوگ ان کی پیروی کریں گے تو وہ انہیں جنت میں داخل کرادیں گے۔‘‘

عمر نے یہ سب کہا مگر پھر بھی اپنے بعد خلافت کے مسئلے کو چھ نفری شوری کے حوالے کردیا اس پر خدا کی لعنت ہو۔

ابو الھذیل کہتا ہے: ’’جب وہ گمنام شخص یہاں تک پہنچا تو اس کی حالت غیر ہونے لگی اور وہ ہوش و حواس سے بیگانہ نظر آنے لگا۔ اس کا پورا واقعہ میں نے ساتویں اموی خلیفہ مامون سے بیان کیا وہ اس منطقی بات کی وجہ سے شیعہ ہو گیا اس نے اس شخص کو بلوا کر اس کا علاج کرایا اور اسے اپنا ندیم خاص قرار دیا۔[[92]](#footnote-92)؎

## ۳۸۔ علماء سے مامون کا مناظرہ

اہل سنت کے عظیم علماء کے لئے ایک نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں مامون (عباسی دور کا ساتواں خلیفہ) صدر کی حیثیت سے بیٹھا ہوا تھا اس بزم میں ایک بہت ہی طویل مناظہر ہوا جس کا ایک حصہ ہم پیش کرتے ہیں۔

اہل سنت کے ایک عالم نے کہا: ’’روایت میں ملتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ابو بکر اور عمر کی شان میں فرمایا:

ابو بکر و عمر سید اکھول ابجۃ، ابو بکر اور عمر جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔

مامون نے کہا: ’’یہ حدیث غلط ہے۔ کیونکہ جنت میں بوڑھوں کا وجودہی نہیں ہے کیونکہ روایت میں ملتا ہے کہ ایک دن ایک بوڑھی عورت رسول اسلام ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا: ’’بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ ’’بوڑھی عورت گریہ و زاری کرنے لگی تو آپ نے فرمایا خداوند متعال قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَنْشَاْنَاہُنَّ اِنْشَآءً۔ فَجَعَلْنَاہُنَّ اَبْکَارًا. عُرُبًا اَتْرَابًا.

ہم نے انہیں بہترین طریقے سے خلق کیا اور ان سب کو با کرہ قرار دیا وہ ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے شوہروں سے محبت کرتی ہوں گی خوش گفتار اور ان کی ہم سن سال ہوں گی۔[[93]](#footnote-93)؎

اگر تمہاری فکر کے مطابق ابوبکر و عمر جوان ہوں گے تو جنت میں جائیں گے۔ تو کس طرح تم کہتے ہو کہ پیغمبر اکر ﷺ نے فرمایا:

لِلْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ إِنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ وَ أَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا

حسن اور حسین ﷦ جنت کے اول و آخر جوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والد علی بن ابی طالب ﷦ کا مقام ان سے بالاو برتر ہے۔[[94]](#footnote-94)؎

## ۳۹۔ رسول خدا ﷺ کی حدیث پر بیٹے کے اعتراض پر ابو دلف کا جواب

قاسم بن عیسیٰ عجلی جو ’’ابو دلف‘‘ کے نام سے مشہور تھا یہ نہایت باہمت، سخی، کشادہ قلب، عظیم شاعر، اپنے خاندان کا سربراہ اور محب علی ابن ابی طالب ﷦ تھا۔ اس نے ۲۲۰؁ھ ۔ق کو اس دنیا کو خیر آباد کہا۔

ابو دلف کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ’’دلف تھا‘‘ یہ بیٹا بالکل اپنے باپ کے بر عکس بہت ہی بد بخت اور بد زبان تھا۔

ایک اس کے بیٹے دلف نے اپنے دوستوں کے درمیان علی﷣ کی محبت و عداوت کے سلسلہ میں بحث چھیڑدی یہ بحث یہاں تک پہنچی کہ اس کے ایک دوست نے کہا کہ پیغمبر اسلام ﷺ سے روایت ہے کہ:

لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَ لَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ شَقِيٌّ

اے علی! تم سے صرف متقی مومن محبت کرتا ہے اور تم سے وہی دشمنی و عداوت رکھتا ہے جو زنا زادہ ہو یا جس کا نطفہ حالت حیض میں منعقد ہوا ہو۔

دلف، جو ان تمام چیزوں کا منکر تھا اس نے اپنے دوست سے کہا۔ ’’میرے باپ ابو دلف کے بارے میں تمہارا کیا نظر یہ ہے؟ آیا کوئی شخص اس بات کی جرائت کر سکتا ہے کہ ان کی بیوی سے زنا کرے۔‘‘

اس کے دوستوں نے کہا : ’’نہیں ہرگز نہیں۔ ابو دلف کے بارے میں ایسا سوچنا بھی غلط ہے۔‘‘

دلف نے کہا: ’’خدا کی قسم میں علی ﷣ سے شدید دشمنی رکھتا ہوں (جب کہ میں نہ ولد الزنا ہوں اور نہ ولد حیض)

اسی وقت ابو دلف گھر سے باہر نکل رہا تھا ان کی نظر اپنے بیٹے پر پڑے اور دیکھا کہ وہ چند لوگوں سے گفتگو میں مصروف ہے جب ابو دلف موضوع بحث سے آگاہ ہوا تو سامنے آکر کہا: ’’خدا کی قسم! دلف زنا زادہ بھی ہے اور ولد حیض بھی۔ کیونکہ میں ایک روز بخار میں مبتلا تھا اور اپنے بھائی کے گھر جاکر سو گیا تھا دیکھا کہ ایک (کنیز) لڑکی گھر میں وارد ہوئی نفس امارہ مجھے اس کی طرف کھینچ کرلے گیا تو اس نے کہا۔ ’’میں اس وقت حالت حیض میں ہوں۔‘‘

میں نے جماع کے لئے اس کو مجبور کیا نتیجے میں وہ حاملہ ہو گئی جس سے دلف پیدا ہوا اس طرح یہ ولد الزنا بھی ہے اور ولد حیض بھی۔[[95]](#footnote-95)؎

تمام دوستوں نے یہ سمجھ لیا کہ علی ﷣ کی دشمنی دلف کے نطفہ کے وقت سے شروع ہوئی جو آج جڑ پکڑ گئی۔ جب بنیاد ہی غلط تھی تو منزل کیوں نہ خلط ہوتی۔

## ۴۰۔ ابو ہریرہ سے ایک غیور جوان کا دندان شکن مناظرہ

معاویہ نے پیسے کے ذریعہ چند صحابہ کو خرید رکھا تھا تاکہ وہ علی﷣ کے خلاف حدیث گڑھیں ان میں جیسے ابو ہریرہ، عمرو عاص، مغیرہ بن شعبہ و غیرہ شامل تھے۔

ابو ہریرہ علی﷣ کی شہادت کے بعد کوفہ آیا اور عجیب حیلہ و مر سے اس نے علی﷣ کے بارے میں نامناسب باتیں پیغمبر اکرم ﷺ سے منسوب کردی تہیں۔

راتوں میں وہ ’’باب الکندہ‘‘ مسجد کوفہ کے پاس آکر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو اپنے حیلہ و مکر سے منحرف کرتا رہتا۔

ایک رات ایک غیور اور دانشمند جوان نے اس کے اس جلسے میں شرکت کی تھوڑی دیر تک وہ ابو ہریرہ کی پوچ باتیں سنتا رہا اس کے بعد اس نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ ’’تجھ پر خدا کی قسم ہے کیا تو نے پیغمبر اسلام ﷺ کو علی﷣ کے بارے میں یہ دعا کرتے ہوئے نہیں سنا ہے:

اَللّٰہُمَّ وَالِ مَنْ وَالاَہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ

خدایا تو اسے دوست رکھ جو علی کو دوست رکھتا ہے اور اسے دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھتا ہے۔

ابو ہریرہ نے جب یہ دیکھا کہ وہ اس واضح حدیث کی تردید نہیں کرسکتا تو کہا: ’’اللّٰہم نعم‘‘۔ خدایا تجھے شاہد و ناظر جانتاہوں میں نے یہ سنا ہے۔ غیور نوجوان نے کہا: ’’میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ تو دشمن علی کو دوست رکھتا ہے اور دوست علی کو دشمن رکھتا ہے اور رسول خدا ﷺ کی لعنت کا مستحق ہے۔‘‘ اس کے بعد یہ نوجوان بڑی متانت سے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔[[96]](#footnote-96)؎

## ۴۱۔ بزدلانہ تہمتوں کا جواب

ایک دوست کہتا ہے کہ میں سعودی عرب میں تھا وہاں کی ایک مسجد میں ایک ادھیڑ عمر میرے پاس آیا میں سمجھ گیا کہ یہ شام کا رہنے والا ہے اور اس نے بھی مجھے جان لیا کہ میں شیعہ اثنا عشری ہوں۔

چند سوالات کے تبادے کے بعد اس نے کہا: ’’تم شیعہ لوگ نماز کے آخر میں تین مرتبہ کیوں خان الامین، خان الامین، خان الامین، جبرئیل نے خیانت کی کہتے ہو؟‘‘

یہ بات سنکرمیں حیرت زدہ ہو گیا اور اسی وقت میں نے اس سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دو اور تم یہ اچھی طرح دیکھو کہ میں نماز کس طرح پڑھتا ہوں۔

اس نے کہا: ’’ٹھیک ہے تم نماز پڑھو میں کھڑا ہوں۔‘‘ میں دو رکعت نماز آخری تین مستحبی تکبیروں کے ساتھ بجالایا اس کے بعد اس کا نظریہ معلوم کیا تو اس نے کہا۔ ’’تم نے تو ایک ایرانی اور عجم ہوتے ہوئے بھی ہم عربیوں سے اچھی نماز پڑھی ہے لیکن خان الامین کیوں نہیں کہا؟‘‘

میں نے کہا: ’’یہ چیزیں شیاطین استعمار کی طرف سے تم جیسے سادہ لوگوں کے دلوں میں القاء کی گئی ہیں اور یہ تہمت ہمارے دشمنوں کی طرف سے لگائی گئی ہے تاکہ مسلمانوں کے درمیان ہمیشہ اختلاف رہے۔‘‘

توضیح کے طور پر: خان الامین سے ان کا مطلب یہ ہے کہ العیاذ باللہ شیعہ اس بات کے معتقد ہیں کہ جبرئیل امین جو فرشتہ وحی خداوندی تھے انہیں علی﷣ کے پاس قرآن لانا چاہیے تھا لیکن انھوں نے دھوکا دیا اور آتے آتے راستہ بدل دیا اور قرآن پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت اقدس میں لے آئے اور قرآن آپ کے حوالہ کردیا۔ اسی وجہ سے شیعہ حضرات نماز کے بعد تین مرتبہ ’’خان الامین‘‘ (جبرئیل نے خیانت کی) کہتے ہیں۔

کتنی بے انصافی ہے؟ ارے کوں شیعہ ہے جو اس طرح کا عقیدہ رکھتا ہے؟ سچ مچ اگر دنیا کے مسلمان شیعیوں کو (جو مسلمانوں کا ایک اٹوٹ حصہ ہے) اس عقیدہ سے پہچاننے لگیں تو کیا وہ کافر کہنے کا حق نہیں رکھتے ہیں؟[[97]](#footnote-97)؎

اسی طرح کی دوسری تہمت یہ ہے کہ ہمارے استاد کہتے ہیں کہ حجاز کے ایک درباری ملانے اپنے خطبہ میں اس طرح کہا۔

’’اگر شیعہ اتحاد کی دعوت دیں تو ان کے قریب نہ جانا وہ ہم سے کسی بھی چیز میں ایک نظریہ نہیں رکھتے نہ توحید کے بارے میں نہ صفات خدا نہ قرآن کے برے میں اور نہ دوسرے امور میں وہ ہم سے متحد ہیں وہ ہمارے اور عالم اسلام کے لئے بہت ہی خطرناک ہیں…… وغیرہ وغیرہ …… اس نے یہاں تک کہا کہ شیعہ اس بات کے معتقد ہیں کہ خدانہ عالم ہے نہ سمیع ہے نہ بصیر بلکہ یہ تمام صفات وہ اپنے امام سے منسوب کرتے ہیں اور جو قرآن ہمارے پاس ہے وہ لوگ اسے قبول نہیں کرتے۔ اس سے زیادہ تعجب خیز بات تو یہ تھی کہ اس ملا نے دعوی کیا تھا کہ یہ تمام باتیں اس نے شیعی کتب سے کہی ہیں۔ اس مزدور ملا سے کہنا چاہیے ’’اگر تو غرض پرست نہیں ہے تو ذرا انصاف سے فیصلے کر۔ شییعوں میں کس جگہ یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ خدا سمیع و علیم نہیں ہے مگر ائمہ سمیع و علیم ہیں وہ کون سا قرآن شیعوں کے پاس ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے؟

تمہارے لئے مناسب ہے کہ ایران کا ایک سفر کرو اور شیعوں کے حوزہائے علمیہ کو قریب سے دیکھ لو تب تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ تماہری بیہودہ تہمتیں شیعوں سے ہزاروں کیلومیٹر دور ہیں۔

## ۴۲۔ استدلال کے سامنے ایک وہابی دانشور کی بے بسی

ایک عالم دین فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا تو مسجد نبی ﷺ میں قبر منور رسول اکرمﷺ کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ ناگاہ ایک ایرانی شیعہ آیا اور مرقد شریف رسول اکرم ﷺ کے درو دیوار کا بوسہ دیا۔

مسجد کا امام جماعت جو ایک وہابی عالم تھا اس نے ایرانی کو بوسہ دیتے دیکھ کر چیخ کر کہا۔ ’’کیوں پتھر اور کھڑ کی جو فہم و شعور نہیں رکھتے ان کا بوسہ دے کر شرک کے مرتکب ہو رہے ہو؟‘‘

اس وہابی امام جماعت کی چیخ سنکر ایرانی شیعہ کے لئے میرے دل میں محبت پیداہوئی۔ میں نے امام جماعت کے سامنے جاکر اس سے کہا۔ ’’در و دیوار کا بوسہ دینا اس بات کی علامت ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ سے محبت کرتے ہیں جس طرح ایک باپ اپنے چھوٹے بچہ کی محبت کی وجہ سے اس کا بوسہ دیتا ہے (اس کام میں کسی بھی طرح کا کوئی شرک نہیں ہے)

اس نے کہا: ’’نہ یہ شرک ہے۔‘‘

میں نے اس سے کہا: ’’آیا سورہ یوسف کی ۹۶ ویں آیت قرآن میں پڑھی ہے جس میں خداوند عالم فرماتا ہے:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقَاہُ عَلٰيوَجْہِہٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا...

جب بشیر (یوسف کی زندگی کی بشارت لیکر یعقوب کے پاس) آیا اور اسے (قمیص) ان کے چہرے پرڈل دیا گیا تو ان کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی۔

میرا سوال تم سے یہ ہے کہ یہ پیراہن تو ایک کپڑا تھا اس کپڑے نے کس طرح جناب یعقوب﷣ کو بینائی عطا کی۔ آیا اس کے علاوہ کوئی بات اور ہے کہ یہ کپڑا جناب یوسف﷣ کے پاس رہنے سے ان خصوصیتوں کا مالک ہو گیا تھا؟

وہابی امام جماعت میرے اس سوال کے جواب میں بے بس ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

سورہ یوسف کی ۹۴ ویں آیت میں بھی آیا ہے:

جس وقت قافلہ سر زمین مصر سے جدا ہوا (اور کنعان کی طرف روانہ ہوا) تو یعقوب ﷣ (کنعان مصر سے تقریبا ۸۰ فرسخ پر واقع ہے) نے کہا۔ ’’انی لا جدریح یوسف۔ میں بوئے یوسف سونگھ رہاہوں۔

پتہ چلا اولیا ﷨ معنوی طاقت کے مالک ہوتے ہیں اور ان کی اس نامرئی طاقت سے بہرہ مند ہونا نہ یہ کہ شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے کیونکہ ایسے آثار ان کے پاک اور منزہ عقیدہ توحید سے وجود میں آئے ہیں۔

توضیح کے طور پر یہ کہ قبور اولیاء خدا ﷨ پر ہم دل کی گہرائی سے ان سے اپنا رشتہ جوڑٹے ہیں اور انہیں ہم خانہ خدا کے دروازے قرار دیتے ہیں کیونکہ ہماری زبان اس چیز کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ بغیر کسی وسیلہ کے خدا سے رابطہ پیدا کر سکیں۔

اس لئے ہم انہیں خدا اور اپنے درمیان واسطہ قرار دیتے ہیں۔

جیسا کہ سورہ یوسف کی آیت ۹۷ میں آیا ہے:

قَالُوْا یَآاَبَانَا اسْتَغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ

انہوں نے (اخوان یوسف) کہا اے بابا! آپ ہمارے گناہوں کے لئے استغفار کریں ہم گناہ گار تھے۔

اس طرح اولیا ﷨ سے توسل کرنا جائز ہے اور جو لوگ اسے توحید کے خلاف جانتے ہیں وہ یا تو قرآن کے متون سے آگاہ نہیں ہیں یا انھوں نے اپنے آنکھوں پر تعصب کی عینک چڑھا رکھی ہے۔

سورہ مائدہ کی ۳۴؍ ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں۔

یَآاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا اﷲَ وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ...

اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور اس کے لئے وسیلہ چاہو……

اس آیت میں وسیلہ سے مراد صرف انجام واجبات اور ترک محرمات نہیں ہے بلکہ مستحبات اور من جملہ اولیا خدا علیہم السلام سے توسل کرنا بھی وسیلہ شمار ہوگا۔

روایتوں میں آیا ہے کہ منصور دوانیقی (عباسی دور کا دوسرا خلیفہ) نے مفتی اعظم (مالک بن انس مذہب مالکی کا بانی) سے پوچھا ’’حرم پیغمبر ﷺ میں آیا روبہ قبلہ کھڑے ہو کر دعا مانگوں یا روبہ پیغمبر ﷺ؟‘‘

مالک نے جواب میں کہا:

لم تصرف و جہک عنہ و ہو وسیلتک وسلۃ ابیک آدم ؑ الی یوم القیمۃ بل استقبلہ و استفع بہ فیشفعک اﷲ، قال اللہ تعالیٰ: ولو انہماذ ظلمو النفسہم...

تو کیوں اپنا چہرہ ادھر سے گھمانا چاہتا ہے جبکہ وہ تیرے وسیلہ ہیں تیری باپ آدم ﷣ کے وسیلہ ہیں قیامت تک کے لئے، بلکہ ان کی طرف رخ کر کے دعا مانگ اور ان سے شفاعت طلب کر تو اللہ تیری شفاعت کرے گا خاوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

...وَلَوْ اَنَّہُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَہُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اﷲَ وَاسْتَغْفَرَ لَہُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اﷲَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا. [[98]](#footnote-98)؎

اگر وہ ظلم کرنے کے بعد تمہارے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت کرتے اور رسول خدا بھی ان کے لئے مغفرت کرتے تو وہ یقیناًخدا کو تواب و رحیم پاتے۔[[99]](#footnote-99)؎

شیعہ اور سنی روایتوں میں نقل ہوا ہے کے توبہ کے وقت حضرت آدم ﷣ نے خانہ خدا میں پیغمبر اسلام ﷺ کو واسطہ قرار دیتے ہوئے کہاتھا۔

اَللّٰہُمَّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ الاغفرت لی.

خدایا تجھے محمد کے حق کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔[[100]](#footnote-100)؎

اس مطلب کی تائید میں کہ اولیاء خدا ﷨ کی قبروں کا بوسہ دینا شرک نہیں ہے مندرجہ ذیل تین احادیث اہل سنت پر توجہ فرمائیں۔

۱۔ ایک شخص نے پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آکر پوچھا۔ ’’اے رسول خدا میں نے قسم کھارکھی ہے کہ جنت کے دروازے اور حور العین کی پیشانی کا بوسہ دوں اب میں کیا کروں؟

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

ماں کا پیر اور باپ کی پیشانی کا بوسہ دو (یعنی اگر ایسا کرو گے تو اپنے آرزو حورعین کی پیشانی کا بوسہ دینا اور جنت کے دروازہ کا بوسہ دینے تک پہنچ سکتے ہو۔)

اس نے پوچھا: اگر ماں باپ مرگئے ہوں تو کیا کروں۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:ان کی قبروں کا بوسہ دو۔[[101]](#footnote-101)؎

۲۔ جس وقت جناب ابراہیم﷣ اپنے بیٹے اسمٰعیل﷣ کے دیدار کے لئے شام سے مکہ آئے تو دیکھا اسمٰعیل﷣ گھر پر نہیں ہیں۔ ابراہیم﷣ واپس چلے گئے جب جناب اسمٰعیل﷣ اپنے سفر سے واپس آئے تو ان کی زوجہ نے جناب ابراہیم﷣ کی آمد کی اطلاع دی اسمٰعیل﷣ نے اپنے والد ابراہیم ﷣ کے قدم کی جگھ کو معلوم کر کے احترام کے طور پر قدم کے نشان کا بوسہ دیا۔[[102]](#footnote-102)؎

۳۔ سفیان شوری (مذہب اہل سنت کا صوفی) نے امام صادق﷣ کے قریب آکر عرض کیا ’’کیوں کلوگ کعبہ کے پردے کا دامن پکڑتے ہیں جبکہ وہ پردہ بالکل پرانا ہوچکا ہے جو کسی طرح کوئی فائدہ نہیں پنچانے والا ہے؟‘‘

امام صادق﷣ نے جواب میں فرمایا:

یہ اس کام کے مانند ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے بارے میں گناہ کا مرتکب ہوا ہو (مثلاً اس کا حق ضایع کردیا ہو) اور اس کے دامن سے چپکے، لپٹے اور اس کے اطراف اس امید سے گھومے کہ اس کا گناہ معاف کردے گا۔‘‘[[103]](#footnote-103)؎

## ۴۳۔ ایک مرجع کا ایک وہابی پولس سے مناظرہ

آیت اللہ العظمی سید عبد اللہ شیرازی (قدس سرہ) کتاب ’’الاحتجاجات العشرہ‘‘ میں اس طرح فرماتے ہیں

’’ایک روز میں مدینہ میں قبر مطہر رسول اکرم ﷺ کے پاس گیا تو وہاں دیکھا کہ حوزہ علمیہ قم کا ایک طالب علم ضریح پیغمبر ﷺ کی طرف بڑھا اور اس نے جب دیکھا کہ شرطی (امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کار کین جو ضریح مقدس کا بوسہ دینے والوں کو روکتے ہیں) اس سے غافل ہے تو اس نے قریب پہنچ کر ضریح مقدس کا کئی بار بوسہ لیا۔

شرطی نے جب دیکھا تو بہت ناراض ہوا اور مجھے دیکھ کر میرے پاس آکر اس نے بڑے احترام سے کہا۔ ’’اے آقا! اپنے چاہنے والوں کو ضریح چومنے سے منع کیوں نہیں کرتے یہ در و دیوار کو جو بوسہ دیتے ہیں یہ لوہے کے علاوہ کچھ بھی نہیں جسے استامبول سے لایا گیا ہے انہیں چومنے سے منع کریں کیونکہ شرک ہے۔‘‘

میں نے کہا: ’’تم حجر اسود کا بوسہ دیتے ہو؟‘‘

شرطی نے کہا: ’’ہاں۔‘‘

میں نے کہا: ’’پیغمبر اسلام ﷺ کی قبر پر بھی پتھر ہے اگر اس پتھر کا چومنا شرک ہے تو حجر اسود کا بھی چومنا شرک ہے۔‘‘

اس نے کہا: ’’حجر اسود کو پیغمبر اکرم ﷺ نے چوما ہے۔‘‘

میں نے کہا: ’’اگر کسی چیز کا ’’تیمناً‘‘ و تبر کا ’’چومنا شرک ہے تو پیغمبر اور غیر پیغمبر میں کوئی فرق نہیں ہے۔‘‘

اس نے کہا: ’’پیغمبر اکرم ﷺ نے اسے اس لئے چوما کہ وہ جنت سے آیا ہے۔‘‘

میں نے کہا: ’’ہاں۔ حجر اسود جنت سے لایا گیا ہے اس لئے وہ محترم و مقدس ہو گیا ہے اور اسے پیغمبر اسلام ﷺ نے چوما ہے اور حکم دیا ہے کہ اسے چوما جائے کیونکہ بہشت کا ایک حصہ ہے۔

اس نے کہا: ’’ہاں یہی وجہ ہے۔‘‘

میں نے کہا: بہشت اور اجزاء بہشت کا مقدس اور محترم ہونا وجود پیغمبر اکرم ﷺ سے ہے۔‘‘

اس نے کہا: ’’ہاں۔‘‘

میں نے کہا: ’’جب بہشت اور اجزاء بہشت پیغمبر اکرم ﷺ کے وجود کی وجہ سے مقدس اور محترم ہو جاتے ہیں اور ان کا بوسہ دینا تیمنا و تبر کا جائز ہو جاتا ہے تو یہ لوہا (جو قبر پیغمبر ﷺ کے اطراف میں لگا ہوا ہے) اگر چہ استامبول سے آیا ہے لیکن قبر پیغمبر ﷺ کی مجاورت کی وجہ سے مقدس اور محترم ہو گیا ہے اس وجہ سے ان کا بھی چومنا جائز ہے۔‘‘

توضیح کے لئے بات آگے بڑھاؤں۔ جلد قرآن چمڑے سے بنائی جاتی ہے۔ کیا یہ چمڑا صحرا اور دریا کی گھاس کھانے والے حیوانوں سے نہیں لیا جاتا ہے جس کا نہ پہلے احترام کرنا ضروری تھا اور نہ نجس کرنا حرام تھا لیکن اسی چمڑے سے جلد قرآن بننے سے وہ محترم ہو جاتا ہے اور اس کی توہین کرنا حرام ہے اور ہم اسے بوسہ دیتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں جیسا کہ صدر اسلام سے لیکر آج تک مسلمانوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ جلد قرآن کا اسی طرح بوسہ دیتے ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹے کا بوسہ دیتے ہیں اور آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ جلد قرآن کا چومنا شرک ہے، حرام ہے۔ اسی طرح ضریح پیغمبر ﷺ اور تمام ائمہ علیہم السلام کی ضریحوں کا بوسہ دینا نہ شرک ہے نہ بت پرستی۔

مصنف کہتا ہے کہ لیلی و مجنوں کی تاریخ حیات میں ملتا ہے کہ ایک کتالیلی کے محلہ سے ہوتا ہوا مجنوں کے محلہ تک پہنچ گیا مجنوں نے جب اسے دیکھا تو اسے اپنے پاس بلایا اور اسے لپٹا کر بوسہ دینے لگا ایک آدمی نے اس سے کہا۔ ’’لیس علی المجنوں حرج۔ مجنوں کے لئے یہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ یعنی تم دیوانہ ہو اس لئے کتے کا بوسہ دیتے ہوئے میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔

مجنوں نے جواب میں کہا ’’لیس علی الاعمی حرج‘‘ اندھے کے لئے کوئی بات نہیں ہے یعنی تم اندھے ہو اور تم ہمارے اس بوسہ لینے کو درک نہیں کر سکتے ہو۔‘‘

یہ رباعی بھی مجنوں کے لئے منسوب ہے

امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذاالجدار ذاالجدار

وما حب الدیرا شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیار

’’میں لیلی کے گھڑ کی طرف سے گزرتا ہوں تو اس کے در و دیوار کو چومتا ہوں اس گھر کی محبت نے مجھے پاگل نہیں کیا بلکہ اس کی محبت نے مجھے دیوانہ بنا دیا جو اس گھر میں رہتا ہے۔‘‘[[104]](#footnote-104)؎

# علی بن میثم کے چند دلچسپ مناظرے

### اشارہ

تاریخ شیعہ کے ایک برجستہ اور زبردست متکلم جناب میثم تمار کے پوتے جن کا نام علی ابن اسمٰعیل بن شعیب بن میثم تھا لیکن انہیں لوگ علی بن میثم کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ امام رضا ﷣ کے صحابیوں میں سے تھے اور اپنے مخالف سے بحث و مناظرہ کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

یہاں پر ہم نمونے کے طور پر ان کے چند مناظرے تحریر کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

## ۴۴۔ ایک مسیحی سے علی بن میثم کا مناظرہ

ایک روز آپ نے ایک مسیحی سے اس طرح مناظرہ کیا:

علی بن میثم: ’’صلیب کی شکل تم لوگوں نے اپنے گردن میں کیوں لٹکا رکھا ہے۔‘‘

مسیحی: ’’کیوں کہ یہ شکل اس چیز سے شباہت رکھتی ہے جس میں حضرت عیسیٰ کو لٹکا کر پھانسی دی گئی تھی۔‘‘

علی بن میثم: ’’کیا حضرت عیسیٰ﷣ خود اس طرح کی چیز کا اپنی گردن میں لٹکا نا پسند کریں گے؟‘‘

مسیحی: ’’ہرگز نہیں۔‘‘

علی بن میثم: ’’کیوں۔‘‘

مسیحی: ’’کیوں کہ وہ جس چیز پر قتل کئے گئے ہیں اس کو ہرگز نہیں پسند کریں گے۔‘‘

علی بن میثم: ’’مجھے یہ بتاؤ کہ کیا جناب عیسیٰ﷣ اپنے کاموں کے لئے گدھے پر سوار ہوتے تھے۔‘‘

مسیحی: ’’ہاں۔‘‘

علی بن میثم: ’’کیا حضرت عیسیٰ﷣ اس چیز کو پسند کرتے کہ وہ گدھا باقی رہے اور ان کی ضرورت کے وقت انہیں ان کی نزل مقصود تک لے جائے۔‘‘

مسیحی: ’’ہاں۔‘‘

علی بن میثم: ’’تم نے اس چیز کو ترک کر دیا جسے حضرت عیسیٰ﷣ چاہتے تھے کہ باقی رہے اور جس چیز کو وہ پسند نہیں کرتے تھے تم لوگوں نے اسے باقی رکھا ہے اور اسے اپنی گردن میں لٹکا رکھا ہے جب کہ تمہاری فکر اور اندازہ کے مطابق تو تمہارے لئے بہتر یہ تھا کہ گدھے کی شکل کی کوئی چیز گردن میں لٹکا تے کیونکہ حضرت عیسیٰ ﷣ اسے باقی رکھنا چاہتے تھے تم صلیب کو دور پھینکو ورنہ اس سے تمہاری جہل و نادانی ثابت ہوگی۔‘‘[[105]](#footnote-105)؎

## ۴۵۔ علی بن میثم کا ایک منکر خدا سے زبردست مناظرہ

ایک روز علی بن اسمٰعیل (حسن بن سہل) و زیر مامون کے پاس گئے تو دیکھا ایک ہوا و ہوس پرست منکر خدا لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا ہے اور وزیر مامون اس کا بہت احترام کر رہا ہے اور دیگر تمام بڑے بڑے اور عظیم دانشور حضرات اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ منکر خدا بڑی گستاخی کے ساتھ اپنے مسلک کی حقانیت کے بارے میں باتیں کر رہا ہے۔

علی بن میثم یہ دیکھ کر ٹھہر گئے اور اپنے مناظرہ کی شروعات کی۔

انہوں نے حسن بن سہل سے اس طرح کہا: ’’اے وزیر آج میں نے تمہارے گھر کے باہر ایک بہت ہی عجیب چیز دیکھی ہے؟

وزیر: ’’کیا دیکھا؟‘‘

علی بن میثم: ’’دیکھا کہ ایک کشتی بغیر کسی نا خدا کے ادھر سے ادھر چل رہی ہے۔‘‘اسی وقت وہ منکر خدا جو وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے وزیر سے کہا۔ ’’یہ (علی بن میثم) دیوانہ ہے کیونکہ یہ عجیب الٹی سیدھی بات کرتا ہے۔‘‘

علی بن میثم: ’’نہیں صحیح بات کر رہا ہوں میں دیوانہ کیوں ہونے لگا؟‘‘

منکر خدا: ’’لکڑی کی کشتی جو جمادات سے بنائی گئی اور بغیر عقل و جان کے ہے وہ بغیر ناخدا کے کیسے ادھر سے ادھر جائیگی؟‘‘

علی بن میثم: میری یہ بات تعجبب آور ہے یا تمہاری کہ یہ عالم ہستی جو عقل و جان رکھتے ہے۔ یہ مختلف گھاس جو زمین سے اگتی ہے یہ باران رحمت جو زمین پر نازل ہوتی ہے تیری فکر میں بغیر کسی خالق و مدبر کے ہے جب کہ تو ایک چھوٹی سی چیز کے لئے کہتا ہے کہ بغیر کسی ناخدا اور راہنما کے ادھر سے ادھر حرکت نہیں کر سکتی؟

یہ منکر خدا علی بن میثم کا جواب دینے سے بے بس ہو گیا اور اس چیز کو اس نے درک کر لیا کہ یہ کشتی والی مثال مجھے شکست دینے کے لئے دی گئی تھی۔[[106]](#footnote-106)؎

## ۴۶۔ ابو الہذیل سے علی بن میثم کا مناظرہ

ایک روز علی بن میثم نے ابو الہذیل سے پوچھا۔ ’’کیا یہ صحیح ہے کہ ابلیس نوع انسان کو ہر نیکی سے روکتا ہے اور ہر بدی کرنے کا حکم دیتا ہے؟‘‘

ابو الہذیل: ’’ہاں یہ صحیح ہے۔‘‘

علی بن میثم: ’’آیا یہ مناسب ہے کہ ابلیس نیکی کرنا جانتا ہو اور اس سے لوگوں کو روکتا ہو یا بدی کو نہ جانتا ہو اور اس سے روتا ہو؟‘‘

ابو الہذیل: ’’نہیں بلکہ وہ جانتا ہے۔‘‘

علی بن میثم: ’’یعنی یہ ثابت ہے کہ ابلیس ہر نیکی اور ہر بدی کو جانتا ہے۔‘‘

ابو الہذیل: ’’ہاں۔‘‘

علی بن میثم: مجھے یہ بتاؤ کہ رسول خدا ﷺ کے بعد تمہارا امام کون تھا؟ کیا وہ تمام نیکی اور بدی کو جانتا تھا یا نہیں؟‘‘

ابو الہذیل: ’’نہیں تمام نیکی اور بدی کو نہیں جانتا تھا۔‘‘

علی بن میثم: بس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس تمہارے امام سے زیادہ عقل مند ہے۔‘‘

ابو الہذیل اس بات کا جواب دینے سے قاصر رہا اور وہ بری طرح پھنس گیا۔[[107]](#footnote-107)؎

ایک روز ابو الہذیل نے علی بن میثم سے پوچھا کہ علی ﷣ کی امامت اور بعد از رسول خدا ﷺ ابو بکر سے افضل ہونے کی کیا دلیل ہے؟

علی بن میثم: ’’رسول خدا ﷺ کی رحلت کے بعد تمام مسلمانوں کی یہ متفقہ رائے تھی کہ علی﷣ مومن اور عالم کامل ہیں جبکہ اس وقت ابو بکر کے سلسلہ میں اس طرح کا اجماع نہیں تھا۔‘‘

ابو الہذیل: ’’استغفر اللہ خدا معاف کرے کس شخص نے رسول خدا ﷺ کی رحلت کے بعد ابو بکر کے علم و ایمان پر اجماع نہیں کیا تھا؟‘‘

علی بن میثم: ’’میں اور مجھ سے پہلے والے اور حالیہ زمانے میں میرے ساتھی۔

ابو الہذیل: ’’اس سی معلوم ہوتا ہے کہ تم اور تمہارے ہمنوا گمراہی میں زندگی گزار رہے ہیں۔‘‘

علی بن میثم: ’’اس طرح کا جواب گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے کے علاوہ کچھ نہیں (یعنی تو منطقی جواب نہ دیکر برا بھلا کہہ رہا ہے اور مجھے گمراہ جانتا ہے) تیرا بھی جواب گالی گلوچ ہی ہے (اینٹ کا جواب پتھر ہی سے)

## ۴۷۔ حضرت علی﷣ کی برتری کا اعلان

عمر بن عبد العزیز (اموی دور کا آٹھواں خلیفہ) کے دور خلافت میں ایک سنی نے اس طرح قسم کھائی ان علیا ’’خیرہذد الامتہ و الامراتی طالق ثلاثا۔‘‘

یقیناًعلی ﷣ اس امت کی بہترین فرد ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو میری بیوی کو تین طلاق ہو۔ وہ شخص اس بات کا معتقد تھا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے بعد سب سے بہترین شخص علی بن ابی طالب ﷦ ہیں بس اس وجہ سے اس کی طلاق باطل ہوجاتی ہے۔

ہاں اہل بیت حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر ایک نشست میں تین مرتبہ طلاق طلاق کہہ دیا جائے تو طلاق صحیح ہے اس شخص کی بیوی کا باپ اس طلاق کو صحیح جانتا تھا کیونکہ اس کے عقیدہ کے مطابق رسول خدا ﷺ رحلت کے بعد علی﷣ تمام مسلمانوں سے افضل و برتر نہیں تھے۔

اس عورت کے شوہر اور اس کے باپ میں بحث ہو گئی۔

شوہر کہتا تھا: ’’یہ عورت میری بیوی ہے اور طلاق باطل ہے کیونکہ شرط طلاق علی﷣ کا تمام امت میں برتر نہ ہونا ہے جب کہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ علی ﷣ تمام لوگوں سے افضل و برتر ہیں تو طلاق کہاں واقع ہوئی؟‘‘

باپ کہتا تھا: ’’طلاق واقع ہوئی کیونکہ علی ﷣ تمام لوگوں سے افضل و برتر نہیں ہیں نتیجہ میں یہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہے۔‘‘

یہ بحث آگے بڑھ گئی اور کچھ لوگ باپ کے طرفدار ہوگئے اور کچھ شوہر کے اور یہ مسئلہ ڈرانے دھمکانے تک آگیا۔

میمون بن مہران نے اس واقعہ کو عمر بن عبد العزیز کے پاس لکھ بھیجا تاکہ وہ اسے حل کرے۔

عمر بن عبد العزیز نے ایک نشست بلوانی جس میں بنی ہاشم، بنی امیہ اور قریش کے چند بزرگوں کو شرکت کی دعوت دی اور ان سے کہا کہ اس مسئلہ کا حل تلاش کریں۔

اس میٹنگ میں بات چیت تو بہت زیادہ ہوئی بنی امیہ اس کا جواب دینے سے بے بس تھے اس لئے انہوں نے سکوت اختیار کیا۔

آخر میں بنی ہاشم کے ایک شخص نے کہا۔

’’طلاق صحیح نہیں ہے کیونکہ علی ﷣ تمام امت میں سب سے افضل و برتر ہیں۔ اور طلاق کی شرط عدم برتری ہے لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔‘‘

اس شخص نے اپنے دعوی کے ثبوت کے لئے عمر بن عبد العزیز سے کہا۔ تجھ پر خدا کی قسم ہے کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ جناب فاطمہ زہرا ﷥ کے بیمار پڑنے پر ان کی عیادت کے لئے گئے تھے اور اس وقت آپ علی ﷣ کی زوجیت میں تہیں۔

آپ نے فرمایا: ’’بیٹی کیا کھانا چاہتی ہو؟‘‘

جناب فاطمہ ﷥ نے عرض کیا۔

’’بابا انگور کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔‘‘

حالانکہ یہ انگور کا موسم نہیں تھا اور حضرت علی﷣ بھی سفر پر تھے مگر رسول خدا ﷺ نے یوں دعا کی۔

اَللّٰہُمَّ آتنابہ مع افضل امتی عندک منزلتہ

’’خدا انگور کو میرے پاس اس کے ذریعے پہنچا جو تیرے نزدیک منزلت میں سب سے زیادہ ہو۔‘‘

ناگاہ علی﷣ نے دق الباب کیا اور ایک ٹوکری جوان کے ہاتھ میں تھی اس پر عبا کا دامن پڑا ہوا تھا لیکر گھر میں داخل ہوئے۔

پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: ’’علی یہ کیا ہے؟‘‘

علی﷣ نے کہا: ’’یہ انگور ہے جس کی فاطمہ زہرا نے خواہش کی ہے۔‘‘

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ اکبر، اللہ اکبر خدایا تو نے جس طرح علی﷣ کو اس امت کا بہترین شخص قرارا دیکر مجھے خوش کیا اسی طرح اس انگور کو میری فاطمہ ﷥ کے شفا قرار دینا۔‘‘

اس کے بعد آپ نے انگور کو فاطمہ ﷥ کے پاس رکھ کر فرمایا: ’’بیٹی اسے بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔‘‘

ابھی رسول خدا ﷺ جناب فاطمہ ﷥ کے گھر سے باہر نہیں نکلے تھے کہ آپ صحت یاب ہو گئیں۔

عمر بن عبد العزیز نے مرد بنی ہاشم سے کہا: ’’سچ کہا اور اچھی طرح بیان کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس حدیث کو میں نے سنا ہے اور کئی جگہ دیکھا ہے اور قبول کیا ہے۔‘‘

اس کے بعد عبد العزیز نے اس عورت کے شوہر سے کہا: ’’عورت کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے جاوہ تیری بیوی ہے اگر اس کا باپ باپ رو کے تو مار مار کر اس کا چہرہ بگاڑدے۔‘‘[[108]](#footnote-108)؎

اس طرح اس اہم جلسے میں عمر بن عبد العزیز (اموی دور کے آٹھویں خلیفہ) نے قانونی طور پر تمام امت پر امام علی﷣ کی برتری کا اعلان کر ہی دیا جس کی وجہ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وہ عورت اس اہل سنت شخص کی زوجیت میں باقی ہے۔

## ۴۸۔ شیخ بہائی کا ایک عجیب مناظرہ

دسوی اور گیارہویں صدی ہجری کے عالم تشیع کے ایک بہت ہی جلیل القدر عالم دین محمد بن حسین بن عبد الصمد گزرے ہیں جنہیں لوگ ’’شیخ بہائی‘‘ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

شیخ بہائی نے ۱۰۳۱؁ھ قمری میں اس دنیا کو خیر آباد کہا آپ کی قبر امام رضا﷣ کے مرقد مقدس کے جوار میں واقع ہے۔

ایک سفر کے دوران ان کی ملاقات ایک شافعی مذہب عالم دین سے ہوئی تو انھوں نے اس کے سامنے اپنے آپ کو شافعی ظاہر کیا۔ جب اس شافعی کو یہ معلوم ہوا کہ شیخ بہائی شافعی مسلک ہیں اور مرکز تشیع (ایران) سے آئے ہیں تو اس نے شیخ بہائی سے کہا۔

’’یہ شیعہ حضرات اپنے باتوں کے اثبات کے لئے کوئی دلیل و شاہد بھی رکھتے ہیں؟‘‘

شیخ بہائی نے کہا: ’’میرا کبھی کبھی ان سے سامنا ہوا ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ اپنے مطلب و مقصد کے ثبوت میں بہت ہی محکم دلائل رکھتے ہیں۔‘‘

شافعی عالم نے کہا: ’’اگر ممکن ہو تو ان میں کوئی دلیل نقل کرو۔‘‘

شیخ بہائی نے کہا: ’’مثلاً وہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ہے:

’’فاطمہ میرے جگر کا ٹکرا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔‘‘[[109]](#footnote-109)؎

اور اس کے چار ہی ورق کے بعد یہ لکھا ہے:

وخرجت فاطمہ من الدنیا وہی غاضبۃ علیہما.

’’فاطمہ زہرا ﷥ اس دنیا سے عمر و ابوبکر سے ناراض رخصت ہوئیں۔‘‘[[110]](#footnote-110)؎

ان دونوں روایتوں کو جمع کرنے کے بعد اہل سنت کے مطابق ان کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟‘‘

شافعی مذہب فکر میں ڈوب گیا (ان دو روایتوں پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں عادل نہیں تھے اور رہبری کی لیاقت نہیں رکھتے تھے) اور تھوڑے تامل کے بعد اس نے کہا: ’’کبھی کبھی شیعہ جھوٹ بھی بول لیتے ہیں ہو سکتا ہے یہ بھی جھوٹ ہو مجھے کچھ وقت دو تاکہ میں صحیح بخاری کا مطالعہ کروں اور اس روایت کے صدق و کذب کا پتہ لگاؤں اور سچ ہونے کی صورت میں اس طا جواب بھی معلوم کرلوں۔‘‘

شیخ بہائی کہتے ہیں:

’’دوسرے دن جب میں نے اس شافعی کو دیکھا تو میں نے اس سے کہا: ’’تمہارا تحقیق کہاں تک پہنچی؟‘‘

اس نے کہا:’’وہی ہوا جو میں کہتا تھا کہ شیعہ جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ میں نے ان دونوں روایتنوں کو صحیح بخاری میں دیکھا لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان چار ورق کا فاصلہ ہے لیکن میں نے جب گنا تو پانچ ورق کا فاصلہ پایا۔‘‘

کتنا بہترین جواب ہے؟ کتنی بڑی حماقت ہے!

صحیح بخاری میں ان دونوں روایتوں کا موجود ہونا مقصود ہے خواہ وہ پانچ ورق کے فاصلے پر ہوں یا پچاس ورق کے فاصلہ پر؟

## ۴۹۔ علامہ حلی کا سید موصلی سے مناظرہ

آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں شاہ خدا بندہ، ابلخیان کا گیاہواں بادشاہ سنی المذہب تھا مگر ۷۰۹ ہجری میں علامہ حلی (شیعوں کے بزرگ مرجع متوفی ۷۲۶؁ھ) کی زبردست مناظروں کی وجہ سے وہ شیعہ ہوگیا تھا اس نے مذہب جعفری کا قانونی طور پر اعلان کر دیا اور پورے ایران میں اسی وجہ سے شیعہ مذہب رائج ہواتھا۔

ایک دن اس کے پاس اہل تسنن کے بڑے بڑے علماء بیٹھے ہوئے تھے علامہ حلی بھی شاہ کی دعوت پر وہاں موجود تھے اس بزم میں شیعہ اور سنی کے درمیان مختلف مناظرے ہوئے ان میں ایک مناظرہ یہ بھی تھا۔

اہل سنت کے ایک عظیم عالم سید موصلی نے علامہ حلی سے کہا: ’’پیغمبر اسلام ﷺ کے علاوہ دوسرے لوگوں (یعنی ائمہ ﷨) پر صلوات بھیجنے کا کیا جواز ہے؟‘‘

علامہ حلی نے یہ آیت پڑھ دی۔

...وَ بَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ. الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْہُمْ مُّصِیْبَۃٌ، قَالُوْآ اِنَّا لِلہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَ رَحْمَۃٌ...

……ان صابروں کو بشارت دو جن کے اوپر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم خدا کے لئے ہیں اور اسی کی طرف واپس پلٹ کے جائیں گے ان لوگوں پر ان کے پروردگار کی طرف سے صلوات و رحمت ہو……[[111]](#footnote-111)؎

سید موصلی نے بڑی بے اعتنائی سے کہا: ’’پیغمبر ﷺ کے علاوہ (ائمہ ﷨) اور کس پر ایسی مصیبت نازل ہوئی کہ وہ صلوات کے مستحق ہو جائیں؟‘‘

علامہ حلی نے فوراً کہا: ’’سب سے بڑے مصیبت نو یہ ہے ان کی (وہ سید تھا الہٰذا ائمہ کی نسل میں تھا) نسل میں ایک تیرے جیسا آدمی بھی ہے جو منافقوں کو آل رسول پر ترجیح دیتا ہے۔‘‘

علامہ کی اس حاضر جوابی پر سارا مجمع ہنس پڑا۔[[112]](#footnote-112)؎

## ۵۰۔ ایک یشعہ عالم کا امر بالمعروف کے مسؤل سے مناظرہ

ایک شیعہ عالم دین سعودی حکومت کے مرکز امر بہ معروف اور نہی از منکر میں پہنچ گئے وہاں انہوں نے اس کے سرپرست سے کچھ گفتگو کی جو ایک مناظرہ کی شکل اختیار کر گئی ہم اسے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

سرپرست: ’’رسول اکرم ﷺ دنیا سے چلے گئے اور جو مرجاتا ہے وہ کسی کو نقصان یا فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو پھر تم لوگ قبر رسول سے کیا چاہتے ہو؟‘‘

شیعہ عالم دین: ’’رسول اکرم ﷺ اگر چہ اس دنیا کو چھوڑ چکے ہیں مگر در حقیقت وہ زندہ ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اﷲِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ

اور اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے والوں کو تم ہرگز مردہ نہ سمجھنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔[[113]](#footnote-113)؎

اسی طرح بہت سی روایتں بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس طرح پیغمبر اکرم ﷺ کا زندگی میں احترام کرنا واجب تھا اسی طرح مرنے کے بعد بھی ان کا احترام کرنا چاہیے۔‘‘

سر پرست: ’’اس آیت میں جو زندگی مرادلی گئی ہے کیا وہ ہماری اس زندگی سے مختلف اور اس کے علاوہ کوئی اور زندگی ہے؟‘‘

شیعہ عالم: ’’اس میں کیا مضائقہ ہے کہ رسول خدا ﷺ رحلت کے بعد ایک دوسری زندگی کے مالک ہوں اور ہماری باتیں سنیں اور اسی عالم میں خدا کے حکم سے ہم پر لطف کریں ہماری مشکلات حل کریں؟ میں تم سے پوچھتاہوں ’’جب تمہارا باپ مرجتا ہے تو کیا تم اس کی قبر پر نہیں جاتے اور اس کے لئے خدا کے مغرفت کی دعا نہیں کرتے؟‘‘

سرپرست: ’’کیوں نہیں ہم جاتے ہیں۔‘‘

شیعہ عالم: ’’میں پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا کہ اس طرح ان کی زیارت سے مشرف ہو جاتا لہٰذا اب ان کی قبر کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔‘‘

اس سے واضح عبارت میں: پیغمبر اکرم ﷺ کے جسم اطہر کی وجہ سے قبر کے اطراف کا حصہ یقیناًمبارک ہوگیا ہے اگر ہم اس قبر مقدس کی خاک کا بوسہ لیتے ہیں یا اسے تبرک سمجھتے ہیں تو یہ بالکل اس کے مانند ہے کہ جیسے ایک شاگرد یا بیٹا اپنے استاد یا باپ کی محبت کی وجہ سے اس کے پیر کی خاک اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے۔

مولف کاقول ہے: مجھے وہ زمانہ یاد ہے جب آقاء خمینی کو ملک بدر کیا گیا تھا تو اس وقت میرے ایک نہایت بزرگ استاد نے کہا تھا: ’’میں چاہتا ہوں کہ اپنے عمامہ کے تحت الحنک کو آقاء خمینی کے نعلین سے مس کروں اور اس خاک آلود تحت الحنک کے ساتھ نماز پڑھوں۔‘‘

اس طرح کی باتیں دراصل شدید محبت اور تعلق کی غمازی کرتی ہیں ان میں کسی طرح کے کسی شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا قرآن کریم نے اولیاء خدا سی توسل کرنا جائز قرار دیتے ہوئے اسے بخشش و مغفرت کا ذریعہ قرار دیا ہے جیسا کہ سورہ نساء کی ۶۴ ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيْمًا

اور جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تو اگر تمہارے پاس آکر اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتا تو وہ اللہ کو تواب و رحیم پاتے۔

## ۵۱۔ علامہ امینی کا قانع کنند جواب

علامہ امینی شیعوں کے عظیم عالم دین مولف کتاب ’’الغدیر‘‘ نے اپنے ایک سفر کے دوران ایک جلسے میں شرکت کی تو وہاں ایک سنی عالم دین نے آپ سے کہا: ’’تم شیعہ حضرات علی ﷣ کے سلسلے میں غلو کرتے ہو اور انہیں حد سے زیادہ بڑھاتے ہو مثلاً تم انہیں ’’ید اللہ، عین اللہ‘‘ جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں صحابہ کی اس حد تک توصیف کرنا غلط ہے۔‘‘

علامہ امینی نے برجستہ جواب دیا: ’’اگر عمر بن خطاب نے علی ﷣ کو ان القاب سے یاد کیا ہوتو اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال؟‘‘

اس نے کہا: ’’حضرت عمر کی بات ہمارے لئے حجت ہے۔‘‘

علامہ امینی نے اسی بزم میں اہل سنت کی ایک کتاب منگوائی وہ کتاب لائی گئی۔ علامہ نے چند ورق پلٹنے کے بعد اس صفحے کو کھول دیا جہاں یہ عبارت نقل ہوئی تھی۔

’’ایک شخص خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا اسی وقت اس نے ایک نا محرم پر غلط نظر ڈال دی تو امام علی﷣ نے وہیں اس کے چہرے پر ایک طمانچہ مارا وہ اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے عمر بن خطاب کے پاس شکایت کرنے آیا اور پورا واقعہ بیان کیا۔

عمر نے اس کے جواب میں کہا: ’’بیشک خدا کی آنکھ نے دیکھا اور خدا کے ہاتھ نے مارا۔‘‘

سوال کرنے والے نے جب اس حدیث کو دیکھا تو قانع ہو گیا۔

اس طرح کی تعبیریں اور القاب دراصل احترام اور تعظیم کی خاطر ہوا کرتے ہیں مثلاً ’’روح اللہ‘‘ جو حضرت عیسیٰ ﷣ کا لقب ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ کے روح بھی ہوتی ہے بلکہ یہ ان کی عظمت و بلندی کے بیان کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔

## ۵۲۔ کیا پتھر اور مٹی پر سجدہ کرنا شرک ہے؟

ایک مرجع تقلید کہتے ہیں کہ میں ایک روز مسجد نبوی میں نماز صبح انجام دینے کے بعد روضہ مقدس میں بیٹھا ہوا تھا اور قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول تھا۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ ایک شیعہ آیا اور روضہ کے بائیں طرف کھڑا ہو کر نماز پڑھنے میں مشغول ہوگیا اس کے قریب ہی دو آدی مصری روضے کے ستون سے ٹیک لگائے کھڑے تھے جب انہوں نے اس شیعہ کو نماز کے دوران اپنی جیب سے سجدہ گاہ نکالتے دیکھا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ ’’اس عجمی کو دیکھو یہ پتھر پر سجدہ کرنا چاہتا ہے۔‘‘

شیعہ مرد رکوع میں گیا اور رکوع کے بعد سجدہ کرنے کے لئے ایک پتھر پر اپنی پیشانی رکھ دی یہ منظر دیکھ کر ان میں سے ایک دوڑتا ہوا اس کی طرف جانے لگا لیکن قبل اس کے وہ وہاں تک پہنچ پاتا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ’’تم کیوں ایک مسلمان کی نماز باطل کرنا چاہ رہے ہو جو اس مقدس جگہ پر نماز ادا کر رہا ہے۔‘‘

اس نے کہا: ’’وہ پتھر پر سجدہ کرنا چاہ رہا ہے۔‘‘

میں نے کہا: ’’پتھر پر سجدہ کرنے میں کیا اشکال ہے میں بھی پتھر پر سجدہ کرتا ہوں۔‘‘

اس نے کہا: ’’کیوں اور کس لئے۔‘‘

میں نے کہا: وہ شیعہ ہے اور مذہب جعفری کا پیرو ہے میں بھی مذہب جعفری کا معتقد ہوں کیا جعفر بن محمد امام صادق﷣ کو پہنچا نتے ہو؟‘‘

اس نے کہا: ’’ہاں۔‘‘

میں نے کہا: ’’کیا وہ اہل بیت رسول اکرم ﷺ میں سے ہیں؟‘‘

اس نے کہا: ’’ہاں۔‘‘

میں نے کہا: ’’وہ ہمارے مذہب کے پیشوا ہیں وہ کہتے ہیں کہ فرش اور ٹاٹ پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسی چیز پر سجدہ کرنا چاہیے جو زمین کے اجزا میں سے ہو۔‘‘

اس سنی شخص نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا: ’’دین ایک ہے نماز بھی ایک ہے۔‘‘

میں نے کہا: ’’ہاں دین ایک ہے نماز ایک ہے تو اہل سنت بھی نماز کے وقت مختلف طریقوں سے کیوں نماز ادا کرتے ہیں تمہارے مذہب میں کچھ لوگ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اور کچھ ہاتھ کھول کر نماز ادا کرتے ہیں دین ایک ہے اور رسول خدا نے ایک ہی طریقے سے نماز ادا کی تھی پھر یہ اختلاف کیوں؟ تم کہوگے کہ کہ ابو حنیفہ یا شافعی یا مالک یا احمد بن حنبل نے اس طرح، اس طرح کہا ہے (ہاتھ کے اشارے سے بتایا)

اس نے کہا: ’’ہاں ان لوگوں نے اسی طرح کہا ہے۔‘‘

میں نے کہا: ’’جعفر بن محمد امام صادق﷣ ہمارے مذہب کے پیشوا ہیں جن کے لئے تم نے اعتراف کیا ہے کہ وہ خاندان رسالت سے تعلق رکھتے ہیں انھوں نے اسی طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اس بات پر بھی توجہ رہے کہ ’’اہل البیت ادری بما فی البیت‘‘ گھر والے گھر کی باتیں دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں: ’’لہٰذا رسول خدا کے اہل بیت، احکام الٰہی سے دوسروں کے مقابل زیادہ آگاہ ہیں امام جعفر صادق﷣ کا علم بہر حال ابو حنیفہ سے کئی گناہ زیادہ ہے ان کا قول ہے کہ ’’زمین کے اجزاء پر سجدہ کرنا چاہیے مگر اون اور روئی پر سجدہ کرنا درست نہیں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان کے اختلاف کی نوعیت بالکل وہی ہے جو خود تمہارے مذہب میں پائے جانے والے مختلف مسالک میں ہاتھ باندھنے اور کھولنے کے سلسلے میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف فروع دین کا اختلاف ہے نہ کہ اصول دین کا اور فروع دین کا اختلاف کسی بھی طرح سے شرک سے تعلق نہیں رکھتا۔

جب میری بات یہاں تک پہنچ گئی تو وہاں بیٹھے ہوئے تمام اہل سنت حضرات نے میری بات کی تصدیق کی اور تب میں نے غصے میں اس سے (جو شیعہ کی سجدہ گاہ چھیننے کے لئے دوڑا تھا) کہا۔

کیا تجھے رسول خدا ﷺ سے شرم نہیں آتی کہ ایک شخص ان کی قبر کے سامنے نماز پڑھتا ہے اور تو اس کی نماز باطل کر رہا ہے جبکہ وہ خود اپنے مذہب کے مطابق نماز پڑھ رہا ہے اور یہ شخص اس مذہب سے تعلق رکھتا ہے جو مذہب یہ صاحب قبرلے کر آیا ہے؟

ِ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللَّهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهَّرَهُمْ تَطْهِيرا

تمام کے تمام حاضرین نے اس کی لعنت و ملامت کی اور اس سے کہا: ’’جب وہ اپنے مذہب کے مطابق نماز پڑھ رہا ہے تو اس سے کیوں لڑائی جھگڑا کرتا ہے‘‘ اور اس کے بعد سب لوگوں نے مجھ سے معافی مانگی۔[[114]](#footnote-114)؎

### مختصر شرح

واقعی وہابیوں اور سنیوں کے علماء کا کام کتنا حیرت انگیز ہے کہ وہ عوام کو فریب دیتے ہیں اور انہیں یہ بات ذہن نشین کراتے ہیں کہ خاک شفا، پتھر یا لکڑی پر سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں سجدہ خاک شفا، لکڑی پتھر یا فرش اور ٹاٹ پر کرنے میں كیا فرق پایا جاتا ہے؟ تم ٹاٹ اور چٹائی پر سجدہ کرتے ہو اسے شرک نہیں قرار دیتے ہو لیکن شیعہ حضرات اگر پتھر اور خاک شفاپر سجدہ کریں تو یہ شرک ہے؟

کیا جو شخص فرش اور چٹائی پر سجدہ کرتا ہے تو گویا اس کی عبادت کرتا ہے؟ تم لوگ جو شیعہ حضرات کو شرک کی نسبت دیتے ہو کیا انہیں سجدہ کرتے وقت نہیں دیکھتے کہ سجدہ میں وہ تین بار سبحان اللہ کہتے ہیں یا ابک بار سبحان ربی الاعلی (پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات) اور اس کی حمد و ستائش پر غور نہیں کرتے؟ تم لوگوں کی زبان بھی عربی ہے تمہیں عربی الفاظ سے زیادہ واقف ہونا چاہیے تمہیں یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ جس پر سجدہ کیا جاتا ہے اور جس کے لئے سمدہ کیا جاتا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

اگر ہم کسی چیز پر سجدہ کرتے ہیں تو اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہم اس کی عبادت کرنے لگے ہیں بلکہ سجدہ کی حالت میں ہم نہایت ہی خضوع اور خشوع کے ساتھ اپنے خداوند متعال کے سامنے سر نیاز خم کرتے ہیں۔ کیا تم نے یہ دیکھا ہے کہ بت پرست اپنے سر کے نیچے بتوں کو رکھ کر ان کا سجدہ کرتے ہوں؟ نہیں بلکہ وہ اپنے بتوں کو اپنے سامنے کھڑا کرتے ہیں اور اس کے بعد ان کے سامنے اپنی پیشانی زمین پر رکھتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں نہ کہ ان چیزوں کی جس پر وہ اپنی پیشانیوں رکھا کرتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ پتھر پر سجدہ یا فرش پر سجدہ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے اور اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ ہم ان کا سجدہ کرتے ہیں بلکہ یہ تمام سجدے صرف خداوند متعال کے لئے ہوتے ہیں۔ ہاں فرق یہ ہے کہ ہمارے مذہب کے پیشوا اور رہبر امام جعفر صادق ﷣ فرماتے ہیں کہ اجزاء زمین (پتھر یا ایسی سجدہ گاہ جو مٹی یا پتھر سے بنی ہو) پر سجدہ کرو لیکن اہل سنت کے مذہب کے رہبر اور پیشوا (مثلاً ابو حنیفہ۔ امام شافعی وغیرہ) کہتے ہیں کہ اگر فرش پر نماز پڑھ رہے ہو تو اسی پر سجدہ کرو۔

یہاں پر اہل سنت حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ تم لوگ فرش پر سجدہ کیوں نہیں کرتے بلکہ خاک یا خاک کی انواع میں سے کسی ایک پر سجدہ کرتے ہو؟

اس کا یہی جواب ہے: ’’رسول اکرم ﷺ فرش پر سجدہ نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ریت اور خاک پر سجدہ کیا کرتے تھے اور اس زمانہ کے تمام مسلمان بھی ریت اور مٹی پر سجدہ کرتے تھے آج ہم انہیں کی پیروی میں ریت اور مٹی پر سجدہ کرتے ہیں۔[[115]](#footnote-115)؎

ہاں بعض روایتوں کے مطابق شدید گرمی کی وجہ سے لباس پر سجدہ كرنے کی اجازت دی گئی ہے جیسا کہ انس بن مالک سے ایک روایت نقل ہوئی ہے:

کنا نصل مع النبی ﷺ فیضع احدنا طرف الثوب من شدۃ الحرفی مکان السجود.

’’ہم لوگ پیغمبر اکر ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو بعض لوگ شدید گرمی کی وجہ سے سجدہ کے وقت مقام سجدہ پر اپنے دامن رکھ دیا کرتے تھے۔‘‘[[116]](#footnote-116)؎

اس روایت سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ضرورت کے وقت فرش پر سجدہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن یہ کہ آیا رسول خدا ﷺ نے بھی وقت ضرورت گرمی کی شدت کی وجہ سے فرس پر سجدہ کیا تھا یا نہیں؟ اس طرح کی کوئی روایت اس موضوع پر آپ کے سلسلے میں نہیں پائی جاتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ زمین کے اجزا پر سجدہ کرنا شرک ہے تو ہمیں یہ بھی کہنا چاہے کہ خدا کے حکم سے فرشتوں کا سجدہ جو ان لوگوں نے آدم کے سامنے کیا تھا وہ بھی شرک ہی تھایا کعبہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنا بھی شرک ہے۔ بلکہ ان دونوں موارد پر توشرک میں خاصی شدت پائی جاتی ہے کیونکہ فرشتوں نے تو جناب آدم ﷣ کے سامنے سجدہ کیا تھا نہ کہ حضرت آدم پر اور اس طرح تمام مسلمان بھی کعبہ پر سجدہ نہیں کرتے بلکہ کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔

اس کے باوجود کسی مسلمان نے یہ نہیں کہا کہ جناب آدم ﷣ کے سامنے یاکعبہ کی سمت سمدہ کرنا شرک ہے کیونکہ حقیقت سجدہ یعنی نایت خضوع و خشوع کے ساتھ خداوند متعال کے حکم کے سامنے سر نیاز خم کرنا ہے اسی وجہ سے کعبہ کی سمت سجدہ کرنا خدا کے حکم سے خدا کا سجدہ کرنا ہے اور جناب آدم﷣ کے سامنے بھی جناب آدم کا سجدہ اولاً تو حکم خدا تھا جس کی اطاعت کے لئے فرشتوں نے اپنی پیشانیاں خم کی تھی دوسرے یہ کہ یہ سجدہ شکر الٰہی کے طور پر تھا اور اس بنیاد پر ہم سجدہ گاہ خاک شفا یا لکڑی پر سجدہ تو کرتے ہیں لیکن یہ سجدہ خدا کی حکم کی بجا آوری کے لئے ہے اور ہمارا یہ سجدہ اس چیز پر ہے جو زمین کے اجزا میں سے ہے جیسا کہ ہمارے مذہب کے راہنما و پیشوا نے فرمایا ہے کہ خدا کے سجدہ کے وقت اپنی پیشانی کو زمین کے اجزا میں سے کسی چیز پر ٹکاؤ۔

## ۵۳۔ امر بالمعروف کے سرپرست سے ایک شیعہ مفکر کا مناظرہ

ایک شیعہ عالم دین مدینہ میں امر بالمعروف کمیٹی کے رئیس کے پاس اپنے کسی کام سے گیا تو وہاں کمیٹی کے رئیس اور شیعہ عالم دین میں بعض شیعہ امور کے سلسلہ میں اس طرح بحث ہوئی۔

رئیس: ’’تم لوگ قبر پیغمبر ﷺ کے قریب نماز زیارت کس لئے پڑھتے ہو جبکہ غیر خدا کے لئے نماز پڑھنا شرک ہے؟‘‘

شیعہ مفکر: ’’ہم پیغمبر ﷺ کے لئے نماز نہیں پڑھتے بلکہ نماز خدا کے لئے پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب رسول خدا ﷺ کی روح کے لئے ہدیہ کرتے ہیں۔‘‘

رئیس: ’’قبروں کے پاس نماز پڑھنا شرک ہے۔‘‘

شیعہ مفکر: ’’اگر قبروں کے پاس نماز پڑھنا شرک ہے تو کعبہ میں بھی نماز پڑھنا شرک ہے کیونکہ حجر اسمٰعیل ﷣ میں بھی قبر جناب ہاجرہ و قبر جناب اسمٰعیل اور بعض دوسرے پیغمبروں کی بھی قبریں پائی جاتی ہے اور یہ بات اہل سنت اور اہل تشیع دونوں سے نقل ہے کہ بعض پیغمبروں کی قبریں وہاں پر موجود ہیں تمہارے کہنے کے مطابق حجر اسمٰعیل میں نماز پڑھنا شرک ہے جبکہ تمام مذاہب کے علماء (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ) سب کے سب حجر اسمٰعیل میں نماز پڑھتے ہیں۔ لہٰذا اس بنا پر قبروں کے قریب نماز پڑھنا شرک نہیں ہے۔‘‘[[117]](#footnote-117)؎

اس کمیٹی کے ایک شخص نے کہا: ’’پیغمبر اکرم ﷺ نے قبروں کے پاس نماز پڑھنے سے نہی فرمایا ہے۔‘‘

شیعہ مفکر: ’’یہ پیغمبر اکرم ﷺ پر سراسر تہمت لگائی گئی ہے اگر قبروں کے پاس نماز پڑھنے سے پیغمبر اکرم ﷺ نے نہی کیا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے تو لاکھوں اور کروڑوں زائر کیوں ان کی مخالفت کرتے ہیں اور مسجد نبوی میں آپ کی قبر اور عمر و ابو بکر کی قبروں کے سامنے اس فعل کے مرتکب ہوتے ہیں؟

اس سلسلے میں چند روایتیں بھی نقل ہوئی ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کے چند صحابیوں نے قبروں کے قریب نماز پڑھی ہے۔ منجملہ

صحیح بخاری [[118]](#footnote-118)؎ میں نقل ہوا ہے کہ عید قربان کے دن آنحضرت ﷺ نے بقیع میں نماز پڑھی اور اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

’’آج کے دن کی خاص عبادت یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں اور اس کے بعد واپس ہوں اور قربانی کریں اور جس نے اس طرح کیا اس نے گویا میری سنت پر عمل کیا۔‘‘

اس روایت کے مطابق رسول خدا ﷺ نے قبروں کے قریب نماز پڑھی ہے لیکن تم، لوگوں کو قبروں کے پاس نماز پڑھنے سے روکتے ہو اور کہتے ہو کہ اسلام میں یہ چیز جائز نہیں ہے اگر اسلام سے تمہارا مطلب شریعت محمدی ہے تو صاحب شریعت محمد ﷺ نے خود بقیع میں نماز پڑھی ہے ہاں اس بات کی طرف توجہ رہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینے میں وارد ہوئے تھے تو اس وقت بقیع قبرستان تھا اور اب بھی ہے۔

اس بنا پر پیغمبر اسلام ﷺ کے نزدیک اور ان کی پیروی کرنے والوں کے نزدیک قبروں کے پاس نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن تم لوگ پیغمبر اسلام ﷺ کی رائے کے خلاف قبروں کے نزدیک نماز پڑھنے سے منع کرتے ہو۔

### اس سلسلے میں ایک غم انگیز واقعہ

ڈاکٹر سید محمد تیجانی سماوی اہل سنت کے ایک ایسے مفکر ہیں جنہوں نے شیعیت اختیار کرلی وہ لکھتے ہیں:

’’میں بقیع زیارت کے لئے گیا ہواتھا اور وہاں کھڑا ہو کر اہل بیت ﷨ پر درود پڑھ رہاتھا کہ دیکھا ایک بوڑھا ضعیف اور ناتواں رورہا ہے میں نے اس کے گریہ سے سمجھ لیا کہ وہ شیعہ ہے تھوڑی ہی دیر بعد یہ شخص قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھ رہا تھا کہ ناگہاں دیکھا ایک سعودی فوج کا آدمی اس کے پاس دوڑا ہوا آیا جس سے یہ پتہ چل رہا تھا کہ بہت ہی دیر سے وہ اس شیعہ کی ٹوہ میں لگا ہوا تھا آتے ہی اس نے اپنی اونچی ایڑی کے جوتے سے اسے اس طرح مارا کہ فوراً ہی وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور کچھ دیر کے لئے وہ بے ہوش ہو گیا اور اسی بے ہوشی کی حالت میں وہ فوج کا آدمی اسے کچھ دیر تک مارتا اور برا بھلا کہتا رہا۔

اس بوڑھے کو دیکھ کر میرادل بھر آیا اور خیال کیا کہ میرا دل مرچکا ہے لیکن یکایک میری غیرت جوش میں آئی اور میں نے اس فوجی سے کہا: ’’خدا خوش نہیں ہوگا اسے نماز پڑھنے کی حالت میں کیوں مار رہے ہو؟‘‘

اس نے تڑخ کر مجھ سے کہا: ’’خاموش ہوجا ورنہ تیرا بھی یہی حشر ہوگا حو اس کا ہوا ہے۔‘‘

میں نے اسی جگہ بعض زائرین کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔ ’’وہ جوتے ہی کا مستحق ہے کیونکہ اس نے قبر کے پاس نماز پڑھی ہے۔‘‘

غصہ میں میں نے کہا: ’’قبر کے پاس نماز پڑھنا کس نے حرام قرار دیا ہے؟ اور طویل گفتگو کی بعد میں نے کہا:’’اگر بالفرض قبر کے پاس نماز پڑھنا حرام ہی ہے تو نرمی سے منع کرنا چاہیے نہ کہ غصہ سے۔‘‘

میں ایک باد یہ نشین کا واقعہ تمہارے لئے نقل کروں؟

پیغمبر اسلام ﷺ کا زمانہ تھا ایک بے حیا اور بے شرم بادیہ نشین نے آکر پیغمبر اسلام ﷺ کے سامنے مسجد میں آکر پیشاب کر دیا یہ دیکھ کر ایک صحابی اپنی شمشیر لے کر اسے قتل کرنے کے لئے بڑھے لیکن پیغمبر ﷺ نے اسے سختی سے روکا اور کہا۔ ’’اسے اذیت نہ دو ایک بالٹی پانی لا کر اس کے پیشاب پر ڈال دو تاکہ مسجد پاک ہو جائے تم لوگ لوگوں کے امور کو آسان کرنے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ اذیت دینے کے لئے (تم میں جاذبیت ہونی چاہیے نہ کہ نفرت)

اصحاب نے پیغمبر ﷺ کے حکم پر عمل کی ااس کے بعد آنحضرت ﷺ نے بادیہ نشین کو بلایا اور اپنے قریب بٹھا کر بڑے ہی رم لہجے میں اس سے کہا۔ ’’یہ خدا کا گھر ہے اسے نجس نہیں کرنا چاہیے۔‘‘

وہ بادیہ نشین اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

کیا واقعی حرمین کے خدام کا اسی طرح کا سلوک ہونا چاہیے جس طرح وہ ایک بوڑھے اور نابینا سے پیش آتے ہیں اور کیا اس طرح اپنے اخلاق کو پیغمبر ﷺ کا اخلاق کہہ کر لوگوں کے لئے اپنے کو نمونہ قرار دیں گے؟[[119]](#footnote-119)؎

## ۵۴۔ مظلومیت فاطمہ زہرا ﷥ کیوں؟

امر بالمعروف کمیٹی کے ساتھ شیعہ علماء کے چند مناظرے بیان کئے جاچکے اور اب ہم چند دوسرے حصے بیان کر رہے ہیں توجہ فرمائیں۔

رئیس: ’’قبر پیغمبر اکرم ﷺ اور فاطمہ زہرا ﷥ کے پاس اذکار کے درمیان تم لوگ ’’السلام علیک ایہا المظلومۃ‘‘ کیوں کہتے ہو (اے مظلومہ تم پر سلام ہو) کس شخص نے فاطمہ زہرا ﷥ پر ظلم کیا ہے؟

شیعہ مفکر: ’’فاطمہ زہرا ﷥ کے بارے میں غم انگیز ستم کا واقعہ تمہاری کتابوں میں پایا جاتا ہے۔‘‘

رئیس: ’’ کس کتاب میں؟‘‘

شیعہ مفکر: ’’کتاب ’’الامامتہ و السیاسۃ‘‘ کے صفحہ نمبر ۱۳ پر جس کے مولف ابن کتبہ دینوں ہیں۔

رئیس: ’’ہمارے پاس اس طرح کی کوئی کتاب نہیں ہے۔‘‘

شیعہ: ’’میں اس کتاب کو دوکان سے خرید کر تمہارے لئے لاؤں گا۔‘‘

رئیس نے میری اس پیش کش کو قبول کر لیا میں بازار جاکر کتاب ’’الامامۃ و السیاسۃ‘‘ خرید لایا اور اس کے سامنے ج اول ص ۱۹ کھول کر رکھ دیا اور کہا اسے پڑھو۔ اس صفحہ پر اس طرح لکھا ہوا تھا۔

’’اس وقت ابو بکر ان لوگوں کی جستجو میں تھا جنھوں نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کر کے علی ﷣ کے گھر میں پناہ لی تھی۔ ابو بکر نے عمر کو ان لوگوں کے پاس بھیجا عمر علی ﷣ کے گھر کے پاس آکر بلند آواز سے علی﷣ اور ان کے گھر میں جو بھی لوگ تھے انہیں بلایا اور کہا ابو بکر کی بیعت کے لئے گھر سے باہر نکل آؤ مگر وہ لوگ گھر سے باہر نہیں آئے تو عمر نے آگ اور لکڑی منگوائی اور کہا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے تم لوگ جلد سے جلد باہر آؤ ورنہ تم لوگوں کے ساتھ اس گھر کو آگ لگادوں گا۔

عمر کے بعض ساتھیوں نے کہا اس گھر میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔

عمر نے کہا: ’’ہوا کریں۔‘‘

مجبور ہو کر حضرت علی﷣ کے علاوہ تمام کے تمام لوگ گھر سے باہر نکل آئے۔

اسی صفحہ کے ذیل میں لکھا ہوا ہے کہ مرتے وقت ابو بکر نے بستر علالتت پر کہا۔

’’کاش علی﷣ کے گھر پر حملہ نہ ہوا ہوتا اگر چہ انھوں نے ہم سے اعلان جنگ کیا تھا۔‘‘

یہا شیعہ نے وہابی رئیس سے کہا: ’’ابو بکر کی بات پر خوب توجہ کرو مرتے وقت انہوں نے کس طرح تاسف اور پشیمانی کا اظہار کیا۔‘‘

رئیس اس کتاب کے استدلال سے تلملا اٹھا اور کہنے لگا: ’’اس کتاب کا مولف ابن قتیبہ شیعوں کی طرف مائل ہے۔‘‘

شیعہ مفکر: ’’اگر ابن قتبیبہ مذہب تشیع کی طرف مائل ہے تو صحیح مسلم، بخاری کے مولفین کے بارے میں کیا کہتے ہو جبکہ دو کے دونوں روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ زہرا ﷥مرتے وقت ابو بکر سے ناراض تہیں اور نفرت کرتی تھیں یہاں تک کہ دنیا کو خدا حافظ کہا۔‘‘

اس سلسلہ میں صحیح مسلم ج۵، ص ۱۵۳، طبع مصر۔ صحیح بخاری ج۵، ص ۱۷۷، طبع الشعب (باب عزوۃ خیبر) ملاحظہ فرمائیں۔

## ۵۵۔ خاک شفا کی سجدہ گاہ پر سجدہ کرنے کے متلق ایک مناظرہ

مصر کی ’’الازہر‘‘ یونیورسٹی کا فارغ التحصیل اہل سنت کا ایک عالم دین جن کا نام ’’شیخ محمد مرعی انطاکی‘‘ تھا اور یہ شام کے رہنے والے ہیں انہوں نے اپنی بہت ہی عظیم تحقیق کے بعد مذہب تشیع اختیار کرلیا۔ وہ اپنی کتاب ’’لماذا اخترت مذہب الشیعۃ‘‘ میں اپنے مذہب شیعہ اختیار کرنے کے سلسلے میں تمام علل و اسباب کے مدارک لکھتے ہیں۔

یہاں پر اہل سنت سے ان کا ایک مناظرہ نقل کر رہے ہیں جو خاک شفا پر سجدہ کرنے کے سلسلے میں ہوا تھا ملاحظہ فرمائیں۔

محمد مرعی اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے چند اہل سنت ان کے گھر پر ان کی زیارت کے لئے آئے جن میں ان کے کچھ جامعہ ازہر کے پرانے دوست بھی تھے۔ گھر پر گفتگو کے دوران بات چیت یہاں تک پہنچ گئی۔

علماء اہل سنت: ’’تمام شیعہ حضرات خاک شفا پر سجدہ کرتے ہیں اسی وجہ سے وہ مشرک ہیں۔‘‘

محمد مرعی: ’’خاک شفا پر سجدہ کرنا شرک نہیں ہے کیونکہ شیعہ خاک شفاپر خدا کے لئے سجدہ کرتے ہیں نہ کہ مٹی کا سجدہ کرتے ہیں البتہ تمہاری فکر میں اگر اس میں کوئی چیز ہے اور شیعہ اس کا سمدہ کرتے ہیں تو وہ شرک ہے لیکن شیعہ اپنے معبود خدا کے لئے سجدہ کرتے نتیجہ یہ کہ وہ خدا کے سجدہ کے وقت اپنی پیشانی کو خاک پر رکھتے ہیں۔ اس سے واضح یہ کہ حقیقت سجدہ خدا کے سامنے خضوع و خشوع کا آخری درجہ ہے نہ کہ خاک شفا کے سامنے خضوع و خشوع ہے۔

ان میں سے ایک ۔ حمید نامی شخص ۔ نے کہا تمہیں اس چیز کی میں داد دیتا ہو کہ تم نے بہت ہی اچھا تجزیہ کیا لیکن ہمارے لئے ایک اعتراض باقی رہ جاتا ہے وہ یہ کہ تم لوگ (شیعہ) کیوں اس چیز پر مصر ہو کہ خاک شفا پر ہی سجدہ کیا جائے اور جس طرح مٹی پر سجدہ کرتے ہو اسی طرح دوسری تمام چیزوں پر سجدہ کیوں نہیں کرتے؟

محمد مرعی: ہم لوگ اس بنیاد پر خاک پر سجدہ کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک حدیث جو تمام فرقوں میں پائی جاتی ہے فرمایا ہے:

جعلت لی الارض مسجد آو طہوراً.

زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک و پاکیزہ قراردی گئی ہے۔

حمید: ’’کس طرح تمام مسلمان اس نظریہ پر اتفاق نہیں رکھتے ہیں؟‘‘

محمد مرعی: ’’جس وقت پیغمبر اکرم ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اسی وقت آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا کیا اس وقت اس مسجد میں فرش تھا؟‘‘

حمید : ’’نہیں فرش نہیں تھا۔‘‘

محمد مرعی: ’’بس پیغمبر اکرم ﷺ اور اس وقت کے تمام مسلمانوں نے کس چیز پر سجدہ کیا تھا؟‘‘

حمید: ’’مسلمانوں نے اس زمین پر سجدہ کیا تھا جس کا فرش خاک سے بنا ہوا تھا۔‘‘

محمد مرعی: ’’بعد رحلت پیغمبر ﷺ ابو بکر، عمر اور عثمان کی خلافت کے زمانہ میں مسلمانوں نے کس چیز پر سجدہ کیا؟ کیا اس وقت مسجد میں فرش تھا؟‘‘

حمید: ’’نہیں فرش نہیں تھا۔ ان لوگوں نے بھی مسجد کی زمین پر سجدہ کیا تھا۔‘‘

محمد مرعی: ’’تمہارے اس عتراض کی بنیاد پر پیغمبر اکرم ﷺ نے تمام نمازوں کے سجدے زمین پر کئے ہیں اس طرح تمام مسلمان نے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی زمیں پر ہی سجدہ کیا بس انہیں وجوہ کی بنا پر خاک پر سجدہ کرنا صحیح ہے۔‘‘

حمید: ’’ہمارا اعتارض یہ ہے کہ شیعہ صرف خاک پر سجدہ کرتے ہیں اور خاک زمین سے لی گئی ہے اسے سجدہ گاہ بنا دیا اور جس پر وہ اپنی جبینوں کو رکھتے ہیں اور سجدہ کے وقت اسی کو دوسری زمین پر رکھتے ہیں اور اس پر سجدہ کرتے ہیں۔‘‘

محمد مرعی: ’’اولاً یہ کہ شیعہ عقیدہ کے مطابق ہر طرح کی زمین پر سجدہ کرنا جائز ہے خواہ وہ پتھر کا فرش ہو یا خاک کا فرش ہو۔ ثانیاً یہ کہ جہاں سجدہ کیا جائے وہ پاک ہوبس نجس زمین میں یا خاک پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اسی وجہ سے وہ مٹی کا ایک ٹکڑا جو سجدہ گاہ کی شکل کا بنایا جاتا ہے وہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اس بات کا اطمینان رہے کہ یہ پاک ہے اور اس پر سجدہ ہو سکتا ہے۔‘‘

حمید: ’’اگر شیعوں کی مراد صرف پاک اور خالص مٹی پر سجدہ کرنا ہے تو ہ کیوں اپنے ساتھ سجدہ گاہ رکھتے ہیں کیوں نہیں تھوڑی سی خاک اپنے پاس رکھتے؟‘‘

محمد مرعی: ’’اپنے ساتھ خاک رکھنے سے کپڑے وغیرہ گندے ہو سکتے ہیں کیونکہ خاک کی طبیعت ہے کہ اسے جہاں بھی رکھا جائے گا وہ اسے آلودہ کردے گی شیعہ حضرات اسی وجہ سے اس خاک کو پانی میں ملا کر ایک خوبصورت شکل کی سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں تاکہ اسے اپنے ساتھ رکھنے میں زحمت نہ ہو اور لباس گندہ نہ ہونے پائے۔‘‘

حمید: ’’خاک کے علاوہ بوریا، قالین وغیرہ پر سجدہ کیوں نہیں کرتے؟‘‘

محمد مرعی: ’’میں نے کہا کہ سجدہ کا مطلب یہ کہ خدا کے سامنے آخری درجہ کا خضوع اور خشوع جو میں کہتا ہوں کہ خاک پر سجدہ کرنا خواہ وہ سجدہ گاہ ہو یا نرم خاک ہو خدا کے سامنے زیادہ خضوع اور خشوع پر دلالت کرتا ہے کیونکہ خاک سب سے زیادہ حقیر چیز ہے اور ہم اپنے جسم کا سب سے عظیم حصہ (یعنی پیشانی) سب سے حقیر اور پست چیز پر سجدہ کے وقت رکھتے ہیں تاکہ خدا کی عبادت بہت ہی خضوع اور خشوع سے کریں۔ اسی وجہ سے مستحب یہ ہے کہ جائے سجدہ، پیر اور اعضاء بدن سے نیچی ہو تاکہ زیادہ خضوع اور خشوع پر دلالت کرے اور اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ ناک کی نوک خاک میں آلوہ ہوتا کہ زیادہ سی زیادہ خضوع و خشوع کا اظہار ہو۔ خاک کے ایک ٹکڑے (سجدہ گاہ) پر سجدہ کرنا اسی وجہ سے تمام چیزوں سے بہتر ہے اگر کوئی انسان اپنی پیشانی کو ایک بہت ہی قیمتی سجدہ گاہ پر وقت سجدہ رکھے تو اس سے اس کے خضوع میں کمی آجاتی ہے۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوگا کہ بندہ خدا کے سامنے اپنے کو چھوٹا اور پست شمار نہیں کرے گا۔

اسی توضیح کے ساتھ کہ آیا کسی شخص کے خشک مٹی (سجدہ گاہ) پر سجدہ کرنے سے تا کہ اس کا خضوع اور خشوع خدا کیے نزدیک زیادہ ہو جائے وہ مشرک اور کافر ہو جائے گا؟ لیکن قالین، سنگ مرمر اور فرش وغیرہ پر سجدہ کرنا خضوع و خشوع میں زیادتی کرتا ہے اور تقرب خدا کا سبب بنتا ہے؟ اس طرح کا تصور کرنے والا شخص غلط اور گھٹیا فکر کا مالک ہوتا ہے۔‘‘

حمید: ’’یہ کیا ہے جو شیعوں کی سجدہ گاہ پر لکھا ہوا ہوتا ہے؟‘‘

محمد مرعی: ’’اولاً تو یہ کہ تمام سجدہ گاہوں پر لکھا ہوتا نہیں بلکہ اکثر ایسی ہیں جن پر کچھ نہیں لکھا ہوتا ہے ثانیاً بعض پر اگر لکھا بھی ہوتا ہے تو وہ ’’سبحان ربی الاعلی و حمدہ‘‘ ہے جو ذکر سجدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور بعض سجدہ گاہ پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ یہ مٹی کربللا سے لی گئی ہے تم پر خدا کی قسم ہے آیا یہ لکھے ہوئے کلمات موجب شرک ہیں؟ اور آیا یہ لکھے ہوئے کلمات مٹی کو مٹی ہونے سے خارج کر دیتے ہیں؟‘‘

حمید: ’’نہیں یہ ہرگز موجب شرک نہیں ہے اور اس پر سجدہ کرنے میں عدم جواز پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے لیکن ایک دوسرا سوال یہ کہ خاک شفا کیا خصوصیت رکھتی ہے کہ اکثر شیعہ خاک شفا پر ہی سجدہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں؟‘‘

محمد مرعی: اس کا راز یہ ہے کہ ہمارے ائمہ اہل بیت ﷨ سے روایت ہے کہ خاک شفا تمام خاکوں سے افضل و برتر ہے۔ امام صادق ﷣ نے فرمایا ہے:

السُّجُودُ عَلَى تُرْبَةِ الْحُسَيْنِ ع يَخْرِقُ الْحُجُبَ السَّبْعَ

خاک شفاپر سجدہ کرنے سے سات حجاب ہٹ جاتے ہیں۔[[120]](#footnote-120)؎

یعنی نماز قبولیت کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے اور آسمان کی طرف جاتی ہے نیز یہ بھی روایت ہے کہ آپ خدا کی بارگاہ میں تذلل اور انکساری کی وجہ سے صرف خاک شفاپر سجدہ کرتے تھے [[121]](#footnote-121)؎ اس بنا پر خاک شفا میں ایک ایسی فضیلت ہے جو دسری خاک میں نہیں پائی جاتی ہے۔‘‘

حمید: ’’آیا خاک شفا پر سجدہ کرنے سے نماز قبول ہوتی ہے اور اس کے علاوہ کسی مٹی پر سجدہ کرنے سے نماز قبول نہیں ہوگی باطل ہوگی؟‘‘

محمد مرعی: ’’مذہب شیعہ کہتا ہے کہ اگر نماز کے شرائط صحت سے کوئی بھی شرط فاقد ہو جائے تو نماز باطل ہے اور قبول نہیں ہوگی لیکن اگر نماز کے تمام شرائط صحت پائی جاتے ہیں اور اس کا سجدہ خاک شفا پر کیا گیا ہے تو نماز قبول بھی ہوگی اور ساتھ ساتھ وہ اہمیت کی بھی حامل ہوگی اور اس کا ثواب زیادہ ہو جائے گا۔‘‘

حمید: ’’کیا زمین کربلا تمام زمینوں حتی مکہ اور مدینہ کی زمینوں سے بھی افضل و برتر ہے تاکہ یہ کہا جائے کہ خاک شفا پر نماز پڑھنا تمام خاک سے افضل و برتر ہے؟‘‘

محمد مرعی: ’’اس میں کیا اعتراض ہے کہ خداوند عالم نے اس طرح کی خصوصیت خاک کربلا ہی میں رکھا ہو۔‘‘

حمید: ’’زمین مکہ جو جناب آدم﷣ سے لے کر آج تک مقام کعبہ ہے اور مدینہ کی زمین جس میں پیغمبر اکرم ﷺ کا جسم مبارک مدفون ہے کیا ان کا مقام و منزلت کربلا کی زمین سے کمتر ہے؟ یہ بڑی عجیب بات ہے کیا حسین ﷣ اپنے جد پیغمبر اکرم ﷺ سے افضل و برتر ہیں؟‘‘

محمد مرعی: ’’نہیں ہرگز نہیں بلکہ حسین﷣ کی عظمت و منزلت ان کے جد رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ہے لیکن خاک کربلا کو فضیلت حاصل ہونے کے سلسلے میں یہ راز ہے کہ امام حسین﷣ اس سر زمین پر اپنے نانا کے دین کی راہ میں شہید ہوئے ہیں۔ امام حسین﷣ مقام رسالت کا ایک جزء ہیں لیکن بات یہ ہے کہ امام حسین ﷣ اور ان کے اصحاب اور خاندان کے لوگوں نے شریعت محمدی کی حفاظت اور اس کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں اپنے جانیں قربان کی ہیں اس وجہ سے خداوند عالم نے انہیں تین خصوصیتیں عنایت فرمائی ہیں۔

۱۔ آپ کے مرقد شریف میں گنبد کے نیچے قبولیت دعا کی ضمانت۔

۲۔ تمام دیگر ائمہ ﷨ آپ کی نسل سے ہیں۔

۳۔ آپ کی خاک (خاک کربلا) میں شفا ہے۔

آیا اس طرح خاک کربلا کو خصوصیتیں عطا کرنا کوئی اشکال اعتراض کا مقام ہے کیا زمین کربلا کو زمین مدینہ سے افضل کہنے کا یہ مطلب ہوا کہ امام حسین ﷣ اپنی نانا رسول خدا ﷺ سے افضل و برتر ہیں؟ اور تمہیں اس طرح اعتراض کرنے کا موقع مل جائے؟ نہیں بلکہ مطلب اس کے بر عکس ہے یعنی امام حسین ﷣ کا احترام ان جد رسول خدا ﷺ کا احترام ہے اور روسل خدا ﷺ کا احترام خدا کا احترام ہے۔‘‘

جب یہ بات یہاں تک پہنچی تو انہیں میں سے ایک شخص جو قانع ہو چکا تھا وہ خوش ہو کر وہاں سے اٹھا اور میری تعریف و تمجید کرنے لگا اور اس نے شیعوں کی کتابوں کی درخواست کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

’’تمہاری باتیں نہایت سنجیدہ اور نپی تلی ہیں ابھی تک میں خیال کر رہا تھا کہ شیعہ حضرات امام حسین ﷣ کو رسول خدا ﷺ سے افضل و برتر سمجھتے ہیں۔ آج مجھے حقیقت معلوم ہوئی تمہارے اس حسین بیان سے میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں۔ آج کے بعد سے میں بھے خاک شفا کی سجدہ گاہ اپنے ساتھ رکھوں گا اور اس پر نماز پڑھوں گا۔‘‘[[122]](#footnote-122)؎

## ۵۶۔ اگر رسول خدا کے بعد کوئی رسول ہوتا تو وہ کون ہوتا؟

ایك مرجع تقلید (مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید عبد اللہ شیرازی) نے فرمایا۔ جب میں مكہ میں تھا تو با اسلام كے نزدیك كتاب خرید نے ایك كتاب كی دوكان پر گیا تو وہاں بہت ہی پڑھے لكھے اہل سنت كے عالم سے میری ملاقات ہوگئی اس نے جب مجھے پہچان لیا كہ میں ایك شیعہ عالم ہوں تو اس نے میرا بہت ہی اچھی طرح احترام كیا اور اس نے مجھ سے چند سوالات كئے جن میں سے چند خاص خاص سوالات میں بتارہا ہوں۔ اس نے مجھ سے اس طرح پوچھنا شروع كیا۔

تم اس حدیث كے بارے میں كیا كہتے ہو كہ پیغمبر اكرمﷺ نے فرمایا ہے:

لو كان نبى بعدى لكان عمر بن الخطاب

اگر میرے بعد كوئی پیغمبر ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

میں نے كہا: پیغمبر سلامﷺ نے ہرگز اس طرح كی كوئی حدیث نہیں بیان كی ہے یہ حدیث جھوٹی اور جعلی ہے۔

اس نے كہا: ’’كیا دلیل ہے؟‘‘

میں نے كہا: ’’تم حدیث منزلت كے بارے میں كیا كہتے ہو؟ آیا یہ حدیث ہمارے اور تمہارے درمیان قطعی یقینی ہے یا نہیں كہ پیغمبر اكرمﷺ نے علی ﷣ سے فرمایا:

أنت مني بمنزلتي هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي

اے علی تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہاروں كو موسیٰ سے تھی مگر یہ كہ میرے بعد كوئی نبی نہیں ہوگا۔[[123]](#footnote-123)؎

اس نے كہا: ’’ہماری نظر میں اس حدیث كے صحیح ہونے میں كوئی شك و شبہ نہیں ہے۔‘‘

میں نے كہا: ’’اس حدیث كی دلالت التزامی سے یہ سمجھا جاسكتا ہے كہ اگر پیغمبر اكرمﷺ كے بعد كوئی پیغمبر ہوتا تو وہ قطعی اور یقینی طور پر علی ﷣ ہوتے اس حدیث كی بنیاد پر جس كا تم اعتراف كرتے ہو كہ یہ یقینی اور قطعی ہے دوسری حدیث خود بخود بے بنیاد اور محض جھوٹ ثابت ہوجاتی ہے۔‘‘

وہ اس بات كے سامنے بے بس اور لاچار ہوگیا اور حیرت زدہ ہو كر خاموشی اختیار كرلی۔[[124]](#footnote-124)؎

## 57۔ متعہ كے جواز پر مناظرہ

مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید عبد اللہ شیرازی فرماتے ہیں۔ اس نے اپنا دوسرا سوال اس طرح پیش كیا: ’’كیا تم شیعہ حضرات متعہ كو جائز جانتے ہو؟‘‘

میں نے كہا: ’’ہاں۔‘‘

اس نے كہا: ’’كس دلیل سے؟‘‘

میں نے كہا: ’’عمر بن خطاب كی بات كی بنا پر عمر بن خطاب نے كہا تھا:

محللتان في زمن رسول الله وانا احرمهما

دو متعہ رسول خدا ﷺكے زمانے میں حلال تھے اور میں ان دونوں كو حرام قرار دیتا ہوں۔

اور بعض عبارتوں میں اس طرح آیا ہے:

مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ أَنَا اَنْهٰي عَنْهُمَا وَ أُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا، مُتْعَةُ الْحَجِّ وَ مُتْعَةُ النِّسَاء.

رسول اسلام ﷺكے زمانے میں دو متعہ پائے جاتے تھے لیكن میں ان دونوں سے منع كرتا ہوں اور ان دونوں كے انجام دینے والوں كو سزادوں گا وہ دو متعہ حج اور متعہ نساء ہے۔[[125]](#footnote-125)؎

عمر كی اس بات سے (روایت و قرن كے دلائل كو چھوڑ تے ہوئے) یہ ثابت ہوتا ہے كہ دونوں متعہ رسول خداﷺ كے زمانے میں جائز تھے لیكن اسے عمر نے حرام قرار دیا ہے میں تم سے پوچھتا ہوں كہ عمر نے كس وجہ سے ان كو حرام قرار دیا آیا وہ رسول اسلامﷺ كے بعد پیغمبر ہوگئے اور انہیں خدوند متعال نے حكم دیا كہ تم ان دونوں كو حرام كردو یا عمر پر خدا كی طرف سے وحی نازل ہوئی؟ كس دلیل سے انھوں نے متعہ كو حرام قرار دیا جبكہ یہ بھی ہے كہ

حَلَالُ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ حَرَامُهٗ حَرَامٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حلال محمد قیامت تك كے لئے حلال اور محمد كا حرام قیامت تك كے لئے حرام ہے۔

آیا اس طرح كی تبدیلی ایك قسم كی بدعت نہیں ہے جبكہ رسول خداﷺ نے فرمایا: ’’ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی كی وجہ سی انسان جہنم میں جھونكا جائے گا۔‘‘ اس وجہ سے اب مسلمان كس دلیل سے عمر كی بدعت كی پیروی كرتے ہیں اور پیغمبر اسلامﷺ كی بات كو چھوڑ دیتے ہیں؟

وہ اس طرح كی باتوں كے سامنے بے بس و لاچار ہو كر خاموش ہو گیا۔

مولف كا قول ہے اس سلسلے میں بہت سی باتیں ہیں كہ جس كا اصل مقام فقہ كی كتابیں ہیں۔

سورہ نساء كی 24ویں آیت، متعہ كے جائز ہونے پر ایك دلیل ہے یہاں پر متعہ كے بارے میں امام علی ﷣ سے ایك روایت نقل كرناہی كافی سمجھتے ہیں:

ان المتعه رحمه رحم الله بها عباده ولولا نهي عمر ما زني الا شقي

متعہ ایك ایسی رحمت ہے جس كے ذریعے خداوند عالم نے اپنے بندوں پر رحم كیا ہے اور اگر اسے عمر حرام نہ كرتا تو كسی بدبخت كے علاوہ اور كوئی زنا كا مرتكب نہ ہوتا۔[[126]](#footnote-126)؎

## 58۔ ایك شیعہ مفكر كا مسیحی مفكر سے مناظرہ اور مسیحی كی بے بسی

قرآن كے سورہ ’عبس‘ كی پہلی اور دوسری آیت میں آیا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰى. أَنْ جَائَهُ الْأَعْمٰى.

كتب اہل سنت میں ایك روایت اس آیت كے شان نزول كے بارے میں نقل ہوئی ہے جس كا خلاصہ یہ ہے كہ پیغمبرﷺ قریش كے سرداروں سے باتیں كر رہے تھے تاكہ انہیں اسلام كی طرف دعوت دے سكیں ان كے درمیان ایك نابینا مومن فقیر بھی تھا جس كا نام ’عبد اللہ بن مكتوم‘ تھا اس نے پیغمبر اكرمﷺ كے قریب آكر چند بار كہا كہ یا رسول اللہ مجھے بھی قرآنی آیات كی تعلیم دیجیے۔ پیغمبرﷺ اس پر ناراض ہوگئے اور آپ كا چہرہ سرخ ہوگیا تو خداوند متعال نے سورہ عبس كے شروع كی آیت كے ذریعے پیغمبرﷺ كی اس فعل پر سرزنش كی[[127]](#footnote-127)؎

لیكن شیعہ روایت كے مطابق سورہ عبس كی شروع كی آیتیں عثمان كے لئے نازل ہوئی ہیں اور اسے خدا كی طرف سے ڈانٹا پھٹكارا گیا ہے كہ نابینا فقیر سے كیوں بے اعتنائی كی ہے۔[[128]](#footnote-128)؎

اب آنے والے اس مناظرے كا آپ ملاحظہ فرمائیں جو ایك شیعہ مفكر اور مسیحی مفكر كے درمیان ہوا ہے۔

مسیحی مفكر: ’’ہمارے پیغمبر عیسیٰ ﷣ تمہارے پیغمبر محمدﷺ سے بہتر ہیں اس لئے كہ تمہارے پیغمبر تھوڑے سے بد اخلاق تھے كیونكہ انھوں نے ایك نابینا فقیر سے جھلا كر اسے ڈانٹا اور اس كی طرف سے منہ موڑ لیا جیسا كہ سورہ عبس كی شروع كی آیت میں بیان كیا گیا ہے۔ لیكن ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ ﷣ اس قدر خوش اخلاق تھے كہ جب بھی كبھی كسی نابینا كو دیكھ لیتے تھے تو ایسا نہیں كہ جھلائے ہوں بلكہ اسے شفا دے دیتے تھے۔‘‘

شیعہ مفكر: ’’ہم شیعہ اس بات كے معتقد ہیں كہ یہ سورہ، عثمان كی بد اخلاقی پر نازل ہوا ہے كیونكہ پیغمبر اسلامﷺ كافروں كے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے تھے چہ برسد مومنین ہدایت یافتہ جیسا كہ تم نے قرآن كا نام لیا اسی قرآن میں خداوند متعال پیغمبر اكرمﷺ كی شان میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

بلاشبہ تم عظیم اخلاق كے درجے پر فائز ہو۔[[129]](#footnote-129)؎

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ.

ہم نے تمہیں صرف عالمین كے لئے رحمت بنا كر بھیجا ہے۔[[130]](#footnote-130)؎

مسیحی مفكر: ’’یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں كہہ رہا ہوں بلكہ یہ میں نے بغداد كے ایك مسلمان خطیب سے سنا ہے۔‘‘

شیعہ مفكر: ’’ہم شیعوں كے نزدیك یہی مشہور ہے جو میں نے كہا آیات سورہ عبس عثمان كے لئے نازل ہوئی ہیں لیكن بعض پست اور بنی امیہ كے زرخرید راویوں نے عثمان كی عزت محفوظ ركھنے كے لئے ان آیتوں كی نسبت رسول خداﷺ كی طرف دے دی ہے۔ بعبارت دیگر۔ یہ كہ سورہ عبس كی آیت میں تصریح نہیں ہوتی ہے كہ دس نے اس نابینا سے منہ موڑا تھا وہ شخص كون تھا؟ ایك قرینہ كے مطابق جیسے سورہ قلم كی چوتھی آیت اور سورہ انبیاء كی 107 ویں آیت میں اس بات كی وضاحت ہوتی ہے كہ سورہ عبس كا پیغمبر اكرمﷺ سے كوئی تعلق نہیں ہے۔‘‘

امام جعفر صادق ﷣ نے فرمایا:

سورہ عبس بنی امیہ كے ایك شخص كے سلسلے میں نازل ہوا جو آنحضرتﷺ كے ساتھ ساتھ تھا اور اس نے جب ابن ام مكتوم نابینا كو دیكھا تو اس پر ناراض ہوا اور اس سے دور بھاگنے لگا اور اس نے اپنا منہ موڑ لیا[[131]](#footnote-131)؎

یہ سن كر مسیحی مفكر بے بس ہو گیا اور اس كے بعد كچھ نہیں كہا۔

## 59۔ شیخ مفید ﷫ كا قاضی عبد الجبار سے مناظرہ

شیعوں كے بہت ہی برجستہ اور مشہور و معروف عالم دین محمد بن محمد نعمان جنہیں لوگ شیخ مفید كے نام سے جانتے ہیں۔

آپ ذی الحجہ میں 336؁ھ یا 338؁ھ ق میں ’سوبقہ‘ نام كے ایك دیہات (جو بغداد سے وہ فرسخ شمال واقع ’عكبرا‘ كے علاقے میں واقع ہے) میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے باپ جو ان كے معلم بھی تھے كے پاس بغداد آئے وہاں آكر تعلیمی سلسلہ كو آگے بڑھایا یہاں تك كہ عظیم علماء میں شمار كئے جانے لگے اور مسلمانوں كے تمام فرقوں میں مقبول ہوگئے۔

علامہ حلی شیخ مفید كے بارے میں كہتے ہیں۔ وہ شیعوں كے ایك جلیل القدر عالم اور بڑے بڑے علماء كے استاد ہیں۔ ان كے بعد آنے والے تمام لوگوں نے انے كے علم سے استفادہ كیا۔[[132]](#footnote-132)؎

ابن كثیر شامی كتاب ’البدایۃ و النھایۃ‘ میں كہتے ہیں۔ شیخ مفید شیعوں كے رہبر مصنف اور شیعیت كے طرف سے دفاع كرنے والے تھے ان كے درس میں طرح طرح كے مذاہب كے علمائے شركت كرتے تھے۔[[133]](#footnote-133)؎

شیخ مفید ﷫نے مختلف فرقوں پر دوسو سے زیادہ كتابیں تالیف كی ہیں معروف نسب شناس نجاشیں ان كی 170؍ كتابوں سے زیادہ كا نام لكھتا ہے۔ شیخ مفید ﷫ نے شب جمعہ میں ماہ مبارك رمضان، سال 413؁ھ ق كو بغدد میں انتقال پایا اور آپ كی قبر كاظمین میں امام جواد ﷣ كے قبر كے قریب مسلمانوں كے ایك قبرستان میں واقع ہے۔[[134]](#footnote-134)؎

شیخ مفید فن مناظرہ میں بہت ہی قوی اور مضبوط تھے۔ ان كے مناظروں میں سے كچھ تھوس اور مستدل مناظرے جو كتابوں میں نقل كئے گئے ہیں ان میں سے ایك مناظرہ ہم یہاں نقل كرتے ہیں جس كے بارے میں یہ كہا جاتا ہے كہ اس مناظرہ كی وجہ سے انہیں شیخ مفید كالقب ملا ہے۔[[135]](#footnote-135)؎

شیخ مفید كے زمانہ میں اہل سنت كا ایك بہت ہی عظیم عالم دین جسے لوگ قاضی عبد الجبار كے نام سے جانتے تھے جو بغداد میں درس دیا كرتا تھا۔ ایك روز قاضی عبد الجبار درس كے لئے بیٹھا تھا اور تمام سنی شیعہ شاگرد بھی اس كے اس درس میں موجود تھے اس دن شخ مفید بھی درس میں حاضر ہوئے اور آكر چوكھٹ پر بیٹھ گئے۔

قاضی نے شیخ مفید كو اب تك نہیں دیكھا تھا لیكن اس نے ان كے اوصاف سن ركھے تھے۔ كچھ وقت گزرنے كے بعد شیخ مفید نے قاضی كی طرف دیكھ كر كہا: ’’آیا مجھے ان دانشوروں كے سامنے اجازت دیتے ہو كہ میں تم سے ایك سوال كروں؟‘‘

قاضی: ’’پوچھو۔‘‘

شیخ مفید: ’’یہ حدیث جس كے بارے میں شیعہ حضرات روایت كرتے ہیں كہ پیغمبرﷺ نے صحرائے عرب، غدیر میں علی ﷣ كے لئے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاہُ فَہٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ.

جس كا میں مولا ہوں پس اُس كے علی مولا ہیں۔

صحیح ہے یا شیعوں نے جھوٹ گڑھ لی ہے؟‘‘

قاضی: ’’یہ روایت صحیح ہے۔‘‘

شیخ مفید: ’’اس روایت میں كلمہ مولا سے كیا مراد ہے؟‘‘

قاضی: ’’مولا سے مطلب سرپرست اور اولویت ہے۔‘‘

شیخ مفید: ’’اگر اسی طرح ہے تو پیغمبرﷺ كے فرمان كے مطابق علی ﷣ دوسرے لوگوں كے سرپرست اور سب پر اولویت ركھتے ہیں۔ اب اس حدیث كے بعد شیعہ اور سنی كے درمیان اختلاق اور دشمنی كیوں ہے؟‘‘

قاضی: ’’اے برادر یہ حدیث غدیر روایت (ایك بار نقل ہوئی) ہے لیكن خلافت ابوبكر درایت اور امر مسلم ہے اور عاقل شخص روایت كی خاطر درایت كو ترك نہیں كرتا۔‘‘

شیخ مفید: ’’تم اس حدیث كے بارے میں كیا كہتے ہو كہ پیغمبر اكرمﷺ نے علی ﷣ كے بارے میں فرمایا:

يَا عَلِيُّ حَرْبُكَ حَرْبِيْ وَ سِلْمُكَ سِلْمِيْ

اے علی تمہاری جنگ میری جنگ اور تمہاری صلح میری صلح ہے۔

قاضی: ’’یہ حدیث صحیح ہے۔‘‘

شیخ مفید: ’’اس حدیث كی بنیاد پر جن لوگوں نے جنگ جمل شروع كی جیسے، طلح، زبیر، عائشہ، وغیرہ نے علی ﷣ سے جنگ كی اس حدیث كی رو سے جبكہ تمہارا یہ بھی اعتراف ہے كہ حدیث صحیح ہے تو ان لوگوں نے گویا رسول خداﷺ سے جنگ كی اور یہ لوگ كافر ہوئے۔‘‘

قاضی: ’’اے برادر ان لوگوں (طلحہ زبیر وغیرہ) نے توبہ كیا۔‘‘

شیخ مفید: ’’جنگ جمل درایت اور قطعی ہے لیكن یہ كہ جنگ كرنے والوں نے توبہ كی یہ روایت اور ایك سنا ہوا قول ہے اور تم نے خود ہی كہا ہے كہ درایت كو روایت پر قربان نہیں كرنا چاہیے اور عاقل شخص درایت كو روایت كی وجہ سے ترك نہیں كرتا ہے۔‘‘

قاضی اس سوال كا جواب دینے سے بے بس ہو گیا اور ایك لمحہ بعد اس نے چونك كر اپنا سر اٹھایا اور كہا:’’تم كون ہو؟‘‘

شیخ مفید: ’’میں آپ كا خادم محمد بن محمد بن نعمان ہوں۔‘‘

قاضی اسی دم اپنی جگہ سے اٹھا اور شیخ مفید كا ہاتھ پكڑ كر اس نے اپنی جگہ بٹھا كر ان سے كہا: اَنْتَ الْمُفِیْدُ حَقًّا - تم حقیقت میں مفید ہو۔

بزم كے تمام علماء قاضی كی اس بات سے رنجیدہ خاطر ہوئے اور كافی شور و غل مچایا قاضی نے ان لوگوں سے كہا۔ میں اس شیخ مفید كا جواب دینے میں بے بس ہوگیا۔ تم میں سے جو بھی ان كا جواب دے سكے وہ اٹھے اور بیان كرے۔

ایك آدمی بھی نہیں اٹھا اس طرح شیخ مفید كامیاب ہوگئے اور اسی بزم سے ان كا لقب مفید ہو گیا جو تمام لوگوں كی زبان پر آج تك جاری ہے۔[[136]](#footnote-136)؎

## 60۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ كا عمر بن خطاب سے مناظرہ

قرآن میں سورہ توبہ كی 40ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهٗ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهٗ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا

اگر تم رسول كی مدد نہیں كرو گے تو اللہ نے ان كی مدد كیا جب كفار نے انہیں مكہ سے نكال دیا در حالیكہ وہ دو میں سے ایك تھے جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ہم سفر سے كہہ رہے تھے غم زدہ نہ ہو خدا ہمارے ساتھ ہے اس وقت خدا نے اپنے سكینہ (سكون) كو ان (رسول) پر نازل كیا اور ان كی ایسے لشكر سے تائید كی جسے تم نے نہیں دیكھا۔

علماء اہل سنت اس آیت كو فضائل ابوبكر كے لئے دلیل جانتے ہیں اور ابو بكر كو رسول خداﷺ كا یار و فادار جانتے ہیں اور ان كی خلافت كی تائید كے لئے اس آیت كا سہارا لیتے ہیں۔

اور اہل سنت كے شعراء بھی اسی آیت كا سہارا لیتے ہوئے ابو بكر كی ستائش كرتے ہیں۔

مثلا سعدی كہتا ہے:

اے یار غار سید و صدیق و راھبر مجموعہ فضائل و گنجینہ صفا

مردان قدم بہ صحبت یاران نھادہ اند لیكن نہ ھمچنان كہ تودر كا اژدھا

اب مطلب فوق كی طرف توجہ ركھتے ہوئے ذیل میں شیخ مفید علیہ الرحمہ جن كی زندگی كے حالات گذر چكے یہاں ایك مناظرہ نقل ہوا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

علامہ طبرسی كتاب ’احتجاج‘ میں اور كراجكی ’كنز الفوائد‘ میں شیخ ابو علی حسن بن محمد رقی سے نقل كرتے ہیں كہ شیخ مفید نے فرمایا۔ ایك شب میں نے خواب میں دیكھا كہ راستہ چل رہا ہوں چلتے چلتے میری نظر لوگوں پر پڑی تو دیكھا كہ لوگ ایك شخص كے ارد گرد جمع ہیں اور وہ ان لوگوں كو قصہ سنا رہا ہے میں نے پوچھا وہ مرد كون ہے؟ لوگوں نے كہا عمر بن خطاب ہے۔ میں عمر كے قریب گیا تو دیكھا ایك شخص اس سے بات كر رہا ہے لیكن میں ان كی باتوں كو نہیں سمجھ پاتا ہوں ان لوگوں كی بات كاٹ كر میں نے كہا۔ مجھے بتاؤ كہ آیہ غار (ثانی اثنین اذ ہمافی الغار) سے ابو بكر كی بر تری كی كیا دلیل ہے۔

عمر نے كہا: ’’اس آیت میں چھ موجودہ نكات حضرت ابو بكر كی فضیلت كی حكایت كرتے ہیں۔‘‘

اب ان چھ نكتوں كو شمار كرنا شروع كیا:

1۔ خداوند متعال نے قرآن میں (آیہ 40 توبہ) پیغمبر اكرمﷺ كو خطاب كیا ہے اور ابو بكر كو ان كے بعد دوسرا شخص قرار دیا ہے (ثانی اثنین)

2۔ خداوند متعال نے ان دونوں (پیغمبرﷺ اور ابو بكر) كو ایك ساتھ اور ایك جلہ پر خطاب كیا ہے یہ خود ان دونوں كے تعلقات كا حاكی ہے (اذھمافی الغار)

3۔ خداوند متعال نے آیہ مذكورہ میں ابو بكر كو پیغمبر اكرمﷺ كا رفیق كہہ كر خطاب كیا ہے جو خود ابو بكر كے رتبہ اور منزلت كی حكایت كرتا ہے (اذ یقول لصاحبہ)

4۔ خداوند متعال نے پیغمبر اكرمﷺ كی مہر و محبت كی وجہ سے ابو بكر كو خبر دی كہ آیہ مذكورہ كے مطابق پیغمبر اكرمﷺ نے ابو بكر سے كہا (ولا تحزن) غمگین نہ ہو۔

5۔ پیغمبر اكرمﷺ نے ابو بكر سے كہا۔ خداوند متعال ہم دونوں كا برابر كا ہمدرد ہے اور ہماری طرف سے دفاع كرنے والا ہے (ان اللہ معنا)

6۔ خداوند متعال نے اس آیت میں سكینہ، ابو بكر كے لئے نازل كیا ہے كیونكہ پیغمبر اكرمﷺ ہمیشہ چین و سكون میں تھے وہ سكینہ كے نازل ہونے كے محتاج نہیں تھے (فانزل اللہ سكینتہ علیہ)

یہ چھ نكتے ابو بكر كی برتری اور فضیلت كو ثابت كر رہے ہیں جو كوئی اور دوسرا ان كے رد كرنے كی قدرت نہیں ركھتا ہے۔

شیخ مفید كہتے ہیں: سچ مچ تم نے ابو بكر سے اپنی رفاقت اور دوستی كا حق ادا كیا لیكن اب میں خدا كی مدد سے ان چھ نكتوں كا جوبا اس طرح دے رہا ہوں جیسے طوفان كی تیز ہوارا كہ كو اڑا لیجاتی ہے۔

1۔ ابو بكر كو اس آیت میں دوسرا شخص قرار دینا ان كی فضیلت نہیں ہے كیونكہ مومن مومن كے ساتہ اور اسی طرح مومن كافر كے ساتھ ایك جگہ رہ سكتے ہیں اور جب انسان ان دونوں میں سے كسی ایك كا ذكر كرنا چاہے تو كہے گا ان دونوں میں دوسرا (ثانی اثنین)

2۔ پیغمبر اكرمﷺ اور ابو بكر كا ایك ساتھ ذكر كرنا بھی ابو بكر كی فضیلت پر دلالت نہیں كرتا ہے جیسا كہ پہلی دلیل میں كہا كہ ایك جگہ اكٹھا ہونا اچھائی پر دلیل نہیں ہے بہت سے مواقع پر مومن اور كافر ایك جگہ اكٹھا ہوتے ہیں جیسے مسجد پیغمبرﷺ جو غار ثور سے نہایت ہی بافضل ہے وہاں پر بھی مومن اور منافق ایك ساتھ جمع ہوئے تھے۔ اسی لئے ہم قرآن میں سورہ معارج كی 36 ویں اور 36 آیت پڑھتے ہیں:

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ. عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ.

ان كافروں كو كیا ہوا ہے جو تمہارے پاس جلدی جلدی داہنے بائیں سے گروہ در گروہ آتے ہیں اور اسی طرح كشتی نوح میں پیغمبر، شیطان اور تمام جانور ایك جگہ جمع ہو گئے تھے غرض اكٹھا ہونا دلیل فضیلت نہیں ہے۔

3۔ لیكن مصاحب ہونے كے بارے میں یہ بھی فضیلت كی دلیل نہیں ہے كیونكہ یہاں پر مصاحب ہمراہ كے معنی میں ہے بہت سے موقع پر كافر مومن كے ہمراہ ہوتا ہے جیسا كہ خداوند متعال قرآن مجید میں فرماتا ہے

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ[[137]](#footnote-137)؎

اس سے (كافر) اس كے (مومن) دوست نے بات كے دوران كہا كیا تو اس كا انكار كر رہا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا كیا؟

4۔ یہ كہ پیغمبر اكرمﷺ نے ابو بكر سے فرمایا لا تحزن غمگین نہ ہو۔ یہ ابو بكر كی خطا پر دلیل ہے نہ كہ ان كی فضیلت پر كیونكہ یہ حزن یا اطاعت كی وجہ سے تھا یا گناہ تھا اگر اطاعت تھا تو رسول خداﷺ كبھی اس كے لئے منع نہ كرتے بس پتہ چلا گناہ تھا جس سے پیغمبر اكرمﷺ نے منع كیا۔

5۔ یہ كہ پیغمبر اكرمﷺ نے فرمایا: ان اللہ معنا (خدا ہمارے ساتھ ہے) اس سے یہ دلیل نہیں ہے كہ پیغمبر اكرمﷺ نے دونوں كے لئے فرمایا ہے نہیں بلكہ اس سے مراد خود تنہا پیغمبر اكرمﷺ ہیں پیغمبرﷺ نے خود اپنے لئے جمع كا صیغہ استعمال كیا ہے جیسا كہ خداوند متعال نے اپنے لئے لفظ جمع استعمال كیا ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ [[138]](#footnote-138)؎

6۔ یہ كہ تم نے كہا كہ سكینہ اور آرام ابو بكر پر نازل ہوا آیت كا ظاہری سیاق اس كا مخالف ہے كیونكہ سكینہ اس شخص پر نازل ہوا جس كی مدد كے لئے خداوند متعال نے نامرئی (نہ دیكھائی دینے والا) لشكر روانہ كیا اور یہ خود پیغمبر اكرمﷺ كی ذات ہے۔

اور اگر تم یہ كہنا چاہتے ہو كہ دونوں (سكینہ اور نامرئی لشكر) ابوبكر كے لئے تھا تو یہاں چاہئے كہ پیغمبر اكرﷺ كو نبوت سے خارج كردو۔

بس اس سے معلوم ہوا كہ سكینہ پیغمبر اكرمﷺ پر نازل ہوا تھا كیونكہ تنہا رسول ہی تھے جو غر میں اس چیز كے لئے مناسب تھے لیكن دوسری جگہوں پر پیغمبرﷺ كے ساتھ ساتھ مومنین پر بھی سكینہ نازل كیا گیا ہے اس كا الگ الگ ذكر پایا جاتا ہے۔ جیسا كہ سورہ فتح آیت 26 پڑھتے ہیں۔

فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهٗ عَلٰى رَسُولِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

بہتر ہے كہ اس آیت سے اپنے دوست كی فضیلت ثابت نہ كرو تو بہتر ہے۔

شیخ مفید كہتے ہیں اس كے بعد عمر میرا جواب نہ دے سكا اور لوگ اس سے دور بھاگے اتنے میں میری آنكھ كھل گئی۔[[139]](#footnote-139)؎

## 61۔ مامون كا سنی عالم سے آیہ غار كے متعلق مناظرہ

مامون (عباسی دور كا ساتواں خلیفہ) نے یحیی بن اكثم (قاضی وقت) كو حكم دیا كہ تمام مشہور و معروف علماء كو فلاں وقت پر میری بزم میں حاضر كیا جائے۔

یحیی بن اكثم نے اس زمانے كے تمام مشہور و معروف علماء اور راویوں كو ایك جگہ جمع كیا۔ مامون اس بزم میں حاضر ہوا اور احوال پرسی كے بعد اس نے كہا۔ میں نے تمہیں یہان اس لئے بلایا ہے كہ ساتھ میں بیٹھ كر آزاد يراء اور بغیر كسی قید و بند كے امامت كے بارے میں باتیں كریں تاكہ تمام لوگوں پر حجت تمام ہو جائے۔

اس بزم میں ہر عالم نے ابو بكر عمر كی بر تری اور فضیلت كو ثابت كیا تاكہ وہ خلیفہ رسول سمجھے جائیں لیكن مامون ایك ایك كر كے سب كا اچھی طرح جواب دیتا رہا اور ان كی دلیلوں كو رد كر تا رہا یہاں تك اسحاق نام كا ایك عالم میدان مناظرہ میں آیا اور تھوڑی دیر بحث كے بعد اس نے كہا:

خداوند متعال قرآن كریم میں سورہ توبہ آیت 40 میں ابو بكر كے بارے میں فرماتا ہے:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهٗ عَلَيْهِ

خداوند متعال نے اس آیت مین ابو بكر كو رسول خداﷺ كا مصاحب اور دوست كہہ كر تعارف كرارہا ہے؟

مامون: ’’عجیب بات ہے لغت اور قرآن سے تم كتنی كم آگاہی ركھتے ہو كیا كبھی كافر مومن كا مصاحب اور رفیق نہیں ہوتا؟ ایسی صورت میں یہ مصاحبت كافر كے لئے كس افتخار كا سبب بنی گی؟ جیسا كہ قرآن میں سورہ كہف آیت 37 میں خداوند متعال فرماتا ہے:

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ

اس آیت كے مطابق مومن كافر كا ساتھی شمار كیا گیا ہے۔

اور بہت سی فصحاء عرب كے اشعار بھی اس بات پر شاہد ہیں كہ كبھی كبھی انسانوں كے ساتھی اور رفیق حیوان بھی ہوتے ہیں اس بنا پر رفیق اور ساتھی ہونا كسی بھی طرح كی دلیل افتخار نہیں ہے۔

اسحاق: ’’پیغمبر اكرمﷺ نے آیت فوق كے مطابق ابوبكر كو اطمینان دلایا اور دل جوئی كی او ان سے فرمایا۔ لا تحزن (یعنی غمگین نہ ہو)۔‘‘

مامون: ’’مجھے بتاؤ كیا حزن ابو بكر گناہ تھا یا اطاعت؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو كہ اطاعت تھی تو اس صورت میں تم نے گویا فرض كر لیا كہ پیغمبرﷺ نے اطاعت سے منع كیا (جبكہ اس طرح كی نسبت پیغمبر اكرمﷺ كے متعلق بالكل غلط ہے) اور اگر كہتے ہو كہ وہ عمل گناہ تھا تو اب گناہ كے لئے تم كون سی فضیلت اور افتخار كا اثبات كرتے ہو؟‘‘

اسحاق: ’’خداوند متعال نے آیت فوق میں اپنا سكون اور آرام ابوبكر پر نازل كیا یہ خود ان كے لئے فضیلت اور افتخار ہے اور یہ خدا كا آرام و سكون ابو بكر سے مخصوص ہے نہ كہ پیغمبرﷺ سے كیونكہ وہ راحت و سكون كے محتاج نہیں ہیں۔‘‘

مامون: ’’خداوند متعال قرآن كریم میں (سورہ توبہ كی 25 – 26 ویں آیت) فرماتا ہے:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ. ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ...

خدا نے تمہاری بہت سی جگہوں پر مدد كی اور حنین كے دن جب تمہیں تمہاری كثرت نے عجب میں مبتلا كر دیا تھا مگر اس كثرت نے تمہاری كوئی مدد نہ كی اور زمین تمہارے اوپر تنگ ہو لئے پھر تم میدان سے پیٹھ دكھا كر بھاگ كھرے ہوئے پھر خداوند عالم نے اپنا سكینہ اپنے رسول اور مومنین پر نازل كیا۔

اے اسحاق كیا تو جانتا ہے كہ جن مومنوں نے فرار نہیں اختیار كیا تھا اور جنگ حنین میں پیغمبر اكرمﷺ كے ساتھ ساتھ میدان جنگ میں رہے وہ كون لوگ تھے؟

اسحاق: ’’نہیں میں نہیں جانتا۔‘‘

مامون: ’’جنگ حنین (جو سرزمین مكہ اور طائف كے درمیان ہجرت كے آٹھویں سال میں واقع ہوئی) تمام سپاہ اسلامی شكست كھا كر میدان سے فرار ہو چكے تھے میدان جنگ میں صرف پیغمبرﷺ اور ان كے ساتھ بنی ہاشم كے سات افراد باقی رہگئے تھے جن میں علی ﷣ تلوار سے جنگ كرتے تھے عباس (پیغمبر اكرمﷺ كے چچا) نے آنحضرت كے گھوڑے كی لگام اپنے ہاتھ میں تھام ركھی تھی اور پانچ دوسرے افراد پیغمبر اكرمﷺ كے ساتھ ساتھ ان كی حفاظت میں لگے ہوئے تھے تاكہ كافروں سے انہیں كسی طرح كا كوئی نقصان نہ پہنچنے پائی[[140]](#footnote-140)؎ نتیجتاً خداوند متعال نے پیغمبر اكرمﷺ كو فتح و كامرانی عطا كی (یہاں پر خداوند متعال نے اپنے آرام اور سكون كو پیغمبر اكرمﷺ اور مومنین پر نازل كیا)

اس سے ثابت ہوتا ہے كہ پیغمبر اكرمﷺ بھی الٰہی آرام و سكون كے نیاز مند تھے اور مومنین سے مراد اس آیت میں علی ﷣ اور چند لوگ بنی ہاشم كے ہیں جو میدان جنگ میں حاضر تھے اس بنا پر كون افضل ہے؟ آیا وہ لوگ جو میدان جنگ حنین میں پیغمبر اكرمﷺ كے ساتھ رہگئے تھے اور الٰہی آرام و سكون پیغمبرﷺ اور ان لوگوں پر نازل ہوا وہ لوگ برتر ہیں یا وہ شخص جو پیغمبر اكرمﷺ كے ساتھ غار میں تھا اور اس كے لئے سكون و راحت نازل كرنا مناسب بھی نہیں تھا؟

اے اسحاق كون شخص بہتر ہے آنحضرتﷺ كے ساتھ غار میں رہنے والا یا آنحضرت پر اپنی جان فدا كر كے ان كے بستر پر چین كی نیند سونے والا؟ كیونكہ جب آپ مكہ سے ہجرت كر كے جا رہے تھے تو خدا كے حكم كے مطابق حضرت علی ﷣ سے فرمایا۔ تم میرے بستر پر سور رہو۔ جس پر حضرت علی ﷣ نے پوچھا۔ اے رسول خداﷺ اگر میں آپ كے بستر پر سو جاؤں تو آپ كی جان بچ جائے گی۔

پیغمبر اكرمﷺ نے فرمایا: ہاں۔

علی ﷣ نے عرض كیا: سمعاً و طاعتاً۔

اس كے بعد آپ بستر رسول پر ان كی چادر تان كر سوگئے۔ مشركین تمام رات انتظار كرتے رہے اور وہ شك بھی نہ كر سكے كہ اس بستر پر رسول خداﷺ كے علاوہ كوئی اور سورہا ہے۔

یہ منصوبہ تمام مشركین كی اتفاق رائے سے وجود میں آیا تھا كہ ہر قبیلہ كا ایك شخص آپ كے پاس جاكر ایك ایك ضربت لگائے تاكہ پیغمبر اكرمﷺ قتل ہو جائیں اور ان كا قاتل كوئی ایك شخص نہ ہو تاكہ بنی ہاش پیغمبراسلامﷺ كا انتقام نہ لے سكیں۔

حضرت علی ﷣ مشركوں كی تمام باتیں سن رہے تھے لیكن انھوں نے ذرا بھی بیتابی كا اظہار نہیں كیا جبكہ ابو بكر پیغمبر اكرمﷺ كے ساتھ غار میں رہتے ہوئی بھی بے تابی كا اظہار كر رہے تھے اور علی ﷣ نے تنہا ہوتے ہوئی بھی مكمل خلوص سے اتسقامت كی خداوند متعال نے علی ﷣ كے أپس فرشتے بھیجےتاكہ وہ مشركوں سے ان كی حفاظت كریں۔

علی ﷣ نے اپنی زندگی میں اس طرح كی فدا كاری اور ایثار كیا اور وہ اپنی طورل حیات میں بہت ہی عظیم فضائل و مناقب كے حامل تھے یہاں تك كہ خداوند متعال كے نزدیك بہت ہی محبوب اور مقبول حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔[[141]](#footnote-141)؎

## 62۔ ابن ابی الحدید سے مولف كا غائبانہ مناظرہ

اہل سنت كا ایك بہت ہی مشہور و معروف اور نہایت ہی پڑھا لكھا عظیم مورخ عبد المجید بن محمد بن حسین بن ابی الحدید مدائنی ہے جسے عام لوگ ابن ابی الحدید كے نام سے جانتے ہیں اس كی تالیفات اور تصنیفات میں ایك بہت ہی اہم اور مشہور شرح نہج البلاغہ ہے جو 20 جلدوں پر مشتمل ہے۔

سال 655؁ھ ق میں بغداد میں اس نے دنیا كو ہمشیہ كے لئے خدا حافظ كہا وہ اپنی شرح نہح البلاغہ كی چھٹی جلد میں پیغمبرﷺ كی رحلت كے بعد پر آثوب دور كو لكھتے ہوئے اقرار كرتا ہے كہ عمر نے چند آدمیوں كے ساتھ آكر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا كا گھر گھیر لیا جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا كی آواز بلند ہوئی كہ میرے گھر سے تم لوگ بھاگ جاؤ……

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے بھی نقل كرتے ہوئے وہ تصریح كرتا ہے كہ۔

فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ وَ لَمْ تُكَلِّمْهُ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى مَاتَتْ فَدَفَنَهَا عَلِيٌّ  لَيْلًا وَ لَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ

فاطمہ زہرا ﷥ نے ابو بكر سے دوری اختیار كر لیا تھأ اور مرتے وقت تك اس سے بات نہیں كی علی ﷣ نے آپ كو رات كی تاریكی میں دفن كیا اور ابو بكر كو اس بات كی كانوں كان خبر بھی نہ دی۔[[142]](#footnote-142)؎

ان چیزوں كو دیكھتے ہوئے ابن ابی الحدید عمر اور ابو بكر كی عزت كو محفوظ ركھنے كے لئے طرح طرح كی توجیہ كرتے ہوئے اس طرح كہتا ہے۔

فإن هذا لو ثبت أنه خطأ لم يكن كبيرة بل كان من باب الصغائر التي لا تقتضي التبرؤ و لا توجب زوال التولي

اگر یہ ثابت ہو كہ فاطمہ زہرا ﷥ كے ساتھ ابو بكر كی رفتار اس طرح تھی تو ان كی طرف سے یہ خطا اور گناہ تو تھا لیكن گناہ كبیرہ نہیں ہے بلكہ ایك گناہ صغیرہ ہے جو ان سے بیزاری اور ولایت كے زوال كا موجب نہیں بن سكتا ہے۔

مولف: كیا سچ مچ فاطمہ زہرا ﷥ كے گھر پر دھاوا بولنا اور اس كا حكم دینا اور آپ ﷥ كو اس حدتك ناراض كرنا كہ آخر عمر تك ابو بكر اور عمر سے منہ پھیرے رہیں اور ان سے بات بھی نہیں كی۔ گناہ صغیرہ ہے؟

اگر ابن ابی الحدید یہ كہتے كہ اصل حادثہ ہمارے نزدیك ثابت نہیں ہے تو اس پر مجھے تعجب نہیں ہوتا لیكن یہ كہ وہ اس حادثہ كا اقرار كرتے ہوئے كس طرح ایسی باتیں كرتے ہیں؟ كیا وہ گناہ كبرہ اور صغیرہ كے فرق كو نہیں جانتے؟ ایسا بھی نہیں ہے كہ ابن ابی الحدید نے صرف خود نقل كیا ہے بلكہ دوسرے علماء اہل سنت نے بھی اس كو نقل كیا ہے كہ پیغمبر اكرمﷺ نے فاطمہ زہرا كے بارے میں فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَغْضَبُ لِغَضَبِ فَاطِمَةَ وَ يَرْضٰى لِرِضَاهَا.

خداوند متعال ناراضگی فاطمہ پر نارضا ہوتا ہے اور ان كی رضا پر راضی ہوتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّيْ مَنْ آذَاهَا فَقَدْ آذَانِيْ وَ مَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ

فاطمہ ﷥ میرے جگر كا ٹكڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس ن مجھے اذیت دی اس نے خدا كو اذیت دی۔[[143]](#footnote-143)؎

پس اس حدیث كی بنیاد پر ان دونوں نے یقینی طور پر جناب فاطمہ ﷥ كو اذیت دی اور فاطمہ ﷥ كو اذیت دینا خدا و رسول كو اذیت دینا ہے ان چیزوں كو جانتے ہوئے كیا كوئی یہ كہہ سكتا ہے كہ فاطمہ زہرا سلام اللہ كو اذیت دینا گناہ صغیرہ ہے؟ ہاں اگر یہ گناہ صغیرہ ہے تو گناہ كبیرہ كیا ہے؟ كیا خداوند متعال قرآن مجید میں نہیں فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهٗ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا [[144]](#footnote-144)؎

جو لوگ اللہ اور اس كے رسول كو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اس نے ان كے لئے اہانت آمیز عذاب تیار كر ركھا ہے۔

كیا گناہ صغیرہ انجام دینے والا شخص خدا اور رسولﷺ كی لعنت كا مستحق نہیں ہے؟

اس كے علاوہ تم ان مختصر اور مجمل حدیثوں كو چھوڑ كر مفصل احادیث پڑھو۔

## 63۔ نص كے مقابل اجتہاد كے متعلق مناظرہ

### اشارہ

شریعت اسلام میں جو چیز آیات قرآن اور روایت پیغمبرﷺ سی صریحی اور واضح ہے اس چیز كی پیروی كرنا چاہیے اگر ہم اس كے مقابلہ میں كوئی توجیہ كریں تو اسے اجتہاد كہتے ہیں اور ایسا اجتہاد نص كے مقابلہ میں ہوگا اور نص كے مقابلہ میں اجتہاد قطعاً باطل ہے اور اس كرح كا اجتہاد ہی بدعت ہے جو كفر اور گمراہی پیدا كرتا ہے۔ لیكن صحیح اجتہاد وہ ہے كہ كسی موضوع كے حكم كی صحیح دلیل سند یا دلالت كے لحاظ سے واضح نہ ہو، مجتہد قواعد اجتہاد كے ذریعے اس موضوع كے حكم كے بارے میں استنباط كرتا ہے اس طرح كا اجتہاد اور اس طرح كے مجتہد جامع الشرائط مقلدین حضرات كے لئی حجت قرار دیئے جائیں اسی بات كی طرف توجہ دیتے ہوئے ذیل كے مناظرہ كو ملاحظہ فرمائیں۔

ملك شاہ سلجوقی نے ایك جلسہ بلایا اس میں خود اس كا وزیر بھی موجود تھا۔ اس جلسے میں اہل سنت كے عباسی نام كے ایك بہت ہی برجستہ عالم اور شیعوں كے ایك بہت ہی مشہور اور عظیم عالم (علوی) كے درمیان اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

علوی: ’’تمہاری معتبر كتابوں میں آیا ہے كہ بعض احكام جو رسول خداﷺ كے زمانہ میں قطعی مناسب اور یقینی تھے عمر نے اس میں تصرف كیا ہے اور اسے بدل بھی ڈالا ہے۔‘‘

عباسی: ’’كن احكامات كو انھوں نے بدل ڈالا؟‘‘

علوی: ’’مثال كے طور پر

1۔ نماز تراویح ماہ رمضان میں پڑھی جاتی ہے اور مستحب ہے عمر نے كہا: اسے باجماعت پڑھو۔ جبكہ مستحب نمازیں جماعت كے ساتھ نہیں پڑھنا چاہیے۔ جیسا كہ رسول خداﷺ كے زمانے میں اسی طرح تھا كہ تمام مستحبی نمازیں فرادی پڑھی جاتی تھیں لیكن بعض مستحبی نمازیں جیسے نماز استقاء پیغمبر اكرمﷺ كے زمانہ میں بھی جماعت سے پڑھی گئی۔

ب۔ یا یہ كہ عمر نے حكم دیا كہ اذان میں حی علی خیر العمل كی جگہ الصلوۃ خیر من النوم كہا جائے۔

ج۔ جیسے اس نے حج تمتع اور متعۃ النساء كو حرام قرار دیا۔

د۔ اس نے مولفۃ القلوب كے حصہ كو ختم كر دیا جبكہ سورہ توبہ كی آیت نمبر 60 میں ان كے حصے كی تصریح ہوتی ہے اس كے علاوہ اور بہت سے احكام ہیں۔‘‘

ملك شاہ: ’’كیا سچ مچ عمر نے ان احكام كو بدل ڈالا؟‘‘

خواجہ نظام الملك: ’’ہاں واقعی یہ چیزیں سنیوں كی معتبر كتابوں میں ذكر ہوئی ہیں۔‘‘

ملك شاہ: ’’بس ہم كس طرح ان لوگوں كی پیروی كریں جنھوں نے بدعت پھیلا ركھی ہے؟‘‘

قوشجی: ’’اگر عمر نے حج تمتع یا متعہ سے روكا یا اذان میں حی علی خیر العمل كی جگہ الصلوۃ خیر من النوم كا اضافہ كیا تو انھوں نے اجتہاد كیا ہے اور اجتہاد بدعت نہیں ہے۔‘‘[[145]](#footnote-145)؎

علوی: ’’كیا قرآن كے واضح اور صریحی یا رسول اكرمﷺ كی صریحی احادیث كے مقابلہ میں دوسری باتیں پیش كی جاسكتی ہیں؟ كیا نص كے مقابلہ میں اجتہاد جائز ہے؟ اگر اس طرح ہوتو ہر مجتہد اس چیز كا حق ركھتا ہے اور ایسے ہی كچھ دنوں كے بعد اسلام كے بہت سے احكام بدل جائیں گے اور اسلام كی حقیقت اور جاویدانی ہمارے درمیان سے جاتی رہے گی كیا قرآن یہ نہیں فرما رہا ہے:

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهٗ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا [[146]](#footnote-146)؎

جو كچھ رسول تم كو دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع كریں اسے ترك كر دو۔

اسی طرح سورہ احزاب میں خدا كا ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ...

كسی مومن یہ مومنہ كو حق حاصل نہیں ہے كہ وہ خدا اور اس كے رسول كے فیصلے كے بعد (كسی شئے پر) اختیار ركھے……

آیا پیغمبرﷺ نے یہ نہیں فرمایا:

حَلَالُ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ حَرَامُهٗ حَرَامٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حلال محمد قیامت تك كے لئے حلال ہے اور حرام محمد قیامت تك كے لئے حرام ہے۔[[147]](#footnote-147)؎

نتیجہ یہ ہوا كہ اسلام كے صریحی احكام كو بدلنا نہیں چاہیے كہ یہ كام تو پیغمبرﷺ بھی نہیں كر سكتے جیسا كہ پیغمبر اكرمﷺ كے بارے میں قرآن میں پڑھتے ہیں۔[[148]](#footnote-148)؎

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بعض الْأَقَاوِيلِ. لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ. فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ [[149]](#footnote-149)؎

اگر وہ (پیغمبر) ہماری طرف جھوٹی باتیں منسوب كرتے تو ہم انہیں قوت سے پكڑلیتے پھر ان كی رگ قلب كو قطع كر دیتے اور تم لوگوں میں سے كوئی بھی اسے روك نہیں سكتا تھا۔

## ڈاكٹر سید محمد تیجانی كے مناظرے

### اشارہ

ڈاكٹر محمد تیجانی سماوی ٹیونس كے رہنے والے ہیں وہ اپنے شہریوں ور خاندان والوں كے دین كے مطابق اہل سنت میں مالكی مسلك كے پیروكار تھے۔ علمی منازل طے كرنے كے بعد پڑھے لكھے مفكروں میں ان كا شمار ہونے لگا۔ ڈاكٹر محمد تیجانی نے مذاہب اسلامی میں مذہب حقہ كی تحقیق میں بڑے ہی ہوش و حواس كے ساتھ ان تھك كوشش كی اس سلسلے میں انھوں نے متعدد سفر بھی كئے جیسے نجف اشرف میں آیت اللہ آقائے خوئی اور شہید باقر الصدر اعلی اللہ مقامہم كے پاس پہنچے اور نہایت ہی عمیق تحقیق كے بعد انھوں نے مذہب تشیع كو قبول كیا اور اپنے شیعہ ہونے كا قانونی طور پر اعلان كردیا اور اپنے اس میلان كو اپنی قیمتی كتاب ثم اھتدیت میں بیان كیا ہے۔[[150]](#footnote-150)؎

ڈاكٹر تیجانی نے دوسری كتاب لا كون مع الصادقین میں بہت سی بحثوں كو چھیڑتے ہوئے مذہب تشیع كی حقانیت كو ثابت كیا ہے۔ مناسب یہ ہے كہ اس كتاب سے ہم ان كے مناظروں كے چند نمونے یہاں پر تحریر كریں۔

## 64۔ ڈاكٹر تیجانی سے آیت اللہ شہید صدر كا مناظرہ

ڈاكٹر تیجانی پہلے مالكی مذہب كے پیروكار تھے انھوں نے ٹیونس سے نجف اشرف كا سفر كر كے اپنے دوست كے ذریعے آیت اللہ العظمیٰ سید شہید صدر[[151]](#footnote-151)؎ كی خدمت میں پہنچے انھوں نے وہاں پہنچ كر تحقیق اور مناظرہ شروع كیا۔

ڈاكٹر تیجانی نے پہلے اس طرح سوال شروع كئے۔

علماء سعودی كہتے ہیں: ’’قبر پر ہاتھ ركھنا (چومنا) صالحین كو وسیلہ قرار دینا اور ان سے متبر كہونا شرك ہے اس بارے میں آپ كا كیا نظریہ ہے؟‘‘

آیت اللہ صدر نے فرمایا: ’’اگر كوئی انسان اس عقیدہ سے قبر چومے یا انہیں وسلہ قرار دے كہ وہ (بغیر اذن خدا كے مستقل طور پر ہمیں ضرر و نفع پہنچا سكتے ہیں تو یہ شرك ہے لیكن مسلمان خدا وحدہ لاشریك كی عبادت كرنے والا جانتا ہے كہ صرف اور صرف خدا ہے جو ضرر و نفع پہنچا سكتا ہے اور یہ اولیاء خدا اور اس كے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہیں انہیں اس طرح واسطہ و وسیلہ قرار دینا ہرگز شرك نہیں ہے۔ تمام سنی اور شیعہ مسلمان رسول اكرمﷺ كے زمانہ سے لیكر آج تك اسی نظریہ پر متفق ہیں۔‘‘

یہ صرف وہابیت اور علماء سعودی ہیں جو اسی صدی میں پیدا ہوئے ہیں انہوں نے ہم مسلمانوں كے خلاف ایك ڈھونگ رچ ركھا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں كے خون كو مباح بھی جانتے ہیں اور ان كے درمیان فتنہ انگیزی كرتے ہیں یہ لوگ قبر كو چومنا اور ائمہ ﷨ كو وسیلہ قرار دینا شرك سمجھتے ہیں۔

اس كے بعد شہید نے فرمایا:

سدی شرف الدین (شیعوں كے ایك عظیم محقق) صاحب كتاب المراجعات عید غدیر كے موقع پر خانہ خدا كی زیارت كے لئی مكہ تشریف لے گئے۔ وہاں دستور كے مطابق عبد العزیز[[152]](#footnote-152)؎ كو مبارك باد پیش كرنے كے لئی عید قربان كے روز تمام سعودی علماء كے ساتھ ساتھ ان كی بھی دعوت ہوئی تمام علماء كے ساتھ ساتھ وہ بھی محل میں داخل ہوئے لوگ مبارك باد دیتے رہے لیكن جب آپ كی باری آئی تو آپ نے پہنچ كر عبد العزیز كا ہاتھ پكڑ لیا اور اسے ہدیہ كے طور پر ایك بہت ہی پرانا قرآن دیا۔ اس نے قرآن لے كر اس كا بوسہ دیا اور مارے اخترام و تعظیم كے اسے اپنی پیشانی سے مس كیا۔ سید شرف الدین نے فرصت غنیمت جان كر اچانك اس سے كہا: ’’اے بادشاہ اس جلد كا بوسہ كیوں لے رہے ہو؟ یہ تو بكری كی كھال سے بنائی گئی ہے۔ اس نے كہا: میں كھال كا نہیں بلكہ جو قرآن اس كے اندر ہےاس كا بوسہ لے رہا ہوں۔‘‘

جناب شرف الدین نے فوراً فرمایا: ’’بہت اچھا بادشاہ ہم شیعہ بھی جب رسول خداﷺ كے روضے كے دروازہ اور كھٹركی كا بوسہ لیتے ہیں تو یہ جانتے ہیں كہ یہ صرف لوہا ہے یہ ہمیں كوئی نقصان یا فائدہ نہیں پہنچا سكتا ہے ہماری غرض كھڑكی اور دروازہ سے نہیں بلكہ اسے ماوراء چیز یعنی ہماری غرض رسول اكرمﷺ كا احترام اور تعظیم ہوتی ہے یہ تعظیم اور تكریم بالكل اسی طرح ہے جس طرح تم بكری كی كھال چومكر قرآن كی تعظیم و تكیرم كر رہے ہو۔

یہ سن كر تمام حاضرین نے تكبیر كہی اور ان كی تصدیق كی اس كے بعد ملك عبد العزیز نے مجبور ہوكر حاجیوں كو رسول خداﷺ كے روضے كو بوسہ دینے كی اجازت دے دی۔ لیكن اس كی بعد جو بادشاہ آیا اس نے اس گزشتہ قانوں كی كوئی رعایت نہیں كی۔

یہ سب دیكھتے ہوئے صاف معلوم ہوتا ہے كہ یہ چیزیں شرك نہیں ہیں بلكہ وہابیوں نے لوگوں كے درمیان اس لئے یہ پر و پگنڈہ پھیلایا ہے تاكہ وہ اس سیاست كی بنیاد پر مسلمانوں كا خون مباح قرار دیں اور مسلمانوں پر اپنی حكومت باقی ركھیں۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے كہ وہابیوں نے امت محمدﷺ پر مصائب كے كتنے پہار توڑے ہیں۔

## 65۔ اذان و اقامت میں حضرت علی﷣ كا نام

ڈاكتر تیجانی: ’’شیعہ حضرات اذان و اقامت میں اس بات كی گواہی كیوں دیتے ہیں كہ علی ﷣ ولی خدا ہیں؟‘‘

آیت اللہ باقر الصدر: ’’كیونكہ علی﷣ بندگان خدا میں خدا كے ایك برگزیدہ بندے ہیں اور خداوند متعال نے انہیں لوگوں پر فضیلت و برتری عطا كی ہے تاكہ رسالت كے بارسنگین كو وہ اپنے دوش مبارك پر اٹھا سكیں یہ ائمہ ﷨ پیغمبروں كے اوصیاء اور جانشین ہیں اور جس طرح ہر پیغمبر كے پاس اس كا ایك جانشین ہوتا تھا اسی طرح پیغمبر اسلامﷺ كے جانشین مولاے كائنات علی ابن ابی طالب﷣ ہیں ہم لوگ انہیں تمام اصحاب پر مقدم ركھتے ہیں كیونكہ خداوند متعال اور اس كے رسول نے انہیں تمام لوگوں سے افضل اور برتر جانا ہے اور ان كی فضیلت و برتری كے لئے ہمارے پاس قرآن اور احادیث سے دلیل عقلی اور نقلی دونوں موجود ہیں اور ان دلیلوں میں كسی طرح كے كوئی شك و شبہ كی گنجائش نہیں ہے كیونكہ یہ دلیلیں صرف ہمارے لحاظ سے متواتر نہیں ہیں بلكہ اہل سنت حضرات كی كتابوں میں بھی تواتر كی حیثیت ركھتی ہیں۔‘‘[[153]](#footnote-153)؎

اس سلسلے میں ہمارے علماء نے بہت ساری كتابیں لكھی ہیں كیونكہ بنی امیہ كی حكومت كے زمانہ میں مولائے كائنات كی خلافت كو نابود كرنے اور ان كے بیٹوں كو قتل كرنے پر سارے حكمراں تلے ہوئے تھے اور یہاں تك نوبت پہنچ گئی تھی كہ مسلمان منبر سے آپ پر لعن و طعن كرتے تھے اور معاویہ ان مسلمانوں كی اپنی طاقت كے بل بوتے پر اس كے لئے ترغیب كرتا تھا۔

اسی لئے شیعہ اور علی﷣ كے تمام پیرو كار اذان اور اقامت میں گواہی دیتے ہیں كہ علی ابن ابی طالب ﷦ ولی خدا ہیں اور یہ چیز مناسب نہیں ہے كہ كوئی مسلمان ولی خدا پر لعنت بھیجے۔ در اصل شیعوں كی یہ روش اس زمانے كے حكام سے ایك طرح كا اعلان جنل تھا تاكہ خدا اس كے رسول اور مومنوں كی عزت كو قائم و دائم ركھے اور یہ تاریخی حوصلہ مسلمانوں كی آئندہ آنے والی نسلوں میں باقی رہے اور علی﷣ كی حقانیت اور ان كے دشمنوں كی سازشوں سے پوری طرح آگاہ رہیں۔ اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے اس روش كو باقی ركھا كہ اولایت علی﷣ كی گواہی اذان و اقامت كے دوران مستحب جانا نہ كہ اسے اذان اور اقامت كا جزء قرار دیا ہے۔

اب اس وجہ سے اگر كوئی شخص ولایت علی﷣ كی گواہی اذان و اقامت كا جزء (واجب) سمجھ كر دے تو اس كی اذان و اقامت باطل ہے۔

## 66۔ آیت اللہ العظمی آقائی خوئی طاب ثراہ سے گفتگو

ڈاكٹر تیجانی سماوی كہتے ہیں:

جب میں سنی تھا اور نیانیا نجف اشرف میں وارد ہوا تو اپنے دوست كے ذریعے آیت اللہ العظمی آقائے خوئی كی خدمت میں جانے كا شرف حاصل ہوا۔ میرے دوست نے آقائی خوئی كے كانوں میں كچھ كہا اور مجھ سے اشارہ كیا كہ آپ كے قریب آكر بیٹھ جاؤں میں جاكر وہاں بیٹھ گیا تو میرے دوست نے اس بات پر بہت اصرار كیا كہ میں ٹیونس كے شیعوں كے متعلق اپنا اور وہاں كے لوگوں كا نظریہ بیان كروں۔ میں نے كہا:

’’شیعہ ہمارے یہاں یہود و نصاری سے بھی بدتر ہیں كیونكہ یہود و نصاری خداوند متعال كی عبادت كرے ہیں اور موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے عقیدت ركھتے ہیں لیكن جو میں شیعوں كے بارے میں جانتاہوں وہ یہ كہ وہ علی ﷣ كی پرستش كرتے ہیں اور عبادت كرتے ہیں اور انہیں پاك و پاكیزہ اور مقدس قرار دیتے ہیں۔ ان كے درمیان ایك اور گروہ بھی ہے جو خداوند متعال كی عبادت كرتا ہے لیكن علی ﷣ كو رسول خداﷺ كی منزلت و مقام سے بہت ہی ارفع و اعلی سمجھتا ہے اور یہاں تك كہتا ہے كہ پہلے یہ طے تھا كہ جبرئیل ﷣قرآن كریم كو علی ﷣ كے پاس لے آئیں لیكن انھوں نے خیانت كی اور پیغمبر اكرمﷺ كے پاس لے كر چلے گئے۔‘‘

آقائے خوئی نے تھوڑی دیر اپنا سر جھكائے ركھا اس كے بعد فرمایا:

’’میں گواہی دیتا ہوں كہ خداوند متعال كے علاوہ كوئی معبود نہیں اور محمدﷺ اس كے رسول ہیں اللہم صل علی محمد و آل محمد اور گواہی دیتا ہوں كہ علی ﷣ خدا كے بندوں میں سے ایك بندہ ہیں۔‘‘ اس كے بعد انھوں نے بیٹھے ہوئے لوگوں كی طرف نظر كی اور میرے طرف اشارہ كر كے كہا: ’’اس بے چارے كو دیكھو كس طرح فریب اور تہمت كا شكار ہوا ہے یہ عجیب بات نہیں ہے بلكہ میں نے تو اس سے بھی بدتر باتیں دوسرے لوگوں سے سنی ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔‘‘ اس كے بعد میری طرف رخ كر كے فرمایا: ’’كیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟‘‘

میں نے كہا: ’’ابھی میری عمر كے دس سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے كہ میں نے آدھا قرآن حفظ كر لیا تھا۔‘‘

انھوں نے فرمایا: ’’كیا تم یہ جانتے ہو كہ اسلام كے تمام گروہ آپس میں مذہبی اختلاف كو چھوڑ كر قرآن كی حقانیت كے بارے میں اتفاق ركھتے ہیں؟ اور جو قرآن ہمارے پاس ہے وہی قرآن تمہارے پاس بھی ہے۔‘‘

میں نے كہا: ’’ہاں میں جانتا ہوں۔‘‘

انھوں نے كہا: ’’كیا تم نے اس آیت كو پڑھا ہے۔‘‘

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [[154]](#footnote-154)؎

اور خدا یہ بھی فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ [[155]](#footnote-155)؎

پھر یہ بھی ملتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ[[156]](#footnote-156)؎

كیا تم نے ان آیتوں كا مطالعہ كیا ہے؟

میں نے كہا: ’’ہاں میں ان آیتوں سے واقف ہوں۔‘‘

انھوں نے فرمایا: ’’ان آیتوں میں علی ﷣ كہاں ہیں؟ تم دیكھتے ہو كہ یہ باتیں رسول اسلامﷺ كے لئے ہیں نہ كہ علی ﷣ كے لئے اور ہم اور تم دونوں گروہ كے لوگ قرآن كو قبول كرتے ہیں۔ اب كس طرح ہم لوگوں پر تم یہ تہمت لگا تے ہو كہ ہم پیغمبر اسلام سے حضرت علی ﷣ كو افضل و برتر سمجھتے ہیں؟‘‘

یہ سن كر میں نے سكوت اختیار كیا اور وئی جواب نہیں دیا۔

اس كے بعد انھوں نے اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئی كہا: ’’جبرئیل كی خیانت كے بارے میں تم لوگ جو تہمت لگاتے ہو كہ ہم شیعہ كہتے ہیں كہ جبرئیل نے خیانت كے ہے یہ تہمت پہلے والی تہمت سے بھی زیادہ سخت ہے۔ كیا ایسا نہیں ہے كہ جب جبرئیل ﷣ پیغمبرﷺ پر (آغاز بعثت میں) نازل ہوئے تو علی ﷣ دس سال سے بھی كم عمر تھے تو كس طرح جناب جبرئیل نے غلطی كی اور محمدﷺ اور حضرت علی ﷣ كی درمیان فرق كو نہ سمجھ پائے؟‘‘

تھوڑی دیر خاموش رہ كر میں نے ان كی باتوں پر غور كیا تو میں سمجھ گیا كہ ان تمام باتیں سچ ہیں۔

انھوں نے فرمایا: ’’ضمناً یہ بھی كہہ دوں كہ اسلام كے تمام گروہوں میں صرف شیعوں كا الگ گروہ ہے جو پیغمبرﷺ اور ائمہ اطہارا ﷨ كی عصمت كا معتقد ہے اور اس كے ساتھ ساتھ یہ بھی ہمارا ہی عقیدہ ہے كہ جبرئیل ﷣ ہر طرح كی غلطی اور شبہ سی محفوظ ہیں۔‘‘

میں نے كہا: ’’یہ سب جو مشہور ہے وہ كیا ہے؟‘‘

انہوں نے فرمایا: ’’یہ سب تہمت اور غلط افواہیں ہیں جو مسلمانوں كے درمیان جدائی پیدا كرنے كے لئے گڑھ لی گئی ہیں تم تو الحمد للہ ایك عاقل انسان ہو اور ان مسائل كو اچھی طرح سے سمجھتے ہو اب تمہیں چاہیے كہ شیعوں اور ان كے مراكز علمی كو قریب سے دیكھو اور غور و فكر كرو كہ یا اس طرح كی چیزیں ان درمیان پائی جاتی ہیں۔‘‘

میں جب تك نجف اشرف میں رہا شیعوں كے سلسلہ میں جتنی بھی بزدلانہ تہمتوں سن ركھا تھا ان سب كے بارے میں تحقیق كرتا رہا۔

## 67۔ نماز ظہر عصر ور مغرب و عشاء كا یاك وقت میں انجام دینا

### اشارہ

ہم یہ جانتے ہیں كہ اہل سنت حضرات نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء كو ایك ہی وقت میں انجام دینا باطل سمجھے ہیں اور كہتے ہیں كہ ہر نماز كو الگ الگ كر كے اس كے وقت میں پڑھنا چاہیے اور جس طرح نماز ظہر و عصر كے درمیان فاصلہ ركھے اسی طرح مغرب و عشاء كے درمیان بھی فاصلہ ركھنا چاہیے۔

ڈاكٹر تیجانی سماوی كہتے ہیں كہ جب میں سنی تھا تو اس بنیاد پر نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء كو ایك وقت میں انجام دینا باطل سمجھتا تھا لیكن جب میں نجف اشرف میں وارد ہوا اور اپنے دوست كی راہنمائی میں حضرت آیت اللہ صدر كی خدمت میں پہنچا تو ظہر كا وقت ہوگیا جب آپ مسجد كی طرف روانہ ہوئے تو ساتھ ساتھ میں اور ان كے ساتھ بیٹھے ہوئے تمام افراد مسجد كی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ كر نماز میں مشغول ہو گئے۔

میں نے دیكھا كہ آیۃ اللہ باقر الصدر نے نماز ظہر كے چند منٹ بعد نماز عصر بھی پڑھلی اور میں اس وقت ایسی حالت اور ایسی جگہ پر تھا كہ صف سے باہر نكل كر نہیں آسكتا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جب میں نے نماز ظہر و عصر ایك ہی وقت میں انجا دیا لہٰذا میں بڑے شش پنج میں مبتلا تھا كہ آیا میری نماز عصر صحیح ہے یا نہیں؟

اس دن میں شہید صدر كا مہمان تھا مجھے جیسے ہی موقع ہاتھ آیا میں نے ان سے پوچھ لیا: ’’كیا یہ صحیح ہے كہ مسلمان دو نمازوں كو ضرورت كے وقت ایك ساتھ انجام دیں؟‘‘

شہید صدر: ’’ہاں دو فریضوں كو ایك كے بعد دیگرے انجام دینا جائز ہے خواہ وہ ضرورت كے وقت ہو یا نہ۔‘‘

میں نے پوچھا: ’’اس فتوے پر آپ كی دلیل كیا ہے؟‘‘

شہید صدر: ’’چونكہ رسول خداﷺ نے مدینہ میں بغیر كسی ضرورت كے خواہ وہ سفر یا خوف یا بارش ہو رہی ہو نماز ظہر و عصر اور اسی طرح مغرب و عشاء كو ایك بعد دیگرے انجام دی ہے اور آپ كا یہ عمل اس لئے تھا تاكہ ہم سے مشقت كم ہو جائے اور اسی طرح یہ عمل ہمارے عقیدہ كے مطابق ہمارے ائمہ﷨ سے بھی ثابت ہے۔

اور ہم لوگوں كی طرح تم اہل سنت حضرات كے نزدیك بھی روایت سے یہ چیز ثابت ہے مجھے تعجب ہوا كہ كس طرح ہمارے نزدیك ثابت ہے كیونكہ آج تك نہ میں نے كہیں سنا تھا اور نہ كسی اہل سنت كو دیكھا تا كہ كسی نے اس طرح انجام دیا ہو بلكہ وہ لوگ اس كے بر خلاف كہتے ہیں كہ اگر نماز اذان سے ایك منٹ بھی پھلے واقع ہوجائے تو نماز باطل ہے چہ رسد بہ اینكہ كوئی شخص نماز عصر كو ایك گھنٹے پہلے نماز ظہر كے فوراً بعد پڑھے یا نماز عشاء كو نماز مغرب كے بعد فوراً پڑھے ان چیزوں سے ابھی تك میں بالكل نا آشنا تھا اور میرے نزدیك یہ چیزیں باطل بھی تھیں۔

آقای صدر نے میرے چہرے سے معلوم كرلیا كہ میں اس بات پر تعجب كر رہا ہوں كہ ظہر كے بعد عصر اور مغرب كے بعد عشاء بغیر كسی فاصلہ كے كیسے پڑھنا صحیح ہے؟ اسی وقت انھوں نے اپنے ایك طالب علم كی طرف اشارہ كیا اور اس نے اپنے جلہ سے اٹھكر ایك كتاب كی 2 ؍ جلد میرے پس لا كر ركھ دیا میں نے دیكھا اس میں ایك صحیح مسلم ہے اور دوسری صحیح بخاری تھی۔

آیت اللہ صدر نے اس طالب علم سے كہا كہ مجھے وہ حدیث دكھا دے جس میں دونوں فریضوں كو ایك وقت میں پڑھنے كا ذكر كیا گیا ہے میں نے ان دونوں كتابوں میں پڑھا كہ رسول خداﷺ نے نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء بغیر خوف بارش اور بغیر كسی ضرورت كے ایك ساتھ انجام دیا ہے اور كتاب صحیح مسلم میں مجھے اس سلسلہ میں پورا ایك باب ملا۔ یہ دیكھ كر میں كافی حیران و پریشان ہوا اور سوچ رہا تھا كہ خدایا اس وقت میں كیا كروں اسی وقت میرے دل میں ایك شك پیدا ہوا كہ شائد یہ دو كتابیں (صحیح مسلم اور صحیح بخاری) جو میں نے یہاں دیكھی ہیں تحریف شدہ ہوں یا نقلی ہوں اور دل ہی دل میں كہنے لگا كہ جب میں اپنے ملك ٹیونس واپس جاؤں گا تو ان دو كتابوں كا بغور مطالعہ كر كے اس موضوع پر تفصیلی طوپر تحقیق كروں گا۔

اسی وقت شہید صدر نے مجھ سے پوچھا۔ ’’اب ان دلیلوں كے بعد تمہاری كیا رائے ہے؟‘‘

میں نے كہا: ’’آپ حق پر ہیں اور حق كہنے والے ہیں۔‘‘

اس كے بعد میں نے آیت اللہ كا شكریہ ادا كیا لیكن میرادل مطمئن نہیں ہوا تھا یہاں تك كہ جب میں اپنے وطن واپس پہنچا تو صحیح مسلم اور صحیح بخاری كولے كر پڑھا اور تفصیلی طور سے تحقیق كی تو اچھی طرح سے قانع ہو گیا كہ نماز ظہر و عصر اور اسی طرح مغرب و عشا ایك كے بعد دوسری پڑھنا بغیر كسی ضرورت كے اشكال نہیں ركھتا ہے كیونكہ پیغمبرﷺ نے اس كام كو انجام دیا ہے۔ میں نے دیكھا كہ امام مسلم اپنی كتاب ’’سفر‘‘ كے علاوہ ’’دو نمازوں كے اجتماع‘‘[[157]](#footnote-157) كے باب میں ابن عباس سے نقل كرتے ہیں كہ پیغمبرﷺ نے نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ایك ساتھ انجام دی تھی۔ اسی طرح انھوں نی یہ بھی نقل كیا ہے كہ آنحضرت نے مدینہ میں نماز ظہر عصر اور مغرب و عشاء كو بغیر خوف یا بارش كے ایك ساتہ انجام دی ہے۔ ابن عباس سے سوال كیا گیا كہ پیغمبر اكرمﷺ نے كیوں ایسا كیا تو ابن عباس نے جواب میں كہا:كي لايحرج امته.

تاكہ امت كو دشواری نہ ہو۔[[158]](#footnote-158)؎

اور كتاب صحیح بخاری میں بھی (ج1، ص 140) باب ’’وقت مغرب‘‘ میں میں نے دیكھا اور پڑھا كہ ابن عباس نقل كرتے ہیں كہ پیغمبر اكرمﷺ نے سات ركعت نماز (نماز مغرب و عشاء) ایك ساتھ پڑھی اور آٹھ ركعت (ظہر و عصر) نماز ایك ساتھ انجام دی اور اسی طرح كتاب ’’مسند احمد‘‘[[159]](#footnote-159)؎ میں دیكھا كہ اس موضوع پر روایت ہوئی تھی اسی كتاب ’’الموطا‘‘[[160]](#footnote-160)؎ میں نے دیكھا كہ ابن عباد روایت كرتے ہیں كہ رسول خداﷺ نے فرمایا۔

صلي رسول الله الظهر و العصر جميعاً و المغرب و العشاء، جميعاً في غير خوف و لا سفر

رسول خدا نے بغیر كسی خوف و سفر كے نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ایك ساتھ پڑھی۔

نتیجہ یہ ہے كہ جب یہ مسئلہ اس طرح واضح اور روشن ہے تو اہل سنت كیوں تعصب اور بغض كی وجہ سے اسی موضوع كو لے شیعہ پر بڑے بڑے اعتراض كرتے ہیں؟

چراغ تلے اندھیرا كیوں؟ ان كی كتاب میں تو خود ہی اس چیز كا جواز ثابت ہے۔[[161]](#footnote-161)؎

## 68۔ اہل سنت كے امام جماعت سے ایك پر لطف مناظرہ

ڈاكٹر تیجانی كہتے ہیں:

’’میں نے دو نماز،ں كو ایك ساتہ جمع كركے پڑھنے كا واقعہ اہل سن كی كتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم كے روایت كے مطابق ٹیونس میں اپنے بعض دوستوں اور بعض علماء كے درمیان بیان كر دیا۔ چند لوگوں نے اس چیز كے صحیح ہونے كے سلسلے میں معلومات حاصل كرلی اور اس بات كی خبر جب شہر ’’قفصہ‘‘ (ٹیونس كا ایك شہر) كی ایك مسجد كے امام جمعات كے كانوں تك پہنچی تو وہ سخت ناراض ہوا اور اس نے كہا جو اس طرح كی فكر ركھتے ہیں وہ نہایت بے دین ہیں اور قرآن كے مخالف ہیں كیونكہ قرآن فرمایا ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوتًا[[162]](#footnote-162)؎

بلاشبہ نماز مومنوں پر معین وقت پر فرش كی گئی ہے۔

ہدایت پانے والوں میں سے میرا ایك دوست بھی تھا جس كا معیار علمی بہت ہی بلند و بلا تھا اور وہ بہت ہی ذہین و چلاك بھی تھا۔ اس نے بہت ہی غصے كی حالت میں میرے پاس آكر امام جماعت كے قول كو نقل كیا۔ میں نے دو كتاب صحیح مسلم اور صحیح بخاری اسے لاكر دی اور اس سے كہاكہ نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء كو ایك ساتھ پڑھنے والے باب كا مطالعہ كرو۔ مطالعہ كے بعد اس كے نزدیك بھی یہ مسئلہ ثابت ہو گیا۔ یہاں تك كہ میرا یہ دوست جو ہر روز اسی امام جاعت كی نماز میں شركت كرتا تھا ایك دن نماز جماعت كے بعد اس كے درس میں آكر بیٹھ گیا اور امام جماعت سے پوچھا۔ ’’نماز ظہر وعصر اور مغرب و عشاء ایك ساتھپڑھنے كے بارے میں آپ كا كیا خیال ہے؟‘‘

امام جماعت: ’’یہ شیعوں كی ایك بدعت ہے۔‘‘

میرے دوست نے كہا: ’’ایسا نہیں ہے بلكہ یہ باثت صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے بھی ثابت ہے۔‘‘

امام جماعت: ’’نہیں، ثابت نہیں ہے۔ اس طرح كی چیز كا ہونا اس كتاب میں مشكل ہے۔‘‘

میرے دوست نے وہ دونوں كتابیں اس تھمادیں اس نے وہی باب پڑھا۔ جب اس كے درس میں حاصر ہونے والے دوسرے نماز گزاروں نے اس سے دو نمازوں كی ایك ساتھ پڑھنے كے متعلق پوچھا تو اس نے كتابیں بند كر كے مجھے دیتے ہوئے انہیں جواب دیا۔ ’’دو نمازوں كو ایك ساتھ پڑھنے كا جواز پیغمبر اكرمﷺ كی خصوصیات میں سے ہیں جب تم رسول خدا ہو جانا اس وقت تمہارے لئے بھی یہ جائز ہو جائے گا۔‘‘

میرے دوست نے كہا: ’’اس كی اس بات سے میری سمجھ میں آگیا كہ یہ ایك متعصب جاہل ہےاور اس دن میں نے قسم كھالی كہ آج سے اس كے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔‘‘

اس طرح ایك حكایت كا نقل كرنا مناسب ہوگا۔ كہتے ہیں كہ دوشكاری شكار كرنے صحرا كی طرف روانہ ہوئے صحرا میں پہنچ كر دور سے انھوں نے كالے رنگ كی ایك چیز دیكھی تو ان میں سے ایك نے كہا۔ ’’یہ كوا ہے۔‘‘ دوسرے نے كہا ’’نہیں یہ بكری لگ رہی ہے۔‘‘

دونوں میں بخث ہونے لگی اور دونوں اپنی اپنی بات صحیح ثابت كرنے پر تلے ہوئے تھے۔ جب دو كے دونوں اس كالی چیز كے قریب پہنچے تو ناگاہ دیكھا كہ كواتھا جو اڑگیا۔

پہلے نے كہا: ’’میں نے كہا تھا نہ كہ كوا ہے كیا اب تم مطمئن ہو گئے؟‘‘

لیكن دوسرا اپنی بات پر اڑا ہوا تھا یہ دیكھ كر پہلے والے نے كہا۔

’’كتنے تعجب كی بات ہے بكری بھی اڑتی ہے‘‘

ڈاكٹر تیجانی كہتے ہیں:

’’اس كے بعد میں نے اپنے دوست كو بلاكر اس سے كہا: ’’اس امام جماعت كے پاس جاؤ اور اسے صحیح مسلم و صحیح بخاری میں وہ روایت دكھاؤ جہاں یہ نقل ہوا ہے كہ ابن عباس اور انس بن مالك اور دوسرے بہت سے اصحاب نے نماز ظہرین اور مغربین كو لگتار رسول خداﷺ كی اقتدار میں پڑھا ہے اس طرح كی نمازوں كو ایك ساتہ پڑھنا رسول خداﷺ كے خصائص میں سے ہرگز نہیں ہے كیا ہم رسول خداﷺ كو اپنا نمونہ عمل نہیں سمجھتے؟ مگر میرے دوست نے معذرت كرتے ہوئے كہا۔ ’’كوئی ضرورت نہیں كیونكہ اس كے پاس اگر رسول خداﷺ بھی آكر یہ حكم بتائیں تو بھی وہ قانع نہیں ہوگا۔[[163]](#footnote-163)؎‘‘

## 69۔ قاضی مدینہ كی لا چاری

ڈاكٹر محمد تیجانی كہتے ہیں:

میں مدینہ میں مسجد نبوی سے مشرف ہوا تو وہاں دیكھا كہ ایك خطیب كچھ نمازیوں كے درمیان بیٹھ كر درس دے رہا ہے میں نے اس كے درس میں شركت كی وہ چند آیتوں كی تفسیر كر رہا تھا لوگوں كی باتوں سے یہ معلوم ہو گیا كہ یہ شمدینہ كا قاضی ہے۔ جب اس كا درس ختم ہوگیا تو وہ اٹھ كر جانے لگا ابھی وہ مسجد سے باہر نكلناہی چاہتا تھا كہ میں نے آگے جا كر اسے روكا اور اس سے كہا۔

’’مہربانی كركے مجھے یہ بتائیں كہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد كون ہیں؟‘‘

قاضی نے بغیر كسی جھجھك كے جواب دیا:

یہاں اہل بیت سے مراد پیغمبر اكرمﷺ كی بیویاں ہیں كیونكہ اس سے پہلے والی تمام آیتوں میں ازواج نبی كو خطاب كیا گیا ہے جیسا كہ خداوند عالم نے فرمایا

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى

میں نے كہا: ’’شیعہ كہتے ہیں كہ یہ آیت علی و فاطمہ و حسن و حسین﷨ سے مخصوص ہے میں نے ان سے كہا كہ آیت كی ابتدا رسول خداﷺ كی ازواج سے متعلق ہے یعنی آیت كی شروعات ہی اس جملے سے ہوتی ہے ’’يا نساء النبي‘‘

تو ان لوگوُن نے جواب میں كہا: ’’جو بھی اس آیت كے شروع میں آیا ہے وہ خصوصی طور پر لفظ مونث اور صیغہ كے ساتہ ذكر ہوا ہے جیسے ’’لستن‘‘ فلا تضعن ’’قرن فی بیوتك‘‘ وغیرہ لیكن آیت كے آخری حصے تك پہنچتے پہنچتے اس كا انداز بدل گیا ہے اور اس كی ضمیریں جمع مذكر كے طور پر ذكر رہوئی ہیں جیسے ’’عنكم‘‘ ’’یطہر كم‘‘ وغیر۔

قاضی نے اپنی عینك اوپر اٹھائی اور مجھے كوئی استدلالی جواب دینے كے بجائے كہنے لگا: ’’خبردار! شیعوں كی زہر آلود فكر جو آیت و قرآن كی تاویل نفسانی خواہشات كی بنا پر كرتے ہیں ان كے چكر میں نہ آنا۔‘‘

یہاں پر ہم اس بحث كی تكمیل كے لئے ’’تفسیر المیزان‘‘ سے استفادہ كرتے ہوئے كہتے ہیں كہ ان سب كے علاوہ بھی ہمارے پاس كوئی دلیل نہیں كہ یہ آیت جو سورہ احزاب كے آخر میں ذكر ہوئی ہے وہ اپنے سے پہلے والی آیات كے ساتہ ہی نازل ہوئی ہے بلكہ روایتوں سے اچھی طرح یہ پتہ چلتا ہے كہ آیت كا یہ حصہ الگ سے نازل ہوا ہے لہٰذا جب رسول خداﷺ كے بعد قرآن جمع كیا گیا تو اس آیت كو ان آیات كے ساتھ جوڑدیا گیا۔[[164]](#footnote-164)؎

اس كے علاوہ اہل سنت حضرات سے متعدد روایات اس سلسلہ میں نقل ہوئی ہیں كہ آیت مذكورہ میں اہل بیت سے مراد علی، فاطمہ، حسن اور حسین﷨ ہیں اور یہاں تك كہ ازاج پیغمبر اكرمﷺ جیسے ام سلمہ، عائشہ وغیرہ سے بھی نقل ہوا ہے كہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد علی، فاطمہ، حسن و حسین﷨ ہیں۔[[165]](#footnote-165)؎

## 70۔ آل محمد پر صلوات بھیجنے كے بارے میں مناظرہ

### اشارہ

ہم جانتے ہیں كہ اہل سنت ۃحضرات جب علی﷣ كا نام لیتے ہیے تو علیہ السلام كی جگہ ’’كرم اللہ وجہہ‘‘ كہتے ہیں۔ جبكہ دیگر تمام صحابہ كو ’’رضی اللہ عنہ‘‘ كہتے ہیں كیونكہ خود وہ اس بات كے معتقد ہیں كہ امام علی﷣ نے كوئی گناہ نہیں كیا جس كی وجہ سے وہ انہیں رضی اللہ عنہ كہیں بلكہ ان كے لئے كرم اللہ وجہہ كہنا چاہیے كہ اس كے ذریعے ان كا مقام بلند ہوتا ہے۔

یہاں ایك سوال پیدا ہوتا ہے كہ علی﷣ كے نام كے ساتھ وہ لوگ علیہ السلام كوں نہیں كہتے؟

اسی سوال كے جواب كے سلسلے میں آنے والے مناظرے كی طرف آپ توجہ فرمانیں۔

ڈاكٹر تیجانی: ’’تم شیعہ حضرات علی﷣ كے مقام كو اس حدتك بڑھا دیتے ہو كہ انہیں پیغمبرں كی صف میں لاكر كھڑا كر دیتے ہو كیونكہ تم لوگ ان كے نام كے بعد كرم اللہ وجہہ كہنے كے بجائے علیہ السلام یا علیہ الصلوۃ و السلام كہتے ہو جبكہ صلوات و سلام پیغمبر اكرمﷺ سے مخصوص ہے جیسا كہ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا.[[166]](#footnote-166)؎

استاد منعم: ’’ہاں تم نے سچ كہا۔ ہم جب بھی حضرت علی﷣ یاان كے علاوہ دیگر ائمہ﷨ كے نام لیتے ہیں تو علیہ السلام كہتے ہیں لیكن اس كا مطلب یہ نہیں ہے كہ ہم انہیں پیغمبر یا ان كے رتبہ كے برابر جانتے ہیں۔‘‘

ڈاكٹر تیجانی: ’’تو پھر كس دلیل سی ان پر سلام و صلوات بھیجتے ہو۔‘‘

استاد منعم: ’’اسی آیت كی دلیل سے كہا جاتا ہے (ان اللہ……) كیا تم نے اس كی تفسیر پڑھی ہے؟ شیعہ اور سنی دونوں متفقہ طور پر یہ نقل كرتے ہیں كہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو چند صحابیوں نے آنحضرتﷺ سے پوچھا۔

’’یا رسول اللہ آپ پر سلام بھیجنا تو ہم جانتے ہیں لیكن ہمیں یہ نہیں معلوم كہ آپ پر صلوات كس طرح بھیجی جائے گی؟‘‘

رسول خداﷺ نے فرمایا:

تم اس طرح كہو:

اللهم صلي علي محمد و آل محمد كما صليت علي ابراهيم و آل ابراهيم في العالمين انك حميد مجيد

خدا یا محمد و آل محمد پر اسی طرح درور رحمت نازل فرما جس طرح تونے ابراہیم اور ان كی آل پر رحمت نازل فرمائی ہے تو بلاشبہ حمید اور جواب دینے والا ہے۔[[167]](#footnote-167)؎

اور یہ بھی فرمایا:

لا تصلوا علي الصلواة البتراء

مجھ پر دم كٹی صلوات بھیجنا۔

صحابیوں نے آپ سے اس كا مطلب دریافت كیا تو آپ نے فرمایا:

یہ كہ تم صرف كہو اللہم صل علی محمد بلكہ تمہیں اس طرح كہنا چاہیئے ’’اللهم صل علي محمد و آل محمد‘‘ یہ پوری صلوات ہے۔[[168]](#footnote-168)؎

اس كے علاوہ متعدد روایتوں میں آیا ہے كہ پوری صلوات پڑھو اور آخر كے جملہ میں آل محمد كو حذف نہ كرو یہاں تك كہ نماز كے تشہد میں تمام فقہانے اہل بیت﷨ پر صلوات بھیجنے كو واجب قرار دیا ہے اور اہل سنت كے فقہا میں امام شافعی نے واجبی نماوں كے دوسرے تشہد میں اسے واجب جانا ہے۔[[169]](#footnote-169)؎

اسے بنیاد پر شافعی اپنے مشہور و معروف شعر میں اس طرح كہتے ہیں:

يا اهل بيت رسول الله حبكم فرض من الله في القرآن انزله

كفا كم من عظيم القدرانكم من لم يصلي عليكم لا صلوة له

اے اہل بیت رسول خداﷺ تمہاری محبت، اللہ كی طرف سے نازل شدہ قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے تمہاری عظیم منزلت كے لئے بس یہی كافی ہے كہ جس نے تم پر صلوات نہ بھیجی اس كی نماز ہی نہ ہوگی۔[[170]](#footnote-170)؎

ڈاكٹر تیجانی یہ سب سن كر بہت مضطرب ہوگئے اور استاد منعم كی ساری باتیں ان كے دلنشین ہو گئیں انھوں نے كہا۔

’’اس طرح تو میں قبول كرتا ہوں كہ رسول خداﷺ پر صلوات بھیجتے وقت ان كے آل كو بھی شامل كرنا چاہیے اسی طرح ہم جب ان پر صلوات بھیجتے ہیں تو ان كے آل كے علاوہ اصحاب و ازواج كو بھی شامل كرتے ہیں مگر یہ بات ناقابل قبول ہے كہ جب بھی علی﷣ كا ذكر ہوتو ان كے نام كے ساتھ صلوات بھیجی جائے یا ’’علیہ السلام‘‘ كہا جائے۔‘‘[[171]](#footnote-171)؎

استاد منعم: ’’كیا تمہارے نزدیك كتاب صحیح بخاری معتبر ہے؟‘‘

ڈاكٹر تیجانی: ’’ہاں یہ كتاب تو اہل سنت كے اماموں میں سے ایك بلند پایہ امام ’’امام بخاری‘‘ كی تالیف كردہ ہے ہمارے نزدیك قرآن كے بعد اسی كتاب كی اہمیت ہے۔‘‘

استاد منعم نے اپنے كتاب خانے سے بخاری كا ایك نسخے لا كر مجھے پڑھنے كے لئے دیا میں نے جب ان كے نكالے ہوئے صفحے كو پڑھا تو مجھے اس پر یہ عبارت نظر آئی۔

’’فلاں نے فلاں سے روایت كی اور اس نے علی﷣ سے روایت كی ہے ’’میں نے جب بخاری میں یہ جملہ (علیہ السلام) دیكھا تو مجھے بڑا تعجب ہوا مجھے یقین ہی نہیں آرہا تھا كہ یہ صحیح بخاری كا نسخہ ہے میں نے اس الٹ پلٹ كر دیكھا اور اس كے بعد بڑے غور سے پڑھا تو بھی وہی عبارت نظر آئی اب میراشك و شبہہ جاتا رہا۔

استاد منعم نے صحیح بخاری كا دوسرا صفحہ كھول كر دكھایا جس پر یہ عبارت لكھی ہوئی تھی كہ علی ابن الحسین’﷣‘ سے روایت ہے۔ اس كے بعد مجھے كوئی راستہ نظر نہ آیا اور میں نے ان كی بات كو قبول كرلیا البتہ تعجب سے یہ میں نے ضرور كہا۔ ’’سبحان اللہ! لیكن تھوڑی سی بے یقینی اب بھی میرے ذہن میں موجود تھی لہٰذا میں نے اسے الٹ پلٹ كر دیكھا تو معلوم ہوا كہ یہ نسخہ ’’مصر كے پریس، حلبی اینڈ سنں‘‘ سے چھپا ہے بہر حال اب قبول كر لینے كے علاوہ میرے پاس كوئی اور راستہ باقی نہیں بچاتھا۔

## 71۔ حدیث غدیر كے متعلق مناظرہ

ڈاكٹر تیجانی كہتے ہیں:

اپنے وطن ٹیونس میں، میں نے ایك سنی عالم دین سے گفتگو شروع كی اس گفتگو اور مناظرہ میں میں نے اس سے طرح كہا: ’’تم حدیث غدیر كو قبول كرتے ہوں؟‘‘

ٹیونس كا عالم: ’’ہاں میں اس حدیث كو قبول كرتا ہوں یہ صحیح ہے۔‘‘

میں نے خود قرآن كی تفسیر لكھا ہے جس میں سورہ ماءدہ كی 67 ویں آیت كی تفسیر كے دوران حدیث غدیر كو پیش كیا ہے اس كے بعد اس نے اپنی تفسیر میرے سامنے لاكر ركھ دی اور جہاں اس نے حدیث غدیر كا تذكرہ تھا وہ مجھے دكھایا۔

میں نے اس كتاب میں دیكھا كہ حدیث غدیر كے باب میں اس طرح كی عبارت درج ہے:

’’شیعہ حضرات اس بات كے معتقد ہیں كہ یہ حدیث غدیر صریحی طور پر حضرت علی﷣ كی خلاقت بلا فصل پر دلالت كرتی ہے لیكن اہل سنت حضرات كے نزدیك یہ عقیدہ باطل ہے كیونكہ یہ حدیث ابو بكر و عثمان كی خلافت سے منافات ركھتی ہے اس وجہ سے ہمارے لئے یہ لازم ہوگیا كہ اس آیت كی صراحت سے چشم پوشی كرتے ہوئے اس كی تاویل كریں یعنی ہم یہ كہیں كہ یہاں مولیٰ كے معنیٰ دوست اور یاور ہیں جیسا كہ قرآن میں یہ لفظ دوست اور یارو كے معنیٰ میں آیا ہے اور خلفاء راشدین اور پیغمبر اكرمﷺ كے عظیم صحابیوں نے بھی لفظ مولا سے یہی مراد لیا ہے اس كے بعد ان كے تابعین اور علماء مسلمین نے بھی اسی بات كی تائید كی ہے اور اسی صورت كو مقبول بتایا ہے۔ اس طرح شیعوں كے اس عقیدہ كا كوئی اصتبار نہیں۔‘‘

ڈاكٹر تیجانی: ’’كیا خود واقعہ غدیر تاریخ میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟‘‘

ٹیونسی عالم: ’’ہاں كیوں نہیں اگر واقعہ غدیر نہ ہوا ہوتا تو علماء و محدثین اسے نقل ہی نہ كرتے۔‘‘[[172]](#footnote-172)؎

ڈاكٹر تیجانی: ’’كیا یہ مناسب ہے كہ رسول اكرمﷺ حج سے واپسی كے وقت غدیر خم كے تپتے ہوئے صحراء میں ہزاروں مرد، عورتوں اور بچوں كے مجمع میں سب كو روك كر ایك طویل خطبہ دیں اور اس كے بعد یہ اعلان كریں كہ علی﷣ تمہارے دوست اور مدد گار ہیں كیا تم اس طرح كی تاویل كو پسند كرتے ہو؟‘‘

ٹیونسی عالم: ’’بعض صحابی رسول اللہﷺ نے جنگ كے دورن حضرت علی﷣ كے ہاتھوں نقصان اٹھایا تھا اس كے بہت سے ایسے تھے جن كے دلوں میں ان كی طرف سے كینہ پرورش پارہا تھا لہٰذا رسول خداﷺ نے میدان غدیر میں یہ اعلان كیا كہ جو علی﷣ سے كینہ ركھتے ہیں وہ اپنے كینوں كو دور كریں اور انہیں اپنا دوست اور مددگار سمجھیں؟‘‘

ڈاكٹر تیجانی: ’’علی﷣ كی دوستی كا مسئلہ اس بات كا تقاضا نہیں كرتا كہ پیغمبر اكرمﷺ ایك لاكھ سے زیادہ لوگوں كو بیچ صحرا میں روكیں اور نماز جماعت ادا كریں اور ایك طولانی خطبہ دیں اور اس خطبہ ے دوران بعض ایسے مطالب بیان كریں جو علی﷣ كی رہبری اور خلافت كے لئے مناسب ہوں نہ كہ دوستی اور یاوری كے لئے مثلاً اسی خطبے كا ایك ٹكڑایہ ہے جس میں آنحضرت نے لوگوں كو متوجہ كرتے ہوئے ان سے سوال كیا ’’الست اولی بكم من انفسكم‘‘ كی میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق نہیں ركھتا؟‘‘

تمام لوگوں نے اقرار كیا ہاں كیوں نہیں اے رسول اللہﷺ۔

یہ تمام باتیں اس بات كی صراحت كرتی ہیں كہ یہاں پر مولا سے مراد رہبر اور آقا كے ہیں اور اس سے حضرت علی﷣ كی خلافت ثابت ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے خود ابو بكر نے بھی لفظ مولیٰ سے امام علی﷣ كی رہبری اور خلافت جانا ہے اور اسی صحرا كی تپتی ہوئی دھوپ میں امام علی﷣ كے پاس آكر انہیں اس طرح مبارك بادپیش كیا:

بخ بخ لك یا بن ابی طالب﷦ اصبحت مولای و مولا كل مومن و مومتہ.

مبارك ہو مبارك ہو ابو طالب كے بیٹے! اب تم میرے اور تمام مومن اور مومنہ كے مولا ہو گئے

’’یہ مباركباد دینا بہت ہی مشہور حدیث ہے جسے اہل سنت اور اہل تشیع سبھی نے نقل كیا ہے[[173]](#footnote-173)؎ اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں كہ كیا اگر یہ اعلان صرف دوستی اور یاوری كے لئے ہوتا تو ابو بكر اور عمر حضرت علی﷣ كو اس طرح مبارك باد پیش كرتے؟ اور رسول خداﷺ اپنے خطبے كے بعد اس طرح اعلان كرتے۔‘‘

’’اے مسلمانو علیﷺ كو امیر المومنین كہہ كر سالم كرو۔‘‘

اس كے علاوہ یہ كہ پیغمبر اكرمﷺ نے سورہ مائدہ كی 67 ویں آیت كے نزول كے بعد یہ عمل انجام دیا اور آیت میں ہم یہ پڑھتے ہیں:

’’اے رسول وہ چیز پہنچا دو جو تمہارے رب كی طرف سے پہلے ہی تم پر نازل كی چكی ہے اور اگر تم نے اسے نہ پہنچا یا تو گویا تم نے كار رسالت انجام ہی نہیں دیا۔‘‘

كیا حضرت علی﷣ كی دوستی كا مسئلہ اتنا زیادہ اہم ہو گیا تھا كہ اگر اسے لوگوں كے درمیان بیان نہ كیا جائے تو آنضرت كی رسالت كو خطرہ لا حق ہو جائے؟

ٹیونسی عالم: ’’تو اس كے بارے میں تم كیا كہو گے كہ رسول خداﷺ كی رحلت كے بعد مسلانوں نے علی﷣ كی بیعت نہ كرتے ہوئے ابو بكر كی بیعت كرلی كیا ان كا یہ عمل گناہ تھأ؟ كیا انھوں نے رسول خداﷺ كی نافرمانی كی؟‘‘

ڈاكٹر تیجانی: ’’جب خود اہل تسنن اپنی كتابوں میں یہ لكھتے ہیں كہ بعض اصحاب نے رسول خداﷺ كے زمانہ میں خود آپ كی مخالفت كی تو اس بنا پر یہ كوئی ایسی تعجب كی بات نہیں كہ آپ كے بعد اصحاب نے ان كی مخالفت كی۔‘‘[[174]](#footnote-174)؎

جیسے شیعہ اور سنی دونوں طریقوں سے یہ ثابت ہے كہ جب رسول اكرمﷺ نے ایك نوجوان صحابی (اسامہ بن زید) كو سپہ سالار بنایا تو اكثر مسلمانوں نے آنضرت كی مخالفت كی جبكہ آنحضرت نے انہیں تھوڑی سی مدت كے لئے بہت تھوڑے سے لشكر كا سردار بنایا تھا تو یہی لوگ حضرت علی﷣ كی رہبری كو كس طرح قبول كرلیتے كیونكہ وہ بھی دوسروں كے مقابل كم عمر تھے (اس وقت آپ كی عمر 33 سال تھی) اور خود یہ لوگ علی﷣ كو ان كی پوری زندگی تك رہبر كیسے قبول كرلیتے اور تم نے خودہی پہلے یہ اقرار كیا كہ بعض لوگ علی﷣ سے بغض و عناد ركھتے تھے۔

ٹیونسی عالم: ’’اگر علی﷣ جانتے كہ رسول خداﷺ نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا ہے تو رسول خداﷺ كے بعد وہ خاموش نہ بیٹھے رہتے بلكہ اپنی بے انتہا شجاعت كو بروئے كار لاتے ہوئے اپنے حق كا دفاع كرتے۔‘‘

ڈاكٹر تیجانی: ’’یہ تو دوسری بحث ہے جس میں ہم ابھی وارد نہیں ہونا چاہتے جب تم حدیث صریح كی تاویل كرتے ہو تو امام﷣ كے خاموش رہنے پر بحث كرنے میں كس طرح قانع ہو سكتے ہو؟‘‘

ٹیونسی عالم نے تھوڑا سا مسكراتے ہوئے كہا: ’’خدا كی قسم میں ان لوگوں میں سے ہوں جو علی﷣ كو دوسروں سے افضل جانتے ہیں اور اگر یہ بات میرے بس میں ہوتی تو میں علی﷣ پر كسی كو مقدم نہ كرتا كیونكہ وہ مدینۃ العلم اور اسد اللہ الغالب ہیں لیكن خدا نے اسی طرح چاہا كہ بعض كو مقدم اور بعض كو موخر ركھے اس كی مشیت كے بارے میں كیا كہیں۔‘‘

میں نے بھی مسكراتے ہوئے اسے جواب دیا: ’’قضا و قدر كی بحث دوسری ہے جس كے متعلق ابھی ہم بحث نہیں كر رہے ہیں۔‘‘

ٹیونسی عالم: ’’میں اپنے عقیدے پر باقی رہوں گا اور اسے بدل نہیں سكتا۔‘‘

ڈاكٹر تیجانی كہتے ہیں كہ وہ اسی طرح ادھر ادھر بھاگتا رہا یہ خود اس كی بے بسی اور عاجزی كی دلیل ہے۔[[175]](#footnote-175)؎

## 72۔ شاگرد اور استاد میں مناظرہ

شاگرد: ’’خالد بن نوفل نام كا ایك استاد اردن كی ’شریعت یونیورسٹی‘ میں درس دینے آتا تھا اس كے شاگردوں میں سے میں بھی تہا میں شیعی مسلك كا تابع تھا۔‘‘

چونكہ یہ استاد خود سنی تھا اس لئے اسے جب بھی موقع ملتا شیعوں پر كچھ نہ كچھ الزام تراش دیتا۔ ایك دن میں اس كے پاس بیٹھ گیا اور رسول اللہﷺ كے جانشینوں كے متعلق گفتگو كرنے لگا آپ بھی اس گفتگو كو سنیں اورفیصلہ كریں۔

استاد: ’’ہم حدیثوں كی كتبوں میں قطعی طور پر یہ حدیث نہیں پاتے كہ آنحضرت كے بارہ ہی خلیفہ ہوں گے اس طرح یہ حدیث تم شیعوں كی گڑھی ہوئی ہے۔‘‘

شاگرد: ’’اتفاق سے اہل سنت كی معتبر كتابوں میں متعدد مقامات پر متعدد طریقوں سے یہ حدیث نقل ہوئی ہے مثلاً رسول خداﷺ نے فرمایا:

الخلفاء بعدي اثنا عشر بعد دنقباء بني اسرائيل و كلهم من قريش[[176]](#footnote-176)؎

میرے بعد بنی اسرائیل كے نقباء كی تعداد میں میرے بارہ خلفاء ہوں گے وہ سب كے سب قریش سے ہوں گے۔

استاد: ’’اگر فرض كر لیا جائے كہ یہ حدیث صحیح بھی ہے تو تمہاری نظر میں ان بارہسے كون لوگ مراد ہیں؟‘‘

شاگرد: ’’اس سلسلے میں سیكڑوں روایات موجود ہیں جس میں ان كے نام اس طرح گنائے گئے ہیں۔

1۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب﷦

2۔ حسن بن علی﷦

3۔ حسین بن علی ﷦

4۔ علی بن الحسین﷦

5۔ محمد بن علی الباقر﷦

6۔ جعفر بن محمد﷦

7۔ موسیٰ بن جعفر﷦

8۔ علی بن موسیٰ الرضا﷦

9۔ محمد بن علی الجواد﷦

10۔ علی محمد الہادی﷦

11۔ حسن بن علی العسكری﷦

12۔ حجتہ القائم عجل اللہ فرجہ الشریف۔‘‘

استاد: ’’كیا حضرت مہدی﷣ ابھی زندہ ہیں؟‘‘

شاگرد: ’’ہاں وہ زندہ ہیں اور كچھ وجہوں سے ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں جب اس دنیا میں ان كے ظہور كی راہیں ہموار ہو جائیں گی تو آپ ظہور كریں گے اور پوری دنیا كی حكومت اپنے ہاتھ میں لے لیں گے۔‘‘

استاد: ’’وہ كب پیدا ہوئے؟‘‘

شاگرد: ’’وہ 255؁ھ میں پیدا ہوئے اس طرح آپ كی عمر كے 1158 سال گزر چكے ہیں۔‘‘

استاد: ’’یہ كس طرح ممكن ہے كہ ایك انسان ایك ہزار سال سے زیادہ زندہ رہے جبكہ ایك انسان كی طبعی عمر زیادہ سے زیادہ سو سال ہو گی۔‘‘

شاگرد: ’’ہم مسلمان ہیں اور قدرت خداوند متعال پر یقین ركھتے ہیں اس میں كیا برائیہے كہ خداوند متعال كی مشیت سے ایك انسان ایك ہزار سال سے زیادہ زندہ رہے؟‘‘

استاد: ’’قدرت خدا اپنی جگہ پر ہے لیكن اس طرح كی چیزیں سنت خدا سے خارج ہیں۔‘‘

شاگرد: ’’تم بھی قرآن كو قبول كرتے ہو اور ہم بھی اسے مانتے ہیں قرآن كے سورہ عنكبوت آیت 14 میں خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا

وربلا شبہ ہم نے نوح كو ان كی قوم كی طرف بھیجا جہاں وہ پچاس سال چھوڑ كے ایك ہزار سال رہے۔

اس آیت كے مطابق جناب نوح طوفان سے پہلے اپنی قوم كے درمیان ساڑھے نو سو سال زندہ رہے اسی طرح اگر خدا چاہے تو دوسرے كو بھی اتنی یا اس سے زیادہ عمر دے دے۔

رسول خداﷺ نے متعدد مقامات پر حضرت امام مہدی﷣ كا تعارف، دنیا كو عدل و انصاف سے بھر دینے والے كی صورت میں كرایا ہے اس سلسلہ میں سیكڑوں كیا بلكہ ہزاروں حدیثیں، سنی اور شیعہ دونوں طرف سے نقل ہوئی ہیں جن كا انكار ممكن نہیں ہے۔مثال كے طور پررسول خداﷺ نے فرمایا ہے:

المهدي من اهل بيتي يملا الارض قسطًا و عدلا كما ملئت ظلماً و جورًا

مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے جو دنیا كو عدل و انصاف سے اسی طرح بھردیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔[[177]](#footnote-177)؎

جب بات یہاں تك پہنچی تو وہ استاد چپ ہو گیا كیونكہ اس شاگرد كی تمام باتیں منطقی اور اہل سنت كے معتبر حوالوں سے مدلل تھیں۔

شاگرد نے اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے كہا: ’’چیلے ہم اپنی بات كی طرف واپس پلٹتے ہیں آپ نے اس بات كی تصدیق كردی ہے كہ رسول خداﷺ نے فرمایا ہے كہ میرے خلیفہ بارہ ہوں اور وہ سب كے سب قریش سے ہوں گے۔‘‘

آپ نے مجھ سے پوچھا كہ وہ بارہ افراد كون لوگ ہیں میں نے ان كا نام حضرت علی﷣ سے لیكر امام مہدی﷣ تك سنا دیا اب میں آپ سے یو پوچھتا ہوں كہ اگر سول خداﷺ كے وہ بارہ خلفاء یہ لوگ نہیں ہیں تو پھر ان كے علاوہ كون لوگ ہیں؟

استاد: ’’ان بارہ لوگوں میں چار خلفاء راشدین (ابو بكر، عمر، عثمان اور حضرت علی﷣) كا نام لیا جاتا ہے اس كے بعد حسن﷣ معاویہ، ابن زبیر و عمر بن عبد العزیز (كہ یہ سب ملاكر ٹھ ہوگئے) اور یہ بھی ممكن ہے كہ مہدی عباسی (بنی عباس كا تیسرا خلیفہ) كو بھی شمار كر لیا جائے اس كے علاوہ ابن ظاہر عباسی بھی ان میں شامل ہو سكتا ہے خلاصہ كے طور پر ہماری نظر كے مطابق یہ بارہ آدمی معین نہیں ہیں ان كے متعلق ہمارے علماء كے مختلف اقوال ہیں۔‘‘

شاگرد: رسول خداﷺ كی حدیث ثقلین كے متعلق تم لوگوں كا كیا خیال ہے جس میں آنضرت نے فرمایا ہے:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي[[178]](#footnote-178)؎

یہ بات واضح رہے كہ عمر و ابوبكر، معاویہ، عباسی اور عبد العزیز وغیرہ عترت رسول میں شمار نہیں كئے جاسكتے لہٰذا اس صورت میں ہمارے لئے رسول خداﷺ كے بارہ خلفاء كو پہچاننا ممكن نہیں ہوگا جبكہ حدیث ثقلین كے معیار كو سامنے ركھ كر ہم بڑی آسانی سے ان كا پتہ لگا سكتے ذرا سے غور كے بعد یہ بات معلوم ہو جائے گی وہ خلفاء وہی ہیں جن كو شیعہ مانتے ہیں كیونكہ یہی عترت اور اہل بیت كے مصداق ہیں۔‘‘

استاد: ’’ٹھیك ہے اس كے جواب كے لئے مجھے كچھ موقع دركار ہے كیونك اس وقت ان باتوں كا كوئی قانع كنندہ جواب میرے ذہن میں نہیں آرہا ہے۔‘‘

شاگرد: ’’بہت خوب اس بات كی امید ركھتا ہوں كہ آپ قیامت تك تحقیق كریں كہ رسول خدا ﷺ كے بارہ جانشین كون ہیں؟‘‘

كچھ ہی دنوں بعد شاگرد كی پھر استاد سے ملاقات ہوئی مگر ابھی تك وہ استاد اپنے عقیدے كے اثبات كے لئے كوئی دلیل نہیں ڈھونڈ پایا تھا۔

اسی طرح ایك دوسرے مناظرہ میں جب ایك طالب علم نے اپنے ایك مدرس سے سوال كیا كہ آیا آپ اس بات كو قبول كرتے ہیں كہ رسول خداﷺ كے بارہ خلیفہ ہوں گے اور وہ سب كے سب قریش سے ہوں گے؟

مدرس: ’’ہاں ہماری معتبر كتابوں میں اس طرح كی روایتیں موجود ہیں۔‘‘

طالب علم:’’ وہ بارہ كون سے لوگ ہیں؟‘‘

مدرس: ’’وہ ابو بكر، عمر، عثمان، علی﷣، معاویہ، یزید بن معاویہ۔‘‘

طالب علم: ’’یزید كو كس طرح خلیفہ رسول سمجھا جاسكتا ہے جبكہ وہ اعلانیہ شراب پیتا تھا اور واقعہ كربلا اسی كی كارستانی ہے اور اسی نے امام حسین﷣ اور ان كے صحابیوں كو قتل كیا ہے؟‘‘

اس كے بعد طالب علم نے اس سے كہا: ’’بقیہ كاشمار كرو۔‘‘

مدرس نے جو اس كے اس سوال سے بے بس ہو چكا تھا موضوع بدل لیا اور كہنے لگا: ’’تم شیعہ حضرات اصحاب پیغمبر اكرمﷺ كو برا بھلا كہتے ہو۔‘‘

طالب علم: ’’ہم ان كے تمام اصحاب كو برا بھلا نہیں كہتے تم یہ كہتے ہو كہ ان كے تمام اصحاب عادل تھے مگرہم یہ كہتے ہیں كہ ایسا نہیں ہے خود رسول اكرمﷺ كے زمانے میں ہی ساری منافقوں كے بارے میں آیتیں اتری ہیں اگر ہم یہ كہیں كہ آنضرت كے زمانے میں سارے اصحاب عادل تھے تو ہمیں قرآن كی بہت سی آیتوں كو رد كرنا پڑے گا جو اس كا ایك عظیم حصہ ہیں۔‘‘

مدرس: ’’تم گواہی دو كہ ابو بكر عمر اور عثمان سے خوش ہو۔‘‘

طالب علم: ’’میں گواہی دیتا ہوں كہ اصحاب میں سے جو بھی رسول خداﷺ اور فاطمہ زہرا﷥ سے راضی تھا میں بھی اس سے راضی ہوں اور جس سے بھ آنحضرتﷺ اور جناب فاطمہ زہرا﷥ راضی نہیں تھیں میں بھی اس سے راضی نہیں ہوں۔‘‘

## 73۔ قبر رسول خداﷺ كے پاس با آواز بلند زیارت پڑھنا

ایك شیعہ عالم كہتےہیں: ’’ہم تقریباً پچاس آدمیوں كے ایك گروہ كے ساتھ مدیہ منورہ میں مسجد النبیﷺ كے پاس گئے اور وہاں جاكر آنحضرتﷺ كی زیارت پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔‘‘

حرم كا منتظم (شیخ عبد اللہ بن صالح) میرے قریب آیا اور اعتراض كے طور پر اس نے كہا: ’’رسول خداﷺ كے مرقد كے قریب اپنی آواز بلند نہ كرو۔‘‘

میں نے اس سے كہا: ’’كیا وجہ ہے؟‘‘

منتظم: ’’خداوند متعال قرآن (سورہ حجرات، آیت 2) میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ.

اے ایمان لانے والو! نبی كی آواز كے اوپر اپنی آواز بلند نہ كرو اور نہ ہی ان كے سامنے چیخو چلاؤ جس طرح تم ایك دوسرے كے سامنے چیختے ہو كہ كہیں تمہارے اعمال بیكار نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہونے پائے۔

میں: ’’جعفر بن محمد﷦ كے اسی جگہ پر چار ہزار شاگرد تھے اور وہ تدریس كے وقت باآواز بلند درس دیتے تھے تاكہ ان كی آواز ان كے شاگردوں تك پہنچ جائے كیا انھوں نے حرام كام كیا؟ ابو بكر عمر اسی مسجد میں بلند آواز سے خطبہ دیا كرتے تھے اور تكبیر كہتے تھے كیا ان سب لوگوں نے حرام كام انجام دیا؟اور ابھی ابھی تمہارے خطبی نے بلند آواز سے خطبہ دیا تم لگ ملكر باآواز بلند تكبیر كہہ رہے تھے كیا یہ لوگ قرآن كے خلاف كر رہے تھے؟ كیونكہ قرآن اس سے منع كرتا ہے؟‘‘

منتظم: ’’اچھا تو پھر اس آیت كا كیا مطلب ہوا؟‘‘

میں: ’’اس آیت سے مراد ہے فائدہ اور بے جاشور و غل نہ كرو جو آنحضرتﷺ كی حرمت و احترام كے خلاف تھا جیسا كہ اس آیت كے شان نزول كے بارے میں روایت ہے كہ

قبیلہ بنی تمیم كے كچھ لوگ مسجد میں داخل ہوئے اور پیغمبر اكرمﷺ كے گھر كے پیچھے سے چیخ كر كہنے لگے یا محمد(ﷺ) باہر نكلو اور ہم سے ملاقات كرو۔[[179]](#footnote-179)؎

دوسری بات یہ كہ ہم تو نہایت ہی تواضع اور احترام سے زیارت پڑھنے میں مشغول ہیں اور آیت مذكورہ میں دقت كرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے كہ اس آیت میں وہ لوگ شامل ہیں جو رسول خداﷺ كی اہانت كی غرض سے چیخ كر آواز لگاتے تھے كیونكہ اس آیت میں اعمال كے بیكار ہونے كی بات آئی ہے اور یقیناً اس طرح كی سزا كافریا گناہ كبیرہ انجام دینے والے اور توہین كرنے والے كے لئے ہوگی نہ كہ ہمارے لئے كیونكہ ہم تو نہایت ادب و احترام سے ان كی زیارت پڑھ رہے ہیں اگر چہ ذراسی آواز بلند ہوگئی تو كیا ہوا اس لئے روایت میں آیا ہے كہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت بن قیس (رسول خداﷺ كے خطیب) جن كی آواز بہت ہی موٹی تھی نے كہا كہ اس آیت مسے مراد میں ہوں اور میرے نیك اعمال حبط ہوگئے۔ جب اس بات كا آنحضرتﷺ كو علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ نہیں ایسا نہیں ہے ثابت بن قیس جنتی ہے۔ (كیونكہ وہ اپنے وظیفے پر عمل كرتا ہے نہ كہ توہین كرتا ہے۔‘‘[[180]](#footnote-180)؎

یہ سن كر حرم كا منتظم خاموش ہو گیا اور اس سے كچھ نہ بولا گیا۔

## 74۔ شیخ بہائی كے والد كا ایك سنی سے مناظرہ

دسویں صدی كے ایك، بہت ہی عظیم عالم (شیخ بہائی كے والد) علامہ شیخ حسن بن عبد الصمد عاملی ہیں۔ انہوں نے 918؁ھ قمری میں محرم كے شروع میں ’’عامل‘‘ نامی ایك شہر میں آنكھیں كھولیں اور آٹھ ربیع الاول كو 66؍ سال كی عمر میں اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔

وہ ایك عظیم محقق، عالم اور بہت ہی معیاری شاعر تھے 951؁ھ میں انھوں نے شہر حلب (شام كا ایك شہر) كی طرف سفر كیا تھا اور وہاں پر ایك بہت ہی جید سنی عالم دین سے مذہب حق كے سلسلے میں چند مرتبہ مباحثہ كیا جس كے نتیجے میں وہ اس سنی عالم نے مذہب شیعہ اختیار كر لیا۔

یہاں پر ہم ان كے درمیان ہوئے مناظروں میں سے چند مناظرے نقل كر رہے ہیں۔

### 1۔ امام جعفر صادق﷣ كی پیروی كیوں نہیں كرتے؟

حسین بن عبد الصمد كہتے ہیں كہ جب میں شہر حلب میں وارد ہوا تو وہاں پر ایك حنفی عالم جو بہت سے علوم اور فنون میں ماہر تھا اور اس كا شمار محققین میں ہوتا تھا اور وہ دھوكا دھڑی سے پاك تھا۔ اس نے مجھے اپنے گھر پر ہی ٹھہرالیا۔

بات چیت ہوتے ہوتے تقلید كی بات چھڑ گئی اور پھر ہوتے ہوتے یہی موضوع ہمارے مناظرے كا محور ہو گیا۔

حسین: ’’تم لوگوں كے نزدیك كیا قرآن، احادیث یا سنت میں سے كوئی ایسی دلیل موجود ہے جس كے ذریعے ثابت ہوسكے كہ ابو حنیفہ كی تقلید اور پیروی ہم پر واجب ہے؟‘‘

حنفی: ’’نہیں اس طرح كی كوئی آیت یا روایت وارد نہیں ہوئی ہے۔‘‘

حسین: ’’كیا مسلمانوں نے اس بات پر اجماع كیا ہے كہ ہم اب حنیفہ كی پیروی كریں گے؟‘‘

حنفی عالم: ’’نہیں اس طرح كا كوئی اجماع وجود نہیں ركھتا۔‘‘

حسین: ’’تو پھر كس دلیل كی بنا پر تمہارے لئے ابو حنیفہ كی تقلید جائز ہے؟‘‘

حنفی عالم: ’’ابو حنیفہ مجتہد اور میں مقلد ہوں اور مقلد پر واجب ہے كہ وہ كسی ایك مجتہد كی تقلید كرے۔‘‘

حسین: ’’جعفر بن محمد﷦ جو امام صادق﷣ كے نام سے مشہور ہیں ان كے بارے میں تمہارا كیا نظریہ ہے؟‘‘

حنفی عالم: ’’جعفر بن محمد(﷦) كا مقام اجتہاد سے بہت اونچا ہے اور وہ علم و تقویٰ میں سب سے زیادہ بلند تھے ان كی توصیف ممكن نہیں ہمارے بعض علماء نے ان كے جن چار سو شاگردوں كے نام گنائے ہیں وہ سب كے سب نہایت پڑھے لكھے اور قابل اشخاص تھے انہیں لوگوں میں سے ابو حنفیہ بھی تھے۔‘‘

حسین: ’’تم اس بات كا اعتراف كر رہے ہو كہ امام صادق﷣ مجتہد تھے، پائے كے عالم دین اور صاحب تقوی تھے ہم شیعہ اسی لئے ان كی تقلید كرتے ہیں ان باتوں كو دیكھتے ہوئے تم نے یہ كیسے سمجھ لیا كہ ہم گمراہ ہیں اور تم ہدایت كی راہوں پر گامزن ہو؟

جبكہ ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے كہ امام صادق﷣ معصوم تھے اور غلطی نہیں كرسكتے، ان كا حكم خدا كا حكم ہوتا ہے اور اس بارے میں ہم بہت سے دلائل متقنہ بھی ركھتے ہیں وہ ابو حنیفہ كی طرح قیاس اور استحسان كی بنیاد پر فتوی نہیں دیتے تھے ابو حنیفہ كے فتوے میں غلطی كا امكان موجود ہوتا ہے لیكن امام صادق﷣ كے فتوے میں ایسا كوئی امكان موجود نہیں ہوتا بہر حال امام صادق﷣ كی عصمت كے متعلق بحث چھوڑ تے ہوئے اس وقت میں صرف آپ كی ایك بات پر كچھ گفتگو كرنا چاہتا ہوں كہ آپ نے خود كہا كہ امام صادق﷣ مجتہد تھے لیكن ہمارے پاس ایسے دلائل موجود ہیں جن كے ذریعے ہم یہ ثابت كر سكتے ہیں كہ مجتہد صرف امام جعفر صادق﷣ تھے۔‘‘

حنفی عالم: ’’اس انحصار كے لئے تمہارے پاس كیا دلیل ہے كہ مجتہد صرف امام جعفر صادق﷣ تھے۔‘‘

حسین: ’’میری دلیل یہ ہے كہ اس بات كا تو آپ نے بھی اعتراف كیا ہے اور آپ كے علاوہ اسلام كے چاروں مشہور فرقے یہ بات قبول كرتے ہیں كہ امام صادق﷣ علم و تقویٰ اور عدالت میں تمام لوگوں سے افضل و برتر تھے اس بات میں میں نے كسی كو اعتراض كرتے ہوئے نہیں سنا تمام ادیان كی كتابیں، احادیث و روایات كی كتابوں میں كوئی كہیں یہ نہیں دكھا سكتا كہ كسی نے امام﷣ كے كسی عمل پر اعتراض كیا ہو جبكہ شیعوں كے وہ لوگ حد درجہ دشمن تھے اور حكومت و دولت ہمیشہ ان كے ہاتھوں میں رہنے كے باوجود كسی دشمن نے بھی آپ كی طرف كوئی ایسی بات منسوب نہیں كی[[181]](#footnote-181)؎ یہ ایك ایسا امتیاز ہے جو ان كے علاوہ كسی اور مسلك كی امام میں موجود نہیں ہے۔‘‘

اس بنا پر بغیر كسی تردیدكے تقلید اس كی واجب ہوگی جو علم و فضل و تقوی اور عدالت میں سے افضل اور برتر ہو اور محقیقین اس بات پر اجماع كرتے ہیں كہ اچھے اور مدلل فتوے كی موجودگی میں ممزور اور غیر مستند فتاو پر عمل كرنا جائز نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے كہ امام صادق﷣ ہم شیعوں كے عقیے كے مطابق اہل بیت رسول خداﷺ میں سے ہیں جس بات كی آیہ تطہیر نے صراحت كی ہے اور اس بنا پر یہ ہر طرح كی تجاست اور پلیدی سے پاك ہیں جیسا كہ علامہ لغوی ابن فارس صاحب كتاب ’’معجم مقاییس اللغۃ‘‘ نے خود اپنی كتاب ’’مجمل اللغۃ‘‘ میں اس كی تصریح كی ہے كہ امام صادق﷣ اہل بیت میں ہیں جبكہ ابن فارس اہل تسنن كے مشہور و معروف عالم دین ہیں اور یہ ہی مقام طہارت ہے جس كے لئے امام صادقﷺ كے متعلق شیعوں كا اعتقاد ہے۔ لیكن ابو حنیفہ كے بارے میں اجماع ہے كہ وہ اہل بیت﷨ میں سے نہیں ہے لہٰذا قرآن كے مطابق ہمیں ایسے افراد كی تقلید كرنا چاہیے جو تمام خطا اور نجات سے پاك اور منزہ ہوں تاكہ مقلدین یقین كی منزل تك پہنچیں اور نجات یافتہ ہوں۔‘‘

حنفی عالم: ’’ہم اس بات كو قبول نہیں كرتے كہ امام جعفر صادق﷣ اہل بیت رسولﷺ میں ہیں بلكہ ہمارے لحاظ سے آیہ تطہیر صرف پانچ افراد (پنجتن) ہی كو شامل كرتی ہے۔‘‘

حسین: ’’بالفرض اگر ہم قبول بھی كرلیں كہ امام صادق﷣ ان پانچ میں سے نہیں ہیں لیكن پھر بھی ان كا حكم اور ان كی پیروی تین دلیلوں سے انہیں پانچ افراد كی مانند ہوگی۔

1۔ جو شخص بھی پنجتن كی عصمت كا معتقد ہے وہ امام صادق﷣ كی عصمت كو بھی قبول كرتا ہے اور جو بھی پنجتن كی عصمت كا قائل نہیں ہے وہ امام صادق﷣ كی عصمت كا بھی قائل نہیں ہے۔ پنجتن كا معصوم ہونا قرآن كی آیہ تطہیر سے ثابت ہے بس اسی وجہ سے امام صادق﷣ كی بھی عصمت ثابت ہوتی ہے كیونكہ علماء اسلام اس بات پر اتفاق رائے ركھتے ہیں كہ امام صادق ﷣ اور پنجتن﷨ كی عصمت میں كوئی فرق نہیں ہے اور امام صادق كی عصمت كا قائل نہ ہو كر پنجتن ﷨كی عصمت كا قائل ہونا یہ اجماع مسلمین كے خلاف ہے۔

2۔ راویوں اور مورخوں كے نزدیك یہ بات مشہور ہے كہ امام صادق﷣ اور ان كے آباء و اجداد نے تحصیل علم كے لئے كسی كے سامنے زانوئے ادب تہہ نہیں كیا اور یہ بھی كہیں پر نقل نہیں ہوا كہ ان لوگوں نے علماء اور مصنفین كے دروس میں شركت كی ہو بلكہ تمام لوگوں نے یہ نقل كیا ہے كہ امام صادق﷣ نے اپنے والد (امام محمد باقر﷣) سے اور امام باقر﷣ نے اپنے والد اور انھوں نے اپنے والد امام حسین﷣ سے علم حاصل كیا ہے اور اس بات پر تمام مسلمانوں كا اجماع ہے كہ امام حسین﷣ اہل بیت نبی مین سے ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا كہ ائمہ معصومین﷨ اور امام صادق﷣ كی باتیں اور اقوال اجتہاد كا نتیجہ نہیں ہوا كرتیں اس سلسلے میں خود آپ نے تصریح كرتے ہوئے فرمایا ہے كہ ہم لوگوں كی تمام باتوں كا منبع ہمارے بزرگ آباء و اجداد ہوتے ہیں اور ہمارے پاس جو بھی سوال لے كر آتا ہے ہم اس كا جواب دیتے ہیں اور اس جواب كے بعد وہ كسی دوسرے كی طرف رجوع كرنے كی ضرورت محسوس نہیں كرتا ہے۔

غرض ہماری یہ كہ امام صادق﷣ كے اقوال وہی ہوتے ہیں جو اقوال ان ذوات مقدسہ كے ہوتے ہیں جن كے لئے آیہ تطہیر نے پاك و پاكیزہ ہونے كی ضمانت لی ہے۔

3۔ تمہاری صحیح روایتوں میں متعدد طریقوں سے حدیث ثقلین نقل ہوئی ہے جس میں آنحضرت نے فرمایا ہے۔ انی تارك فیكم…… یہ حدیث واضح طور پر یہ بیان كر رہی ہے كہ قرآن و عترت سے تمسك موجب ہدایت ہوتاہے اور رتمام اسلامی فرقوں میں صرف مذہب شیعہ ہی ایسا فرقہ ہے جس نے ان دونوں سے تمسك اختیار كیا كیونكہ شیعوں كے علاوہ دوسرے لوگوں نے اور لوگوں سے تمسك اختیار كیا حدیث ثقلین میں یہ نہیں آیا ہے كہ ہم نے تمہارے درمیان قرآن اور ابو حنیفہ یا قرآن اور شافعی كو چھوڑا ہے اس طرح كیسے ممكن ہے كہ عترت رسول كے علاوہ دوسرے لوگوں سے تمسك كیا جائے اور اس طرح كا تمسك اختیار كرنے والا نجات بھی پالے؟ ہماری یہ بات یہ تقاضا كرتی ہے كہ امام صادق﷣ كی تقلید كی جائے اور اس بات میں تو كوئی شك و شبہ نہیں كہ امام صادق﷣ كی پیروی ابو حنیفہ كی شك آمیز تقلید پر ہزار گنا فوقیت ركھتی ہے۔

### 2۔ مذہب تشیع كی عدم شہرت اور اہل تسنی كی شہرت كے متعلق ایك مناظرہ

اس سے پہلے والے مناظرے میں جب امام صادق﷣ كی برتری كی بات آئی تو حنفی عالم نے كہا:

’’یہ بات صحیح ہے اور اس میں ذرا بھی شك نہیں كہ امام صادق﷣ اور ان كے آباء اجداد سب كے سب بہت ہی پڑھے لكھے اور مجتہد تھے ان كا علم دوسرے لوگوں سے بہت بالا تر تھا اور ان كی تقلید ان كے مقلدو كے لئے نجات كی ضمانت ہوتی ہے لیكن اس كے باوجود ان كا مذہب اتنا زیادہ نہیں پھیلا كہ عالم كے گوشے گوشے میں ہر كوئی اس سے واقف ہو جائے جبكہ مذاہب اربعہ پوری دنیا میں مشہور ہیں اور سبھی ان سے واقف ہیں اور تمام كے تمام مسلمان اسی پر عمل پیرا ہیں۔‘‘

حسین: ’’اگر تمہارا مطلب یہ ہے كہ مذہب شافعی اور مذہب حنفی وغیرہ نے ہمارے مذہب كو ایك جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں كیا اور اس كی پیروی نہیں كی تو یہ بات صحیح ہے لیكن اس سے ہمارے مذہب كو كوئی نقصان نہیں پہنچتا كیونكہ انہیں كی طرح ہم نے بھی ان كے مذہب كی كوئی تبلیغ نہیں كی اسی طرح خود مذہب شافعی نے مذہب مالكی كی نقل نہیں كی اور اسی طرح كے برعكس اسی طرح اسلام كے تمام مذہب كا حال ہے یہ بات تو كسی مذہب كے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہوگی۔

لیكن اگر تمہاری مرادیہ ہے كہ مسلمانوں میں سے كسی نے مذہب تشیع نقل كیا ہی نہیں اور اسے دین كی شكل میں قبول نہیں كیا تو تمہارا یہ دعوی بالكل غلط ہے كیونكہ شیعہ خود اور بہت سے اہل سنت اور دوسرے اسلامی فرقں نے جعفری مذہب كے آداب و اخلاق كو اپنایا اس كے علاوہ خود شیعوں نے بھی اپنے مذہب كی تریج اور نشر كے لئے بہت كام كیا ہے سلسلہ روات كے متعلق توشیعوں نے حدد رجہ تحقیق كی ہے اس موضوع پر متعدد كتابیں لكھی جاچكی ہیں۔

حالانكہ علماء شیعہ، سنی علمائ كے مقابل كم ہیں لیكن اگر ان كا مقایسہ اہل تسنی كے مختلف مسالك سے الگ الگ كیا جائے تو یہ ان كے مقابل كم ہرگز نہیں ہو سكتے خاص طور پر حنبلی اور مالكی علماء سے یہ بالكل كم نہیں ہیں بلكہ ان سے زیادہ خود شیعہ كے علماء ہیں اور خدا كا شكر ہے كہ علماء شیعہ ہر دور میں اپنے زمانے كے دوسرے مذاہب كے علماء كے مقابل تقوی و علم میں آگے ہی رہے ہیں لیكن یہ بات واضح ہے كہ بارہ اماموں كے زمانے میں كسی بھی عالم كی علمی اور عملی سطح ان لوگوں كے برابر نہیں تھی اور ان كے شاگردوں كی علمی سطح اور بحث و استدلال كی صلاحیت بلا شبہ دوسرے تمام مذاہب كے علماء سے كئی گنا زیادہ تھی جیسے ہشام بن حكم، ہشام بن سالم، جمیل بن دراج، زرارہ بن اعین، محمد بن سلیم اور ان كے جیسے بہت سے لوگ جن كی تعریف ان كے مخالفین یہ كہہ كر كردیتے تھے كہ ’’یہی پائے كے اور حقیقی عالم ہیں۔‘‘

امام زمانہ﷣ كے زمانے كے بعد شیعہ فرقے میں ایك سے ایك جید علماء گزرے ہیں جیسے شیخ صدوق، شیخ كلینی، شیخ مفید، شیخ طوسی، سید مرتضی اور ان كے بھائی سید رضی، ابن طاؤوس، خواجہ نصیر الدین طوسی، میثم بحرانی، علامہ حلی ان كے بیٹے فخر المحققین اور ان جیسے سیكڑوں علماء نے اپنی تالیفات اور علمی مناظروں سے مشرق و مغرب كو علم و حكمت سے بھر دیا ان كا انكار صرف تعصب اور جہالت كے نتیجہ میں ہی ہو سكتا ہے۔

لہٰذا اب تمہیں چاہیے كہ تم ہمارے اسی مذہب كی پیروی كرو جس كی ہم تقلید كرتے ہیں كیونكہ ہمارے امام تمام لوگوں سے افضل و برتر ہیں اور جو بھی حقیقتاً پحے راستے كا متلاشی ہو گا اسے آخر كار ہماری روش ہی اختیار كرنا پڑے گی تمہارے لئے لازم ہے كہ تم مذہب حق كے بارے میں تحقیق كرو كیونكہ تم غیر معصوم كے پیرو ہو جبكہ ہمارے لئے اس طرح كی وئی حاجت نہیں ہے كیونكہ ہم ایسے كی تقلید كرتے ہیں جو معصوم ہے یوں بھی ہمارے یہاں امام كے لئے معصوم ہونا شرط ہے لہٰذا وہ فرقہ ناجیہ ہمیں ہیں اگر چہ ابھی تمہاری زبان ہمارے مذہب كی حقانیت كی گواہی نہیں دے رہے ہے مگر اس كے باوجود تمہارے پاس ایسے دلائل موجود ہیں جو تمہیں مذہب تشیع اختیار كرنے پر اكسا رہے ہیں كیونكہ تمہارا خود اعتراف ہے كہ ایسے مجتہد كی تقلید سبب نجات ہے وہ مجتہد صرف اور صرف ہمارے ہی مذہب میں پایا جاتا ہے۔

جب بات یہاں تك پہنچی تو حنفی عالم لا جواب ہو گیا اور خود اپنے اس سوال كو چھوڑ كر دوسرے مختلف سوالات كی پناہ ڈھونڈ نے لگا۔

## 75۔ اصحاب كو برا بھلا كہنے كے متعلق ایك مناظرہ

حنفی عالم: ’’اب بھی ایك موضوع تشنہ رہ گیا وہ یہ كہ اصحاب پیغمبر كو برا بھلا كہنا تمہاری نظر میں كیسا ہے یہی وہ اصحاب ہیں جنھوں نے آنحضرت كی جان و مال سے مدد كی اور تلواروں كو نیام سے نكال كر اپنے زور بازو كی مدد اور خدا كی توفیق سے نہ جانے كنتے شہروں كو قبضے میں كر كے اس پر پرچم توحید لہرادیا مثال كے طور پر جو فتوحات عمر بن خطاب كے زمانے میں ہوئی ہیں وہ كسی بھی خلیفہ كے زمانے میں نہیں ہوئی كیونكہ ان كی قدرت و حشمت كا كوئی مقابلہ نہیں كر سكتا تھا۔ میں جب بھی تمہارے دلائل پر غور كرتا ہوں تو یہی سوچتا ہوں كہ مذہب شیعہ میں سچائی و حقانیت ہے لیكن جب میں یہ دیكھتا ہوں كہ تمہارے مذہب میں رسول خداﷺ ے مقرب اصحاب كو برا بھلا كہنا صحیح ہے تو یہ مجھے بہت غلط عمل محسوس ہوتا ہے اور اسی سے میری سمجھ میں یہ بات آجاتی ہے كہ یہ مذہب باطل اور بے بنیاد ہے۔‘‘

حسین: ’’ہمارے مذہب میں ایسا نہیں ہے كہ اصحاب پیغمبر اكرمﷺ كو برا بھلا كہنا واجب ہے بلكہ عوام انہیں برا بھلا كہتے ہیں اور ہمارے علماء میں كسی نے بھی یہ فتوی نہیں دیا كہ انہیں برا بھلا كہنا واجب ہے ان كی فقہی كتابیں دستیاب ہیں تمہیں ان میں كہیں یہ نہیں مل سكتا ہے كہ ان اصحاب كو برا بھلا كہنا واجب ہے۔‘‘

اس كے بعد میں نے اس كے سامنے بہت ہی سخت قسم كھائی كہ اگر كوئی شخص مذہب تشیع پر ہزار سال زندہ رہے اور اہل بیت﷨ كی ولایت كو بھی دل و جان سے قبول كرے اور ان كے دشمنوں سے بیزاری كا اظہار كرے لیكن اصحاب رسول خداﷺ كو برا بھلا كہے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس كا ایمان ناقص مانا جائے گا۔

حنفی عالم نے جب میری یہ بات سنی تو اس كا چہرہ كھل اٹھا اور وہ نہایت خوش و خرم ہو گیا كیونكہ میں نے اس كی بات كی تصدیق كردی۔

اس كے بعد میں نے اس سے كہا: ’’جب تم پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے كہ اہل بیت﷨ ہر لحاظ سے دوسروں پر فوقیت ركھتے ہیں تو پھر رتم كیوں نہیں انہیں كا مذہب اختیار كرتے؟‘‘

حنفی عالم: ’’میں گواہی دیتا ہوں كہ میں اہل بیت﷨ كا پیرو كار ہوںلیكن میں صحابہ كو برا بھلا نہیں كہہ سكتا۔‘‘

حسین: ’’تم كسی بھی صحابی كو برا نہ كہو لیكن جب تمہیں اس بات كا یقین ہو گیا ہے كہ اہل بیت، اللہ اور اس كے رسول كے نزدیك ایك خاص مرتبے كے حامل ہیں تو پھر ان كے دشمنوں كے ساتھ تمہارا سلوك كیا ہونا چاہیے؟‘‘

(ہدایت یافتہ) حنفی عالم: ’’میں اہل بیت﷨ كے دشمنوں سے بیزار ہوں۔‘‘

حسین: ’’تمہاری شیعیت كے درست ہونے كے لئے میری نزدیك اتناہی كافی ہے۔‘‘

اسی دوران اس نے كہا: ’’میں خدا اس كے رسول اور اس كے فرشتوں كو گواہ بنا كر كہہ رہاہوں كہ میں ان كا چاہنے والا اور پیرو ہوں اور ان كے دشمنوں سے بیزار ہوں۔‘‘

اس كے بعد اس نے مجھ سے چند شیعی عقائد اور فقہ كی كتابیں مانگی میں نے اسے مختصر النافع (شرح شرایع محقق حلی (متوفی 676؁ھ) دے دی۔

## 76۔ اصحاب كو برا بھلا كہنے كے سلسلے میں دوسرا مناظرہ

شیخ حسین بن عبد الصمد كہتے ہیں كہ كچھ دنوں بعد میں نے اس حنفی عالم دین كو دیكھا جواب شیعہ ہو چكا تھا مگر وہ حد درجہ پریشان تھا كیونكہ یہ بات اس كے دل میں رسوخ كر گئی تھی كہ اصحاب پیغمبر كی اتنی قدر و منزلت ہونے كے باوجود شیعہ انہیں برا بھلا كہتے ہیں میں نے اس سے كہا: ’’اگر تم اس بات كا وعدہ كرو كہ انصاف سے فیصلہ كروگے اور میری بات كو راز میں ركھوگے تو میں ان كو برا بھلا كہنے كے سلسلے میں تمہیں كچھ باتیں بتاؤں جب اس نے بہت ہی سختی سے قسم كھائی اور وعدہ كیا كہ خدا كی قسم انصاف سے فیصلہ كروں گا اور جب تك زندہ رہوں گا اس وقت تك تمہاری بات تقیہ كے طور پر راز میں ركھوں گا۔‘‘ تب میں نے كہا: ’’جن لوگوں نے عثمان كو قتل كیا ہے ان كے بارے میں تمہارا كیا نظریہ ہے؟‘‘

اس نے كہا: ’’ان صحابیوں نے یہ كام اپنے اجتہاد كی بنا پر انجام دیا ہے لہٰذا وہ گنہگار نہیں ہوں گے جیسا كہ ہمارے علماء نے اس بات كی وضاحت كی ہے۔‘‘

حسین: ’’عائشہ، طلحہ، زبیر اور ان كے پیروكاروں كے بارے میں تمہارا كیا نظریہ ہے جنھوں نے جنگ جمل برپا كی اور نتیجہ میں دونوں طرف سے سولہ ہزار افراد قتل ہو گئے۔‘‘

(ہدایت یافتہ) حنفی عالم: ’’یہ تمام جنگیں بھی عثمان كے قتل كی طرح اجتہاد كی بنیاد پر تھیں۔‘‘

حسین: ’’كیا اجتہاد مسلمانوں كے ایك گروہ سے صرف مخصوص ہے اور دوسرا گروہ اجتہاد كا حق نہیں ركھتا؟‘‘

(ہدایت یافتہ) حنفی عالم: ’’نہیں بلكہ مسلمانوں كا ہر گروہ اجتہاد كی صلاحیت ركھتا ہے۔‘‘

حسین: ’’رسول اكرمﷺ كے عظیم صحابی اور مومنوں كے خلیفہ كے قتل اور آنحضرتﷺ كے چچازاد بھائی، شوہر جناب فاطمہ زہرا﷥ حضرت علی﷣ جن كے لئے ملتا ہے كہ علم و تقوی، فضل و زہد میں سب سے زیادہ اور رسول اسلامﷺ كے سب سے زیادہ قریبی جن كی شمشیر كے ذریعہ اسلام استوار ہوا اور جن كی رسول خدا ہمیشہ تعریف كیا كرتے تھے اور جنہیں آپ نے مسلمانوں كا رہبر قرار دیا ھا كیونكہ خداوند متعال كا قول ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ...

تمہارے ولی صرف اللہ، اس كا رسول اور مومنین ہیں۔[[182]](#footnote-182)؎

یہ بات علماء كے نزدیك مسلم الثبوت ہے كہ یہاں مومنین سے مراد حضرت علی﷣ ہیں[[183]](#footnote-183)؎ اس كے علاوہ بھی بہت سی روایتوں میں اس طرح كی باتیں ملتی ہیں۔ اب میں تم سے یہ سوال كرتا ہوں كہ ایسے باعظمت اشخاص كے خلاف اجتہاد ہو سكتا ہے؟ اور اگر ان كے خلاف اجتہاد ہو سكتا ہے تو پھر ایسا ہی اجتہاد كر كے كیا كوئی مسلمان رسول خداﷺ كے بعض صحابہ كو برا بھلا نہیں كہہ سكتا؟ ہم صرف ان صحابہ كو برا بھلا كہتے ہیں جن كے بارے میں ہمیں معلوم ہے كہ انھوں نے اہل بیت رسول كے ساتھ برا سلوك كیا ہے انہیں ستایا ہے اور ان كے اوپر ظلم كیا ہے لیكن جو لوگ اہل بیت رسول اكرمﷺ كو دوست ركھتے تھے ہم بھی انہیں دوست ركھتے ہیں جیسے سلمان، مقداد، عمار، ابو ذر وغیرہ اور ہم ان لوگوں كی دوستی كے ذریعے خدا كا قرب چاہتے ہیں۔ اصحاب رسول خداف كے متعلق ہمارا یہی عقیدہ ہے اور سب و شتم كرنا ایك طرح كی لعنت و ملامت ہے جسے خدا چاہہے تو قبول كرے اور چاہے تو نہ قبول كرے مگر یہ اصحاب كا خون بہانے كی طرح ہرگز نہیں ہو سكتا یہ معاویہ ہی تھا جس نے حضرت علی﷣ كو برا بھلا كہنے كے لئے ستر ہزار منبر مخصوص كر ركھے تھے اور یہ روش 80؍ سال تك جاری رہی لیكن اس كے باوجود حضرت علی﷣ كی منزلت میں وہ كسی طرح كی كوئی كمی نہ كر سكا اسی طرح شیعہ بھی خاندان رسالت كے دشمنوں كو برا بھلا كہتے ہیں اور اسے از روئے اجتہاد جائز سمجھتے ہیں بالغرض اگر ان لوگوں نے اپنے اس اجتہاد میں غلطی كی ہوگی تو ان پر گناہ نہیں ہوگا۔ توضیح كے طور یہ كہیں كہ اصحاب پیغمبر كئی طرح كے تھے بعض قابل تعریف اور بعض منافق صفت تھے اور بعض اصحاب كی تعریف قرآن میں آجانے سے دوسرے بعض صحابہ كا فسق متنفی نہیں ہوتا اصحاب كو برا بھلا ہنے كے سلسلے میں ہمارا اجتہاد ان لوگوں كے نیك اور رسول خداﷺ كی پیر و اصحاب كے لئے ہمارا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے۔‘‘

حنفی عالم نے بڑے تعجب سے كہا: ’’كیا بغیر كسی دلیل كے اجتہاد جائز ہے؟!‘‘

حسین: ’’ہمارے مجتہدین كی دلیلیں بڑی واضح ہیں۔‘‘

حنفی عالم: ’’ان میں سے كوئی ایك بتاؤ۔‘‘

حسین بن عبد الصمد نے بہت سی دلیلیں بیان كیں جن میں جناب فاطمہ زہرا﷥ پر ہوئے مظالم كا بھی ذكر كیا اور سورہ احزاب كی 87ویں آیت بھی پڑھی جس میں آیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهٗ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ...

بلاشبہ جو اللہ اور اس كے رسول كو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا و آخرت میں لعنت كرتا ہے……[[184]](#footnote-184)؎

## 77۔ آیت ’رضوان‘ كے بارے میں مناظرے

مجھے یاد ہے كہ ایك شافعی عالم سے میری ملاقات ہوئی جو قرآنی آیات اور احادیث سے تھوڑی بہت واقفیت ركھتا تھا اس نے شیعوں پر اس طرح اعتراض كیا۔

شیعہ لوگ اصحاب پیغمبرﷺ پر لعن و طعن كرتے ہیں یہ كام قرآن كے خلاف ہے كیونكہ قرآن كے مطابق خداوند متعال ان سے خوش و راضی ہے جو لوگ خدا كی خوشنودی حاصل كرچكے ہوں ان پر لعن و طعن كرنا صحیح نہیں ہے۔

اس سلسلے میں سورہ فتح كی 18ویں آیت میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا.

خداوند متعال ان مومنوں سے راضی ہوا جو اس درخت كے نیچے تمہاری بیعت كر رہے تھے خدا كو ان كے دل كی بات معلوم تھی لہٰذا اس نے ان پر سكینہ نازل كیا اور انہیں فتح قریب سے نوازا۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب پیغمبر اكرمﷺ ہجرت كے آٹھویں سال ماہ ذی الحجۃ میں چودہ ہزار مسلمانوں كے ساتھ مدینہ سے مكہ عمرہ انجام دینے كی خاطر روانہ ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں عثمان، ابو بكر، عمر اور طلحہ و زبیر جیسے لوگ شامل تھے لیكن جیسے ہی یہ لوگ ’’عسفان‘‘ نامی ایك مقام پر پہنچے تو انہیں خبۃ ملی كہ مشركوں نے مسلمانوں كو روكنے كا فیصلہ كر لیا ہے لہٰذا رسول خداﷺ نے حكم دیا كہ حدیبیہ (جو مكہ سے بیس كلومیٹر كے فاصلہ پر ہے اور وہاں آپ و غذا اور درخت موجود ہیں) كے پاس وقت تك ٹھہری رہیں جب تك كوئی حتمی بات طے نہ ہو جائے۔

پھر آپ نے عثمان اور چند دوسرے لولوں كو قریش كے پاس بات چیت كے لئے روانہ كردیا اچھی خاصی دیر ہوجانے كے بعد بھی جب ان كے بارے میں كچھ اطلاع نہ ملی تو یہ خبر اڑ گئی كہ عثمان كو قتل كر دیا گیا ہے یہ سن كر رسول خداﷺ نے اسی درخت كے نیچے بیٹھ كر مسلمانوں سے تجدید بیعت كرائی اور اسی بیعت رضوان كے نام سے جانا جاتا ہے۔ رسول خداﷺ نے مسلمانوں سے عہد لیا كہ آخری وقت تك مشركوں سے لڑین گے گر كچھ ہونے سے پہلے یہ لوگ واپس آگئے مگر اس بیعت كی خبر سے مشرك بڑے مرعوب ہوگئے اور انھوں نے سہیل بن عمر كو آنحضرت كی خدمت میں بھیجا اور آخر كار اس بات پر صلح ہوگئی كہ مسلمان اگلے سال مكہ آئیں اور اس سال واپس چلے جائیں[[185]](#footnote-185)؎

لہٰذا وہ اصحاب جن سے خداوند عالم راضی و خوشنود ہو ان پر لعن و طعن كہاں سے جائز ہوگا؟

### مولف

پہلی بات تو یہ كہ یہ آیت ان لوگوں كے لئے ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے۔

دوسرے بات یہ كہ یہ آیت بیعت میں شامل ہونے والے منافقوں جیسے عبد اللہ ابی اور اوس بن خولی وغیرہ كو شامل نہیں كرتی كیونكہ بیعت میں مومن كی شرط ہے اور یہ لوگ مومن ہرگز نہیں تھے۔

تیسری بات یہ كہ مذكورہ آیت كہتی ہے كہ خداوند عالم اس وقت ان لوگوں سے راضی ہوا جب انھوں نے بیعت كی نہ كہ ہمیشہ ان سے راضی رہے گا۔

اسی دلیل كے لئے ہم قرآن مجید كے اسی سورہ میں پڑھتے ہیں۔

فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ أَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيمًا.

جو بھی اپنا عہد توڑتا ہے وہ خود اپنا نقصان كرتا ہے اور جو اللہ سے كئے گئے عہد كو پورا كرتا ہے تو اللہ اسے عظیم اجر دے گا۔

اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے كہ نكث یعنی بیعت توڑنے كا امكان موجود تھا جیسا كہ بعد میں چند جگہوں پر یہ بات آشكار ہوئی۔ اسی طرح یہ آیت ابدی رضایت پر دلالت نہیں كرتی بلكہ انہیں میں سے ممكن ہے كہ دو گروہ ہوجائیں جن میں ایك وفادار ثابت ہو اور دوسرا عہد شكن۔ اس كے متعلق ہم یہ كہتے ہیں كہ وہ لوگ اس آیت سے خارج ہوگئے جنھوں نے وفا نہیں كی او اسی كی وجہ سے ہماری لعن طعن ان پر پڑتی ہے اور اس بات میں آیت كی رو سے كوئی اشكال بھی نہیں ہے۔

### قبروں كے پاس بیٹھنے كے سلسلے میں ایك مناظرہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنكر كمیٹی كے سر پرست نے ایك شیعہ عالم پر شدید نكتہ چینی كرتے ہوئے كہا: ’’تم لوگ كیوں قبر كے پاس بیٹھتے ہو جبكہ اس طرح كا كام حرام ہے۔‘‘

شیعہ عالم: اگر قبروں كے پاس بیٹھنا حرام ہے تو مسجد الحرام میں حجر اسماعیل كے قریب جہاں بہت سے پیغمبروں اور جناب ہاجرہ كی قبریں موجود ہیں بیٹھنا بھی حرام ہوگا لیكن ابھی تك كسی مفتی نی اس كا فتوی نہیں دیا۔

بہت سی ایسی روایتیں اور احادیث ملتی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے كہ قبروں كے پاس بیٹھنے میں كوئی حرج نہیں ہے جیسے كتاب بخاری جو تم لوگوں كے نزدیك قرآن كی طرح معتبر ہے اس میں علی﷣ سے روایت مو جود ہے كہ:

میں بقیع میں بیٹھا ہوا تھا كہ پیغمبرﷺ میرے پاس آئے اور بیٹھ گئے اور میں بھی ان كے قریب جاكر بیٹھ گیا تو آنحضرتﷺ نے قبر كی طرف اشارہ كر كے فرمایا:

ہر آدمی كا دوگھروں میں سے ایك گھر ہوتا ہے ایك گھر جنت ہے اور دوسرا دوزخ۔[[186]](#footnote-186)؎

اس روایت كی بنا پر رسول خداﷺ قبر كے پاس بیٹھے اور وہاں جو دوسرے لوگ موجود تھے ان كو آپ نے اس منع بھی نہیں كیا۔[[187]](#footnote-187)؎

## 78۔ ’’عشرہ مبشرہ‘‘ كے بارے مین ایك مناظرہ

### اشارہ

اہل سنت كے راویوں میں احمد اپنی كتاب مسند (ج1 ص 193) میں خود عبد الرحمن سے نقل كرتے ہوئے كہتے ہیں كہ پیغمبر اكرمﷺ نے فرمایا ہے:

اَبُوْ بَكْرٍ فِی ْالْجِہْۃٍ وَ عُمَرَ فِیْ الْجِہْۃٍ وَ عَلِیٌّ فِیْ الْجِہَۃٍ...

یعنی یہ دس لوگ جنتی ہیں ’’ابو بكر، عمر، علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید ابو عبیدہ جراح۔[[188]](#footnote-188)؎

اہل سنت حضرات اس گڑھی ہوئی حدیث كو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور ان دس آدمیوں كے نام عشرہ مبشرہ كے عنوان سے تخیتوں پر كندہ كر كے مقدس مقامات جیسے مسجد نبوی وغیرہ میں نصب كرتے ہیں۔ یہ اتنی مشہور بات ہے جس كے متعلق تقریباً سبھی كو علم ہے اسی سلسلہ میں ذیل كے مناظرے كو ملاحظہ فرمائیں۔

ایك شیعہ عالم دین كہتے ہیں: ’’مدینہ میں میں ایك كام سے نہی عن المنكر كے ادارے میں گیا تو وہاں موجود اس كے سرپرست سے میری بات چیت ہونے لگی جو آخر كار عشرہ مبشرہ تك جاپہنچی۔‘‘

میں نے كہا: ’’میں تم سے ایك سوال كرنا چاہتا ہوں۔‘‘

سرپرست: ’’پوچھو۔‘‘

میں: ’’یہ كس طرح جائز ہے كہ ایك جنتی دوسرے جنتی سے جنگ كرے طلحہ اور زبیر عائشہ كے پرچم كے تلے بصرہ آكر حضرت علی﷣ سے لڑین جبكہ یہ لوگ جنتی تھے اور یہ جنگ جمل بہت سے لوگوں كے قتل كا موجب بنی اور قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا

جو كسی مومن كو جان بوجہ كر قتل كرتا ہے تو اس كی جزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔[[189]](#footnote-189)؎

اس آیت كے پیش نظر جو لوگ بھی جنگ جمل میں لوگوں كے قتل كا سبب بنے ہیں انہیں جہنمی ہونا چاہیے اور اب یہ چاہ ہے علی﷣ ہوں یا طلحہ و زبیر ہوں لہٰذا اس جنگ كے نتائج كو دیكھتے ہوئے یہ حدیث قطعا صحیح معلوم نہیں ہوتی۔

سرپرست: ’’اس جنگ میں شركت كرنے والے وہ افراد جن كا تم نے نام لیا ہے مجتہد تھے انھوں نے اپنے اجتہاد كی بنا پر یہ كام انجام دیا ہے لہٰذا وہ گنہگار نہیں ہوں گے۔‘‘

شیعہ عالم: ’’نص كے مقابلہ میں اجتہاد جائز نہیں ہے كیا تمام كے تمام مسلمانوں نے یہ نقل نہیں كیا ہے كہ پیغمبر اكرمﷺ نے علی﷣ سے فرمایا

يَا عَلِيُّ حَرْبُكَ حَرْبِي وَ سِلْمُكَ سِلْمِيْ

اے علی تمہاری جنگ میری جنگ ہے اور تمہاری صلح میری صلح۔[[190]](#footnote-190)؎

اور اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:

مَنْ أَطَاعَ عَلِيّاً فَقَدْ أَطَاعَنِي وَ مَنْ عَصٰى عَلِيًّا فَقَدْ عَصَانِيْ

جس نے علی﷣ كی اطاعت كی اس نے میری اطاعت كی اور جس نے علی﷣ كی نافرمانی كی اس نے میری نافرمانی كی۔[[191]](#footnote-191)؎

اور اسی طرح آپ نے فرمایا:

عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ يَدُوْرُ حَيْثُمَا دَارَ

علی حق كے ساتھ ہیں اور حق علی كے ساتھ ہے حق ان كے ساتہ ساتہ چلتا ہے وہ جیسے بھی چلیں۔[[192]](#footnote-192)؎

اس بنا پر نتیجہ یہ نكلتا ہے كہ اسماء مذكورہ میں ایك طرف حق ہے اور وہ علی﷣ كی ذات ہے اور حدیث عشرہ بشرہ محض جھوٹ كا پلندہ ہے كیونكہ باطل كے طرفداروں كو جنت نصیب نہیں ہو سكتی۔

دوسری بات یہ كہ عبد الرحمن بن عوف خود اس حدیث كا راوی ہے جو خود ان دس جنتی افراد میں شامل ہے اور یہ وہی عبد الرحمن ہے جس نے عمر كی وفات كے بعد شوری تشكیل ہونے كے دن علی﷣ پر تلوار تان لی تھی اور ان سے كہا تھا۔ ’’بیعت كرو ورنہ میں تمہیں قتل كردوں گا۔‘‘ یہی وہ عبد الرحمن ہے جس نے عثمان كی مخالفت كی اور عثمان نے اسے منافق كہہ كر یاد كیا۔ كیا یہ تمام چیزں مذكورہ ورایت سے مطابقت ركھتی ہیں اور كیا عبد الرحمن ان دس افراد میں سے ہو سكتا ہے جنہیں جنت كی بشارت دی گئی ہو؟

كیا ابو بكر و عمر كو جنت كی بشارت دی گئی ہے جبكہ یہ دوںوں جناب فاطمہ زہرا﷥ كی شہادت كا سبب بنے؟ اور جناب فاطمہ﷥ جن سے آخری عمر تك ناراض رہیں ہوں؟

كیا عمر نے حضرت علی﷣ كو ابو بكر كی بیعت كے لئے رسی باندھ كر كھینچتے ہوئے یہ نہیں كہا تھا كہ بیعت كرو نہیں تو قتل كر دیئے جاؤ گے؟

كیا طلحہ و مبیر عثمان كے قتل پر مصر نہ تھے؟ كیا یہ دو كے دونوں اس امام كی اطاعت سے خارج نہیں ہوگئے جس كی اطاعت واجب قراردی گئی تھے؟ كیا ان دونوں نے جنگ جمل میں علی﷣ كے مقابل تلوار نہیں چلائی؟

اور اس كے علاوہ ان دس لوگوں میں سے صرف سعد بن وقاص نے اس حدیث كی تصدیق كی ہے اور جب اس سے پوچھا جاتا ہے كہ عثمان كو كس نے قتل كیا تو وہ جواب میں كہتا ہے۔ ’’عثمان اس تلوار سے قتل كئے گئے جسے عائشہ نے غلاف سے باہر نكالا طلحہ نے اسے تیز كیا اور علی﷣ نے زہر میں بجھایا تھا۔‘‘

كیا آپس كی ان تمام مخالفت اور منافقت كے باوجود یہ كہا جا سكتا ہے كہ وہ لوگ سب كے سب جنتی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

اور خود یہ حدیث سند كے لحاظ سے بھی مخدوش اور مردود ہے كیونكہ اس كی سند عبد الرحمن بن عوف اور سعید بن وقاص میں سے كسی ایك پر تمام ہوئی ہے اور رویات میں عبد الرحمن كی سند كا سلسلہ بھی متصل نہیں ہے لہٰذا یہ اپنے اعتبار سے گر جائے گی اور سعید بن زید كے بارےمیں یہ روایت معاویہ كے دور خلافت میں كوفے میں نقل كی گئی ہے اور معاویہ كے دور سے حھلے كبھی كسی نے یہ حدیث نہ سنا تھا جس كی بنا پر صاف معلوم ہوتا ہے كہ یہ معاویہ كا كارنامہ ہے۔[[193]](#footnote-193)؎

## 79۔ قبروں پر پیسے ڈالنا

قبرستان بقیع میں ایك بورڈ پر لكھا ہوا ہے۔ ’’لا یجوز رمی النقود علی القبور‘‘ ’’قبروں پر پیسہ پھینكنا جائز نہیں ہے۔‘‘

ایك روز امر بالمعروف كمیٹی كا سرپرست بقیع میں آیا تو اس نے دیكھا كہ كچھ قبروں پر پیسے پڑے ہوئے ہیں اس نے مجھے دیكھا تو مجھے مخاطب كركے كہنے لگا۔ ’’یہ پیسے زائروں كو دے دو ان كا قبروں پر ڈالنا حرام ہے۔‘‘

شیعہ عالم: ’’كس دلیل سے قبروں پر پیسے ڈالنا حرام ہے كیا قرآن اور سنت پیغمبر اكرمﷺ میں اس بات كی نہی ہوئی ہے؟ جبكہ رسول خداﷺ كا فرمان ہے كہ تمہارے لئے ہر وہ چیز جائز ہے جس سے تمہیں منع نہ كیا گیا ہو۔‘‘

سرپرست: ’’قرآن میں آیا ہے كہ:انما الصدقۃ للفقراء – صدقہ صرف فقرا كے لئے ہے۔‘‘[[194]](#footnote-194)؎

شیعہ عالم: ’’یہ پیسہ بھی قبر كے فقیر مجاور اٹھا تے ہیں۔‘‘

سرپرست: ’’قبر كے مجاور فقیر نہیں ہیں۔‘‘

شیعہ عالم: ’’كوئی ضروری نہیں ہے كہ وہ فقیر ہی ہوں كیونكہ مدد اور بخشش كے لئے یہ قطعاً لازم نہیں ہے اگر كوئی شخص كسی مقصد كے تحت خدا كی راہ میں اپنا تمام مال كسی دولت مند كو بھی دے دے تو كیا كوئی حرج ہے جیسا كہ شادیوں میں دولہا اور دلہن كے سر سے پیسہ نچھاور كرتے ہیں اور غیر فقیر بھی یہ پیسہ اٹھاتے ہیں اور جس آیت كو تم نے پڑھا ہے اس میں صدقے كا آٹھ مصرف ذكر ہوا ہے جس میں سے ایك اللہ كی راہ بھی ہے اور جب مسلمان، اولیاء خدا كی قبروں كے پاس جاتے ہیں تو كہتے ہیں ’’ہماری جان و مال آپ پر فدا ہو‘‘ اب اگر ایك شخص اپنی دوستی اور محبت كی وجہ سے اپنا تمام مال یا اس كا كچھ حصہ اسنے بخش دے تو عرفا اسی میں كیا برائی ہے خداوند متعال نے اپنی دلیل اور ذاتی رائی سے كسی حلال كو حرام كرنے سے منع كیا ہے جیسا كہ ہم سورہ نحل كی 116ویں آیت میں پڑھتے ہیں:

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ...

اپنی زبان سے نكلنے والے جھوٹ كی وجہ سے یہ نہ كہو كہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاكہ تم خدا پر جھوٹ باندھ سكو۔

كیا خداوند متعال نے تمہیں اپنی طرف سے قانون گڑھنے كی اجازت دی ہے اور ہر چیز جو تمہارے ذوق كے مطابق نہ ہو تم اسے حرام اور شكر قرار دے دو اور تم بدعت كے مقابلہ كی آڑ میں ہر حلال كو حرام قرار دے دیتے ہو كیا تمہیں یہ نہیں معلوم كہ حلال كو حرام كرنا خود ایك بدعت ہے اور جو لوگ اس طرح كا عقیدہ ركھتے ہیں وہ خود جان لیں كہ انھوں نے صراط مستقیم كو چھوڑ دیا ہے جیسا كہ ہم اس آیت میں پڑھتے ہیں كہ

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ

جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ كامیاب نہیں ہو سكتے۔[[195]](#footnote-195)؎

## 80۔ شرك، شرك، شرك

سعودی كی منڈیوں میں شرك بڑی ہی ارزاں شئے ہے وہاں كی امر بالمعروف كمیٹی چھوٹی سی بات كو لیكر مومن كو مشرك بنادیتی ہے گویا ان كی تھیلوں میں شرك اور شرك كی تہمت لگا نے كے علاوہ اور كوئی چیز موجود ہی نہیں ہے یہ لوگ اس سلسلہ میں صرف زبانی باتوں ہی پر اكتفا نہیں كرتے بلكہ شیعوں كی مختلف مشہور كتابوں پر بھی حملہ آور ہونے كی كوشش كرتے ہیں مثال كے طور پر شیعوں كے مشہور و معروف محقق و عالم دین استاد شیخ رضا مظفر كی یہ عبارت:

فكانت الدعوۃ للتشیع لابی الحسن من صاحب الرسالۃ تمشی منہ جنبالاجنب نع الدعوۃ للشھادتین

علی﷣ كی ولایت كی طرف دعوت رسول اكرمﷺ كی توحید كی طرف دعوت كے ساتھ ساتھ پروان چڑھی

ایك وہابی مولف نے اپنی كتاب ’’الشیعہ و التشیع‘‘ – جو سعودی میں چھپ چكی ہے – میں لكھتا ہے:

اِنَّ النَّبِی حسب دعوی المظفری كان یجْعَل عَلِیًّا شَرِیْكًا لَہٗ فِیْ نبُوّتہٖ وَ رِسَالَتِہٖ.

رسول خداﷺ مظفر كے دعوے كے مطابق علی(﷣) كو اپنے نبوت و رسالت میں شریك قرار دیتے تھے۔

### اس مصنف سے مناظرہ

اگر یہ ہوی و ہوس میں اپنے دین كو بیچ كھانے والا وہابی ذرا بھی شیعوںؤ كے عقائد سے واقفیت ركھتا تو شیخ رضا المظفر پر اس طرح كا احمقانہ اعتراض نہ كرتا۔

اگر اس طرح كی بات شرك ہو تیں تو قرآن میں یہ آیت كبھی ذكر نہ ہوتی كہ:

...أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ...

اللہ كی اطاعت كرو اس كے رسول كی اور تم میں سے جو اولی الامر ہوں

اس آیت میں اولی الامر اللہ اور رسول كے ساتہ ذكر ہوئے ہیں اور سب نے اس بات كا اعراف بھی كیا ہے كہ حضرت علی﷣ اولی المر سے واضح ترین مصدیق میں سے ہیں

كیا اس صورت حال میں یہ كہنا ممكن ہے كہ رسول خداﷺ نے اس آیت كو پڑھ كر توحید كی طرف دعوت دینے كے بجائے شرك كی دعوت دی ہے؟

جہاں تك رسالت كی دعوت كے ساتھ امامت كی دعوت كا ہر جگہ ہونا ہے تو یہ ایك حتمی بات ہے اس كا مطلب یہ ہے كہ آنحضرتؐ كے بعد امامت علی﷣ اور آپ كی خلافت كی تبلیغ كرنا ہے اسی لئے آپ جس طرح اپنی رسالت اور توحید خداوندی كی تبلیغ كرتے تھے اسی طرح علی﷣ كی ولایت اور امامت كی طرف بھی لوگوں كو متوجہ كرتے اور انہیں اس طرف دعوت دیا كرتے تھے اس طا شرك سے كوئی ربط ہی نہیں ہے۔

اس كی مزد توضیح میں ہم یہ عرض كریں گے كہ جب سورہ شعراء كی یہ آیت نازل ہوئی

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

اپنے رشتہ داروں كو ڈراؤ۔

تو رسول خداﷺ نے اپنے رشتہ داروں كو دعوت دی اور اس گہ آپ نے یہ اعلان كیا۔

كون ایسا ہے جو اس كام میں میری مدد كرے اور اس كے بدلے وہ میرا بھائی، وصی اور میرے بعد میرا خلیفہ ہو جائے؟

اس وقت كوئی بھی علی﷣ كے علاوہ نہیں اٹھا تھا اور جب كئی دفعہ دہرانے كے بعد بھی علی﷣ كے علاوہ كوئی نہ اٹھا تو آپ نے فرمایا:

إِنَّ هٰذَا أَخِيْ وَ وَصِيِّيْ وَ خَلِيْفَتِيْ فِيكُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَ أَطِيْعُوْا

بلاشبہ یہی میرا بھائی، وصی اور میرے بعد تم لوگوں میں میرا جانشین ہے لہٰذا تم لوگ اس كی باتیں سنو اور اس كی اطاعت كرو۔[[196]](#footnote-196)؎

شیعہ اسی بنا پر یہ كہتے ہیں كہ جب بھی پیغمبرﷺ اپنی رسالت اور توحید كی دعوت دیا كرتے تھے تو علی﷣ میں امامت كو بھی بتا دیتے تھے كیا وفات كے بعد علی﷣ كی خلافت كی طرف دعوت دینا شرك ہے كیا دعوت نبوت كے ساتھ ساتھ امامت كی دعوت دینا شرك ہے؟[[197]](#footnote-197)؎ اور كیا اس كا مطلب یہ ہوگا كہ رسول خداﷺ نی علی﷣ كو اصل نبوت میں اپنا شریك بنالیا؟

ہائے رے بے انصافی۔

## 81۔ حج كے متعلق دو علماء كا مناظرہ

انقلاب اسلامی كی كامیابی كے بعد جن مسائل كی متعلق بہت زیادہ گفتگو ہوئی ان میں سی مسلئہ حج بھی ہے۔ جمہوری اسلامی كے بانی آقاء خمینی نے اپنے ایك بیانیہ میں یہ اعلان كیا تھا:

’’حج دو طرح كا ہوتا ہے ایك حج ابراہیمی اور دوسرا حج بوجہلی، حج صرف ایك عبادت نہیں ہے بلكہ حج ایك مكتب ہے، ایك مدرسہ جو ہر طرف سے شاداب و زندہ ہے۔‘‘

اسی بنا پر آقاء خمینی كے ماننے والے اور ان كے مقلدوں كے نزدیك مسئلہ حج كی ایك نئی صورت ہو گئی، مسئلہ ’’برائت از مشركین‘‘ كی بات آئی جس كے بڑے اچھے نتائج سامنے آئے۔

لیكن اس كے ساتھ ہی ساتھ دربار حجاز كے بعض ملاؤوں اور كچھ قدامت پسند ایرانی علماء نے اس پر اعتراضات كئے ان كا كہنا تھا: ’’حج ہر طرح كے سیاسی امور سے پاك ہونا چاہیے اور پھلے ہی كی طرح اسے صرف ایك عبادی عمل كی طرح انجام دینا چاہیے۔ جبكہ قرآن نے خود كہا ہے:

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ

خدا نے كعبہ یعنی محترم گھر كو لوگوں كے لئے قیام كا وسیلہ بنایا ہے۔[[198]](#footnote-198)؎

اس آیت میں آنے والے جملہ ’’قیاماً للناس‘‘ كا لفظ اس بات كا تقاضا كرتا ہے كہ مسلمانوں كو كعبہ كے سائے میں اپنے تمام مسائل كا حل تلاش كرنا چاہیے، اپنی مشكلات كا حل ڈھونڈنے كی كوشش كرنا چاہیے اور اپنی زندگی كی معنوی ومادی مشكلات كو یہیں سے ختم كرنا چاہیے۔ اسی موضوع سے متعلق ذیل میں درج مناظرہ ہم آپ كی خدمت میں پیش كر رہے ہیں۔

عالم نما: ’’یہ شور شرابا اور سیاسی چالیں كیسی ہیں جنہیں ان لوگوں نے حج میں گھسا دیا ہے حج تو بڑے آرام اور سكون سے بجالانا چاہیے۔ حج خود سازی اور تزكیہ روح كے لئے ایك عبادت ہے اسے زندہ باد و مردہ باد كے نعروں سے نہیں ملانا چاہیے۔ یہ حج ابراہمی و حج بو جہلی كون سی بات ہے خدا كی قسم! یہ سب نئی باتیں ہیں۔‘‘

ہوشمند: ’’میرے نزدیك تو جس طرح ہمارے پاس دو مختلف اسلام ہیں ایك معاویہ كا اسلام اور دوسرا حقیقی رسول خداﷺ كا اسلام اسی طرح حج بھی دو طرح كا ہے ایك ابراہیمی حج اور دوسرا حج یزیدی اور بو جہلی۔‘‘

عالم نما: ’’حج ایك عبادت ہے جیسے اس كے علاوہ دوسری عبادات، انہیں سیاسی اور غیر خدائی مسائل سے دور ركھنا چاہیے۔‘‘

ہوشمند: ’’سیاست اپنے حقیقی معنوں میں عین دیانت ہے اور اس طرح كی ساست دین سے الگ نہیں ہے بعض ایسی عبادتیں ہوتی ہیں جو نفس كی پاكیزگی كے لئے بہترین وسیلہ اور روحانی عمل ہونے كے ساتھ ساتھ سیاسی اعتبار سے بھی كافی موثر ہوتی ہیں كیونكہ روح عبادت، خدا كی طرف توجہ ہے اور روح سیاست خلق خدا كی طرف توجہ ہے لہٰذا حج میں ان دونوں كو اس طرح ملادیا گیا ہے كہ اگر ان كو ایك دوسرے سے جدا كر دیا جائے تو روح حج ختم ہو جائے گی بلكہ اس طرح سے حج كا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔‘‘

اس سے زیادہ روشن عبارت میں یوں كہا جائے كہ حج ایسی عبادت ہے جس میں چھلكا اور مغز دونوں ہوتا ہے جو لوگ صرف چھلكے پر ہی قناعت كر لیتے ہیں وہ حقیقت میں حج تك پہنچ ہی نہیں پاتے كیونكہ انھوں نے مغز كو دور پھینك دیا۔ مكہ كا ایك نام ’’ام القری‘‘ ہے جس طرح ماں اپنے بچوں كو غذا دیتی ہے اسی طرح مكہ بھی تمام مسلمانوں كو فكری، سیاسی اور معنوی افكار كی طرف دعوت دیتا ہے اور اسلامی ہدایت كے مطابق ان كی تربیت كرتا ہے۔

عالم نما: ’’ہم مسلمان ہیں اور قرآن كو مانتے ہیں كیا قرآن میں نہیں آیا ہے:

وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ.

حج میں مجادلہ نہیں ہے۔[[199]](#footnote-199)؎

اس بنا پر حج كے موسم میں طرح طرح كی نعرہ بازی اور جھگڑے فساد سے دور رہناچاہیے كیونكہ اس طرح كی باتیں بھی ایك طرح سے جدال ہی كے زمرے میں آتی ہیں اور قرآن اس سے منع كرتا ہے۔

ہوشمند: ’’جو آیت تم نے پڑھی ہے اس میں حدال كے معنی وہ لفظی جھگڑے ہیں جو مومنین كے درمیان بیش آتے ہیں اور بلا مقصد كی بحثیں ہیں جن كا كوئی نتیجہ نہیں ہوتا۔

لیكن ائمہ﷨ كی احادیث سے جہاں تك سمجھ میں آتا ہے تو جدال كے معنی جھوٹی قسم كھانا ہے امام صادق﷣ فرماتے ہیں:

ایسا مجادلہ جو قسم كے ساتھ ہو مگر اس كا مقصد مومن كا احترام ہو تو ایسے جدال میں كوئی حرج نہیں۔ جس جدال سے منع كیا گیا ہے وہ جدال ہے جو گناہ كے ساتھ ساتھ ہو اور جس كے ذریعے كوئی اپنے برادر ایمانی سے لڑائی كرنا چاہے۔[[200]](#footnote-200)؎

لیكن اگر دین كے اثبات كے لئے اور اسلام كے دفاع كے لئے جدال ہو تو گناہ نہیں ہو گا بلكہ یہ كار ثواب ہو گا۔

امام فخر رازی اپنی تفسیر میں سورہ بقرہ كی آیت 97 كی تفسیر كرتے ہوئے كہتے ہیں۔

جمہور متكلمین كا یہ نظریہ ہے كہ دین كے متعلق جدال اطاعت ہے۔

اس كے بعد وہ اس بات كو ثابت كرنے كے لئے قرانی آیات سے استدلال كرتے ہیں ان میں سے ایك آیت یہ بھی ہے۔

اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ

اے پیغمبر لوگوں كو اپنے رب كی طرف حكمت اور اچھے موعظے كے ذریعے بلاؤ اور ان كے ساتھ اچھی باتوں كے ذریعے جدال كرو۔[[201]](#footnote-201)؎

اسی طرح سورہ ہود كی 32ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا...

اے نوح تم نے ہم سے جدال كیا اور ہمارے جدال كو تم نے زیادہ كردیا۔

اس آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے كہ جناب نوح اپنی قوم كے ساتھ جدال كیا كرتے تھے اور اس میں تو كوئی شك نہیں كہ جناب نوح كا جدال اپنی قوم كو خداوند یكتا كی طرف بلانے كے سلسلے میں تھا۔

لہٰذا ان باتوں كی بنیاد پر یہ واضح ہوجاتا ہے كہ جس جدال سے حج میں روكا گیا ہے وہ جدال ہے جو باطل كام كے لئے ہو نہ كہ وہ جدال جو خداوند متعال كی اطاعت كی غرض سے ہو۔

عالم نما: ’’قرآن میں متعدد ایسی آیات ہیں جو جدال سے منع كرتی ہیں اور اسے كفار كا وطیرہ قرار دیتی ہیں مثلاً ہم سورہ غافر كی چوتھی آیت میں پڑھتے ہیں:

مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اللہ كی نشانیوں میں صرف كفار ہی جدال كرتے ہیں۔

اسی طرح سورہ حج كی 68ویں آیت میں آیا ہے:

وَإِنْ جَادَلُوْكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور اگر وہ تم سے جدال كریں تو ان سے كہہ دو كہ اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔

سورہ انعام كی 121ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ

اور بلاشبہ شیاطین اپنے دوستوں كو وحی كرتے ہیں كہ وہ تم سے مجادلہ كریں۔

ہوشمند: ’’قرآن میں جدال كے استعمال كو دیكھتے ہوئے یہ سمجھ میں آتا ہے كہ یہ ایك ایسا لفظ ہے جس كے بہت سے معنی ہیں جنہیں كلی طور پر دو طرح سے تقسیم كیا جاسكتا ہے: (1) پسندیدہ ، (2) ناپسندیدہ۔ جب بھی مناظرہ اور جدال كا مقصد راہ حق واضح كرنا ہو تو یہ ایك پسندیدہ كام ہولا اور اس پر ثواب بھی ملے گا بلكہ اس طرح كے جدال تو بعض مواقع پر واجب بھی ہو جاتے ہیں اور ان كا شمار امر بہ معروف اور نہی از منكر كے زمرے میں ہوتا ہے لیكن اگر یہ باطل كےاثبات كے لئے ہو اور باطل كی طرفداری میں ہو تو یقیناً ایسا جدال حرام ہے اور قرآن میں اس طرح كے جدال كے متعلق سختی سے حكم آیا ہے۔‘‘

نتیجہ میں ہم حج میں ہر طرح كے جدال كو باطل اور بے بنیاد نہیں كہہ سكتے۔

عالم نما: ’’میری اصل بات یہ ہے كہ دین كو سیاست سے مخلوط نہیں كرنا چاہیے حج كا مقدس مقام نعرہ بازی اور جلوس نكالنے كے لئے قطعاً موزوں نہیں ہے یہ حج جیسی مقدس عبادت كے لئے مخصوص ہے ساست كے لئے دوسری اور بہت سی جگہیں ہیں جہاں اس كا كھیل كھیلا جاسكتا ہے۔‘‘

ہوشمند: ’’اسلام میں عبادات صرف عبادی پہلو لئے ہوئے نہیں ہوتیں بلكہ ان میں كچھ دوسرے مقاصد بھی پہناں ہوتے ہیں حج عبادت ہونے كے ساتہ ساتھ اجتماعی، سیاسی، اخلاقی، اقتصادی اور ثقافتی پہلوؤں كو بھی لئے ہوئے ہے حج حقیقی اور كامل وہی ہوگا جو ان تمام جہتوں كو اپنے اندر لئے ہوگا اور جب بھی ہم اس كو كسی ایك جانب سے نامكمل چھوڑدیں تو وہ حج ناقص ہوگا۔

اس بنا پر حج ایك ایسا فریضہ ہے جو عبادی اور سیاسی دونوں پہلوؤں كا حامل ہے اور اس كا سیاسی پہول بھی عبادت ہے اس بنا پر ہم كیونكہ سیاست اسلام سے حج كو دور ركھ سكتے ہیں مثال كے طور پر اگر سیب كے جوس كو سیب سے دور كردیں تو كیا بچے ہوئے كچرے كو سیب كہا جائے گا؟‘‘

عالم نما: ’’پیغمبر اكرمﷺ اور ائمہ﷨ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں ان لوگوں نے بھی حج كئے مگر كبھی حج كے دوران سیاسی كام انجام نہیں دیا صرف اپنی عبادتوں سے كام ركھا۔‘‘

ہوشمند: ’’یہ ایسی بات ہے جس كے لئے كوئی دلیل نہیں ہے اتفاقاً حقیقت اس كے خلاف ہے كیونكہ رسول خداﷺ اور ائمہ﷨ مناسب موقع پر كعبہ كے اطراف سیاسی، اجتماعی اور ثقافتی امور انجام دیتے تھے اور اس پہلو كو برے اہمیت بھی دیتے تھے نمونے كے طور پر ہم چند گوشوں كی طرف اشارہ كرتے ہیں۔‘‘

### 1۔ رسول خدا كے طواف كے دوران عظیم توحیدی فوجی مشق

پیغمبر اسلامﷺ ہجرت كے ساتویں سال (فتح مكہ سے ایك پہلے) صلح حدیبیہ كی قطعنا مے كے لحاظ سے اس بات كےمجاز تھے كہ عمرہ كے مناسك انجام دینے كے لئے مكے جائیں اور وہاں تین دین ركیں۔ آپ نے دس ہزار اصحاب كے ساتھ مكہ كا سفر كیا اور احرام باندھنے كے بعد بڑے شكوہ سے مكے میں داخل ہوئے اور طواف كرنے لگے۔ مكہ كے لوگوں رسول خداﷺ كی پر شكوہ شخصیت كے دیكھنے لئے قطاروں میں كھڑے ہوئے تھےرسول خدا اور آپ كے اصحاب كے جمال سے ان كی نگاہیں خیرہ ہوئی جارہی تھیں۔ اس حساس اور سیاسی موقع پر رسول خداﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

اپنے شانوں كو برہنہ كردو اور اس طرح طواف كرو كہ مشركین تمہارے مضبوط بازوؤں كی مچھلیوں كو دیكھ لیں۔

اصحاب نے آپ كے اس حكم كی تعمیل كی مشركین كعبے كے اطراف قطار باندھے كھڑے تھے اور رسول خداﷺ اور ان كے اصحاب كو طواف كرتا ہوا دیكھ رہے تھے۔

مزیدار بات تو یہ ہے جب بھی لبیك اللہم لبیك كی گرج ركتی تھی عبد اللہ بن رواحہ تلورا لٹكائے ہوئے آنحضرتؐ كی طرف اشارہ كرتے ہوئے اپنی گرج دار آواز میں اس طعرح رجز پڑھتے تھے۔

خَلَّوا بَني الكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ خَلَّوا فَكُلُّ الخَيرِ فِي قَبُوْلِهٖ

يَا رَبُّ إِنِّي مُؤمِنٌ بِقِيلِهٖ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْحَقَّ فِي قَبُولِهٖ

اے كافرو! رسول كا راستہ چھوڑ دو اور جان لو كہ تمام نیكیاں ان كے قبول میں ہیں۔

پرودگارا! میں آنحضرتؐ كے قول پر ایمان ركھتا ہوں اور میں نے حق كو ان كی باتوں كے قبول كرنے میں پایا ہے۔[[202]](#footnote-202)؎

اس طرح ہم یہ دیكھتے ہیں كہ كعبہ میں طواف كے دوران رسول خداﷺ كے اصحاب كی ایسی حالت ہو گئی تھی گویا وہ كوئی فوجی مشق انجام دے رہے ہوں اور یہ عبادت كے ساتھ ساتھ مشركوں كے سامنے اپنی طاقت اور قوت كی نمائش بھی تھی تاكہ انہیں مسلمانوں كی طاقت كا احساس ہو جائے اور وہ ان سے جنگ كرنے كی جرات نہ كریں۔

### 2۔ امام حسین﷣ كا معاویہ پر حج كے دوران كھلا اعتراض

ہجرت كے 58ویں سال معاویہ كی موت سے دوسال پہلے معاویہ نے شیعوں پر بڑا ظلم ڈھایا اور وہ یوں بھی اپنی حكومت كے دوران شیعوں كے ساتھ بڑا بے رحمانہ سلوك كرتا تھا۔

اسی سال امام حسین﷣ نے حج كے لئے مكہ كا سفر كیا اور وہاں آپ نے تمام بنی ہاشم اور اپنے انصار و شیعوں كو بلایا۔ تقریباً ایك ہزار سے زیادہ لوگوں نے اس میں شركت كی ان میں بعض اصحاب رسول كے بیٹے اور تابعین تھے۔ امام حسین﷣ نے اس مجمع میں كھڑے ہو كر نہایت جوشیلے انداز میں خدا كی حمد و ثنا كے بعد فرمایا:

أما بعد فإن الطاغية قد صنع بنا و بشيعتنا ما قد علمتم و رأيتم و شهدتم و بلغكم و إني أريد أن أسألكم عن أشياء فإن صدقت فصدقوني و إن كذبت فكذبوني اسمعوا مقالتي و اكتموا قولي ثم ارجعوا إلى أمصاركم و قبائلكم من أمنتموه و وثقتم به فادعوهم إلى ما تعلمون فإني أخاف أن يندرس هذا الحق و يذهب و الله متم نوره و لو كره الكافرون.

اما بعد، بلاشبہ اس طاغی نے جو كچھ ہمارے ساتھ اور ہمارے شیعوں كے ساتھ كیا ہے اس سے تمہیں واقفیت ہے اور تم نے خود دیكھا بھی ہے، ان كی باتیں اور خبریں بھی تم تك پہنچیں ہیں میں تم سے ایك سوال كرنا چاہتا ہوں اگر میں نے سچ كہا تو تم میری تصدیق كرنا اور اگر میں نے جھوٹ بولا تو تم مجھے جھٹلا دینا میری باتیں سنو اور انہیں یاد ركھو اور جن لوگوں پر تمہیں اطمینان ہو ان تك میرا یہ پیغام پہنچا دو اور ان پر معاویہ كے ستم كے متعلق جتنی بھی تمہیں معلومات ہے انہیں بتا كر معاویہ سے لڑنے پر آمادہ كرو كیونكہ مجھے اس بات كا ڈر ہے كہ اگر یہی حالت رہی تو حق پرانا اور بھولی بسری چیز ہوجائے گا مگر خدا اپنے نور كو مكمل كرے گا بھلے ہی یہ بات كافروں كو بری لگے۔

اس كے بعد امام حسین﷣ نے قرآنی آیات اور رسول خداﷺ كی احادیث سے استدلال كرتے ہوئے اس كی اور كے اولاد كی برتری ثابت كی اسی دوران حاضرین ’’اللہم نعم قد سمعناہ و شہدناہ‘‘ ہاں ہم خدا كو گواہ بناتے ہیں كہ ہم نے یہ بات سنا ہے اور اس كی سچائی كی ہم گواہی دیتے ہیں كہہ كر امام كے قول كی تصدیق كر رہے تھے۔

آخر میں امام حسین﷣ نے ایك دفعہ پھران سے كہا:

تمہیں میں خدا كی قسم دیكر كہتا ہوں كہ جب تم اپنے وطن لوٹو تو قابل اطمینا افراد تك میرا یہ پیغام ضرور پہنچا دینا۔[[203]](#footnote-203)؎

یہ واقعہ حج كے دوران سیاسی امور انجام دینے پر ایك بہترین دلیل ہے امام حسین﷣ نے حج كے موقع پر معاویہ كے خلاف تحریك كا آغاز كیا۔ اس طرح ہم حج ابراہیمی كو دیكھتے ہیں كہ یہ صرف عبادت ہی نہیں ہے بلكہ اس كے ساتھ ساتھ سیاست كے اہم مسائل پیش كئے جانے چاہیے۔

### 3۔ كعبہ كے پاس امام سجاد﷣ كی اپنے زمانے كے ظالم سے ملاقات

تاریخ كے ان واقعات میں جو اس بات كی نشاندہی كرتے ہیں كہ حج سیاسی مسائل بھی لئے ہوئے ہوتا ہے ایك اور واقعہ ہے۔

عبد الملك (امویوں كا پانچوا خلیفہ) كا زمانہ تھا اس كا بیٹا ہشام حج كرنے كے لئے مكہ آیا مگر جب اس نے طواف كے دوران حجر اسود كو بوسہ دینا چاہا تو لوگوں كے مجمع كی وجہ سے مجبور ہو گیا اور ازدحام كی وجہ سے وہ وہاں تك نہیں پہنچ پایا۔ حجر اسود ہی كے قریب اس كے لئے ایك كرسی كا انتظام كیا گیا اور وہ اس پر بیٹھ گیا۔ شام كے لوگ اس كے اطراف بیٹھ كر لوگوں كو طواف كرتا ہوا دیكھ رہے تھے تبھی اس نے دیكھا كہ امام سجاد﷣ بھی لوگوں كے ساتھ طواف كرنے میں مشغول ہیں جب آپ ﷣ نے حجر اسود كا بوسہ لینا چاہا تو لوگوں نے بڑے احترام سے آپ كو حجر اسود تك پہنچنے كا راستہ دیا اور آپ نے حجر اسود كا بوسہ لے لیا۔

یہ دیكھ كر ایك شامی نے ہشام سے پوچھا: ’’یہ كون ہے جس كا لوگ اتنا احترام كر رہے ہیں؟‘‘

ہشام نے تجاہل سے كام لیتے ہوئے كہا: ’’میں نہیں جانتا۔‘‘

اس حساس موقع پر وہاں شاعر اہل بیت﷨ فرزدق بھی موجود تھے انھوں نے اس شامی سے كہا: ولكنی اعرفہ- لیكن میں انہیں پہنچانتا ہوں۔

اس شامی نے پوچھا: كون ہے؟

اس كے جواب میں فرزدق نے اپنا 41 بیتوں پر مشتمل وہ مشہور قصیدہ پڑھا جس كا مطلع یہ ہے۔

ھذا الذی تعفر البطحاء و طاتہ و البیت یعرفہ و الحل و الحرم

یہ وہ ہیں جن كے قدموں كے نشانات كو مكہ پہچانتا ہے جنہیں كعبہ، حجاز كے جنگلات اور حرم اور اس كے زیورات پہنچانتے ہیں۔

ہشام كو بڑا غصہ آیا اور اس نے فرزدق كو قید كرنے كا حكم دیا۔ جب امام﷣ كو فرزدق كے قید ہونے كی خبر ملی تو آپ نے ان كے لئے دعا كی اور ان كے پاس دس ہزار درہم بھیجا جسے فرزدق نے قبول نہیں كیا امام نے انہیں یہ پیغام بھیجا۔

تمہارے اوپر جو میرا حق ہے اس كی وجہ سے یہ مبلغ قبول كرلو خدا تمہارے معنوی مقام اور پأك نیت سے آگاہ ہے۔

فرزدق نے وہ درہم قبول كرلئے اور زندان ہی میں ہشام كی سرزنش اور ہجو میں كچھ اشعار كہے۔[[204]](#footnote-204)؎

### 4۔ امام باقر﷣ كی سیاسی وصیت

عظیم محدث كلینی موثق اسناد سے نقل كرتے ہیں كہ امام صادق﷣ نے فرمایا ہے:

میرے والد نے وصیت كرتے ہوئے فرمایا: میری زمینوں میں سے تھوڑاسا حصہ وقف كردو تاكہ لوگ میدان منی میں حج كے موقع پر میری مظلومیت پر روئیں۔[[205]](#footnote-205)؎

یہاں پر یہ سوال اٹھتا ہے كہ آخر امام نے كیوں یہ وصیت نہیں كی كہ مدینے میں میرے اوپر گریہ كرنے كے لئے وہیں قبر كے پاس ایك زمین وقف كردی جائے اور وہاں ان كا ماتم كیا جائے۔ كیوں انھوں نے یہ وصیت نہیں كی كہ مكہ میں منی یا موسم حج كے بعد ان پر رویا جائے؟

اس سوال كا یہی جواب ہے كہ امام ﷣ یہ چاہتے تھے كہ موسم حج میں اس جگہ میرے اوپر رویا جائے تاكہ وہں ہونے والی مجسلوں سے ظالموں كو تمام مسلمان پہچان لیں اور تمام دنیا كے مسلمان بنی امیہ كے ستم سے آگاہ ہو جائیں۔ اس بنا پر یہ بات كہنا درست ہوگی كہ حج كے زمانے میں سیاسی باتیں كرنا اور اس كے لئے اجتماع كرنا اس قدر اہم كام ہے كہ جس كے لئے امام ﷣ نے وصیت كردی اور اپنے مال كا كچھ حصہ اسی سے مخصوص كر دیا تھا۔

### احكام حج عبادت اور سیاست كا مجموعہ

جب ہم عمال حج پر غور كرتے تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے كہ حج عثادت كے ساتھ ساتھ سیاسی پہلو بھی لئے ہے۔ مثال كے طورپر

1۔ انسان جب دو ٹكڑوں كا احرام باندھتا جس میں پورا بدن بھی ڈھك نہیں پاتا تو اس طح تمام لوگ برابر ہو جاتے ہیں چاہے وہ پیسے والا ہو یا غریب، اونچی شخصیت كا مالك ہو یا نچلے طبقے سے تعلق ركھتا ہو احرام پہنننے كے بعد سب برابر ہو جاتے ہیں اس طریقے سے تعصب اور قوم پرستتی سے مقابلہ كا درس حاصل ہوتا ہے جو سیاسی نقطہ نظر سے بہت اہمیت كا حامل ہوتا ہے۔

2۔ احرام كے بعد یہ بھی حكم ہے كہ انسان كسی كو بھی نقصان نہ پہنچائے حتی كہ جانوروں اور كیڑے مكوڑوں كو بھی اس حالت میں مارنا حرام ہے حرم میں گھاس اكھاڑناو بدن سے بال توڑنا اور ہتھیار لیكر جانا سب كچھ حرام ہے جس سے امن و امان كا درس ملتا ہے جو حكومت میں ایك نہیات اہم سیاسی پہلو ہے۔

3۔ كعبہ كے طواف كے دوران مستحب ہے كہ جب بھی حجر اسود تك پہنچے اس پر ہاتھ مل لے امام صادق﷣ نے فرمایا:

وَ هُوَ يَمِيْنُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِي أَرْضِهٖ يُبَايِعُ بِهَا خَلْقَهٗ

حجر اسود، اللہ كی زمین پر اس كا داہنا ہاتھ ہے جس كے ذریعے خدا اپنے مخلوقات سے بیعت لیتا ہے۔[[206]](#footnote-206)؎

اصولاً بیعت بھی ایك سیاسی پہلو ہے خدا كے ساتھ بیعت كرنے كا مطلب یہ ہے كہ ہم نے تیرے ہاتھ بیعت كی ہے تاكہ تیرے راستے كو اختیار كریں اور تیرے دشمنوں مثلاً امریكا و اسرائیل اور دوسرے تمام كفار سے دشمنی كریں۔

4۔ منی میں رمی جمرات كو لے لیں ہم وہاں شیطان پر پتھر مارتے ہیں اس كا سیاسی پہلو یہ ہے كہ امریكا اور اسرائیل اور شیطان كے تمام چیلوں كو پتھر مارنا چاہیے، انہیں اپنے دشمن كے طور پر جاننا چاہیے اور اس میں اتنی دقت ہے كہ اگر پتھر خود جمرہ كو نہ لگے اور ادھر ادھر ہو جائے تو یہ درس نہ ہوگا۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنے خاص دشمنوں كو چھوڑ كر ادھر ادھر اپنی قوت زائل نہیں كرنا چاہیے۔

5۔ منی میں قربانی كے وقت ہم قربانی كرتے ہیں اور اس سے یہ درس حاصل كرتے ہیں كہ شیطانی قوتوں كے سامنے اپنی جان و مال كو قربان كرنا چاہیے۔

اجادیث میں جو یہ آیا ہے كہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ جب ظہور كریں گے تو وہیں پر كعبے كے پاس 313؍ انصار سے بیعت لیں گے[[207]](#footnote-207)؎ اسی اساس پر ہے۔ جناب فاطمہ زہرا﷥ نے فرمایا ہے:

...جعل الله الحج تشييداً للدين

اللہ تعالیٰ نے حج كو دین كے استحكام كا سبب بنایا ہے۔[[208]](#footnote-208)؎

امام صادق﷣ فرماتے ہیں:

لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِماً مَا قَامَتِ الْكَعْبَةُ

جب تك كعبہ ہے دین باقی رہے گا۔[[209]](#footnote-209)؎

كیا وہ عبادت جس كے صرف عبادی پہلو كو مد نظر ركھ كر اس كے سیاسی مقاصد سے چشم پوشی كرلی جائے جو حج كے اہم فلسفے كو تشكیل دیتا ہے، دین كے استحكام اور استواری كی وجہ بن سكتی ہے؟

## 82۔ جناب عبد المطلبؑ اور ابو طالبؑ كی قبروں كی زیارت اور ان كا ایمان

### اشارہ

ہمیں معلوم ہے كہ عبد المطلب﷣ رسول خداﷺ كے جد اول اور جناب ابو طالب﷣ حضرت علی﷣ كے والد كی قبریں مكہ كی قبرستان ’حجون‘ میں ایك دوسرے كے پاس ہیں۔ شیعہ جب بھی مكہ جاتے ہیں ان دونوں بزرگواروں كی قبروں پر امكان كی صورت میں ضرور حاضر ہوتے ہیں اور ان كی زیارت كرتے ہیں مگر اہل سنت ان كو كوئی اہمیت نہیں دیتے بلكہ وہ اسے درست ہی نہیں جانتے۔ اب آپ ذیل كے مناظرے پر توجہ فرمائیں۔

ایك شیعہ عالم دین كا كہنا ہے كہ ایك جلسے میں آمرین بالمعروف كمیٹی كے صدر سے جناب ابو طالب﷣ اور عبد المطلب﷣ كی قبروں كی زیارت كی بات نكل پڑی اس نے كہا: ’’تم شیعہ كس وجہ سے عبد المطلب اور ابو طالب﷦ كی قبروں كی زیارت كرنے جاتے ہو؟‘‘

میں نے كہا: ’’كیا كوئی حرج ہے؟‘‘

صدر: ’’عبد المطلب﷣ ’فترہ‘ (جب خدا كی طرف سے كوئی پیغمبر نہیں تھا) میں زندگی بسر كرتے تھے كیونكہ جب رسول خداﷺ صرف آٹھ سال كے تھے اور ابھی مقام رسالت پر نہیں پہنچے تھے تبھی عبد المطلب﷣ كا انتقال ہو گیا تھا اس بنا پر اس زمانے میں توحیدی دین نہ تھا تو پھر تم كس عنوان سے ان كی قبر كی زیارت كرتے ہو؟‘‘

اور اسی طرح ابو طالب﷣ تو (نعوذباللہ) اس دنیا سے مشرك گئے كیا مشرك كی زیارت جائز ہے؟

میں نے كہا: ’’جہاں تك جناب عبد المطلب﷣ كی بات ہے تو كیا كوئی مسلمان انہیں مشرك كہہ سكتا ہے؟ اسی فترہ كے زمانے میں بھی بہت سے لوگ خدا شناس اور جناب ابراہیم﷣ كے دین كے پیروكار تھے آپ اپنے دادا جناب ابراہیم﷣ كے دین پر عمل كرتے تھے اور آپ جناب عیسیٰ﷣ كے اوصیاء میں سے تھے۔ اہل تسنن اور شیعوں كی روایتوں كے مطابق كہ جب ابرہہ اپنے لشكر كے ساتھ كعبہ كو ویران كرنے كے لئے آیا تھا اور سورہ فیل میں آئی تفصیل كی مطابق ہلاك ہو گیا – جب جناب عبد المطلب اپنے اونٹ لینے اس كے پاس گئے تو اس نے كہا۔ میری نظر میں تم چھوٹے ہو گئے ہو جو اپنے اونٹ لینے یہاں آگئے مگر اپنے مقدس گھر كعبہ جو تم لوگوں كا معبد ہے اس كے بارے میں كچھ نہیں كہتے؟‘‘

عبد المطلب﷣ نے اس كے جواب میں كہا:

أَنَا رَبُّ الْإِبِلِ وَ إِنَّ لِلْبَيْتِ رَبّاً سَيَمْنَعُهٗ

میں اونٹوں كا مالك ہوں اور كوئی اس گھر كا بھی مالك ہے جو اس كا دفاع كرے گا۔

اس كے بعد جناب عبد المطلب﷣ كعبہ كے پاس آئے اور كعبہ كے حلقہ كو پكڑكر دعا كی اور كچھ اشعار پڑھے جن میں سے ایك شعر كا مضمون یہ تھا:

خداوندا ہر ایك اپنے خاندان اور گھر كی حفاظت كرتا ہے تو بھی اپنے حرم كے ساكنین كی حفاظت كر۔[[210]](#footnote-210)؎

اور آخر كار ان كی دعا قبول ہوئی اور خداوند عالم نے پرندوں كے جھنڈ كے جھنڈ بھیج كر ابرہہ اور اس كے فوجیوں كو ہلاك كر دیا اور سورہ فیل اسی مناسبت سے نازل ہوا۔

ایك شیعی روایت میں آیا ہے كہ حضرت علی﷣ نے فرمایا ہے:

خدا كی قسم میرے والد ابو طالب اور میرے دادا عبد المطلب و ہاشم و عبد مناف﷨ نے كبھی بتوں كی پوجا نہ كی وہ كعبہ كی طرف رخ كر كے نماز پڑھتے تھے اور جناب ابراہیم﷣ كے آئین كے مطابق عمل كرتے تھے۔[[211]](#footnote-211)؎

یہ تو جناب عبد المطلب كی بات تھی اب جہاں تك جناب ابو طالب﷣ كا سوال ہے تو ان كے ایمان كے متعلق چند باتیں عرض كروں گا:

1۔ ائمہ اہل بیت﷨ اور علماء شیعہ كے اجماع سے وہ اسلام كی حالت میں دنیا سے گئے۔

ابن ابی الحدید (جو سنیوں كے ایك مشہور عالم تھے) نقل كرتے ہیں: ایك آدمی نے امام سجاد﷣ سے پوچھا: كیا ابو طالب مومن تھے؟

ایك دوسرے آدمی نے كہا: یہاں كچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو انہیں كافر كہتے ہیں۔

امام سجاد﷣ نے فرمایا :

تعجب كی بات ہے كیا وہ لوگ رسول خداﷺ اور ابو طالب﷣ سے غلط چیز منسوب كرتے ہیں آنحضرتؐ نے تو مومن مرد كی كافر عورت سے شادی تك كو منع فرمایا ہے اور اس بات میں كوئی شك نہیں كہ فاطمہ بن اسد اسلام لانے والوں میں سبقت ركھتی تھیں اور وہ ابو طالب﷣ كی آخری عمر تك انہیں كی زوجیت میں رہیں۔[[212]](#footnote-212)؎

2۔ اہل سنت كے علماء اور راویوں نے نقل كیا ہے:

رسول خداﷺ نے عقیل بن ابی طالب﷦ سے فرمایا:

إني أحبك حبين حبا لقرابتك مني و حبا لما كنت أعلم من حب عمي اَإياك

میں تم سے دو جہتوں سے محبت كرتا ہوں پہلی تو یہ كہ تم میرے رشتہ دار ہو اور دوسری جہت یہ كہ مجھے معلوم ہے كہ میرے چچا تمہیں بہت چاہتے تھے۔[[213]](#footnote-213)؎

یہ ایك كھلی شہادت ہے كہ جناب ابو طالب﷣ مومن تھے اور رسول خداﷺ كو ان كے ایمان پر اعتقاد تھا ورنہ كسی كافر كی محبت اتنی قیمتی نہیں ہو سكتی كہ رسول خداﷺ اس كی خاطر عقیل كو دوست ركھیں۔[[214]](#footnote-214)؎

اس كی مزید وضاحت كے لئے ہم كہیں گے كہ بڑے افسوس كی بات ہے سنی برادر اپنے بزرگوں كی اندھی تقلید كرتے ہوئے عدم ایمان ابو طالب﷣ كو نسل بعد نسل نقل كرتے چلے آرہے ہیں وہ اس بات سے غافل ہیں كہ خود ان كی سیكڑوں كتابوں اور روایتوں میں اس بات كی تصریح ہوئی ہے كہ جناب ابو طالب﷣ مومن تھے اس كی اصل وجہ یہ ہے كہ انہیں در اصل حضرت علی﷣ سے دشمنی نكالنا تھی اس لئے یہ ان كے والد كو كافر اور مشرك كہنے لگے اس تعصب اور عداوت كا سلسلہ بنی امیہ كے زمانے سے اس طرح رائج ہو گیا كہ اب تك جاری و ساری ہے۔ حضرت علی﷣ كی قسم اگر ابو طالب﷣ ان كے باپ نہ ہوتے تو یہی ابو طالب﷣ رسول خداﷺ كے نہایت مومن اور پاكیزہ چچا كے نام سے جانے جاتے اور قریش كی عظیم ایمانی شخصیات میں (یہ لوگ) ان كا شمار كرتے۔

ایك جلسہ میں علامہ امینی، صاحب الغدیر كے بیٹے سے میری ملاقات ہوگئی وہاں ایمان ابو طالب﷣ كی بات چھڑ گئی انھوں نے كہا۔ ہم جب نجف اشرف میں تھے تو ہم نے سنا كہ مصر كا ایك عالم ’احمد خیری‘ جناب ابو طالب﷣ كے بارے میں ایك كتاب لكھ رہا ہے ہم نے اس كے پاس خط لكھا كہ اس كتاب كو اس وقت تك نہ چھپواؤ جب تك ہم ’الغدیر‘ كی ساتویں جلد تمہارے پاس نہ بھیج دیں (جو ابھی نشر نہیں ہوئی تھی اور مطبع ہی میں تھی)

جیسے ہی الغدیر كی ساتویں جلد (جس میں كچھ حصہ حضرت ابو طالب﷣ كے متعلق ہے) چھپ كر بازار میں آئی ہم نے اس كی ایك جلد اس كے پاس بھیج دی۔ كچھ دنوں كے بعد احمد خیری كے پاس سے ایك خط آیا جس میں لكھا ہوا تھا:’’كتاب الغدیر مجھے مل گئی اس كتاب نے جناب ابو طالب﷣ كے متعلق میرے عقائد اور ذہنیت كو بد ڈالا اور اس سمت اس نے میرے افكار میں نئے ابواب كا اضافہ كیا۔ اس نے آخر میں لكھا تھا اسلام كی راہ میں ابو طالب كی كوششیں اور ان كا اسلام كا دفاع اس قدر ہے كہ وہ دنیا كے تمام مسلمانوں كے ایمان میں شریك ہے اور آج دنیا كے تمام مسلمان ان كے مقروض ہیں۔‘‘

صدر: ’’جب ایمان ابو طالب﷣ اتنا روشن اور واضح ہے تو ہمارے علماء كیوں نہیں اس بات كا اعتراف كرتے اور كس لئے وہ ادھر ادھر كی باتیں كرتے ہیں بعض ان كے شرك كی تصریح كر دیتے ہیں اور بعض تامل سے كام لیتے ہوئے ٹال جاتے ہیں؟‘‘

میں نے كہا: ’’جیسا كہ اشارہ ہوچكا ہے كہ حقیقت یہ ہے كہ جب معاویہ كے زمانے میں حضرت علی﷣ پر سب و شتم كا یہ عالم تھا كہ نماز كے قنوت میں بھی وہ اسے جائز سمجھتے تھے، یہ لوگ تقریباً اسی سال تك حضرت علی﷣ كو برا بھلا كہتے رہے اس كے ساتھ ہی ساتھ خفیہ اور بكےہوئے ہاتھوں نے كفر ابو طالب﷣ كے سلسلے میں مختلف حدیثیں گڑھنا شروع كردیں تاكہ علی﷣ كافر كے بیٹے كہے جائیں اور تم یہ جان لو كہ وہی جعلی اور گڑھی ہوئی روایتیں تمہاری كتابوں میں بھی آگئیں جس نے لوگوں كے ذہنوں پر پردے ڈال دیئے جس كی وجہ سے ایمان ابو طالب واضح نہیں ہوپاتا۔‘‘

اس كا دوسرا راز یہ ہے كہ جناب ابو طالب﷣ نے رسول خداﷺ كے دفاع كے لئے ایك طرح سے تقیہ جیسا رویہ اختیار كر ركھا تھا تاكہ اس طرح وہ رسول خداﷺ كی اچھی طرح سے حفاظت كر سكیں اگر وہ باقاعدہ اپنے ایمان كا اعلان كر دیتے تو كبھی بھی بعثت كے ابتدائی ایام میں وہ رسول خداﷺ كی اتنی اچھی طرح حفاظت نہیں كر سكتے تھے۔

اس طرح متعدد روایات كے مطابق جناب ابو طالب﷣ كی مثال مومن آل فرعون اور اصحاب كہف جیسی ہے جنھوں نے دین كی بہتری كے لئے اپنے ایمان كو چھپائے ركھا۔ امام حسن عسكری﷣ كی ایك طویل حدیث كی وضاحت كے دوران آیا ہے كہ امام حسن﷣ نے فرمایا:

خداوند عالم نے رسول خداﷺ پر وحی كی كہ میں تمہاری دو گروھوں كے ذریعے مدد كروں گا ایك گروہ پنہان ہوگا اور دوسرا آشكار ہوگا۔ گروہ اول كے سب سے بڑے سرادر ابو طالب ہوں گے اور دوسرے گروہ كے سب سے بڑے سرداران كے بیٹے علی﷣ ہوں گے۔[[215]](#footnote-215)؎

### ایمان ابو طالب كے متعلق ایك اور مناظرہ

ایك مدرسہ میں مؤلف اور ایك سنی كے درمیان ایمان ابو طالب﷣ كو لیكر ایك مناظرہ انجام پایا جس كی تفصیل اس طرح ہے۔

سنی: ’’ہماری بڑی بڑی روایتوں كی كتابوں میں ابو طالب﷣ كے متعلق مختلف آراء نقل ہوئے ہیں بعض لوگوں نے اس كی تعریف كی ہے اور بعض نے ان كی برائی كی ہے۔‘‘

مولف: ’’علماء شیعہ اور ائمہ﷨ جو عترت میں سے ہیں ان سب كا اتفاق ہے كہ ابو طالب﷣ مومن اور اسلام كی راہ میں جد جہد كرنے والے تھے۔‘‘

سنی: ’’اگر ایساہی ہے تو روایت میں ابو طالب﷣ كے عدم ایمان كی باتیں كیسے ملتی ہیں؟‘‘

مولف: ’’جناب ابو طالب﷣ كا جرم یہ تھا كہ وہ علی﷣ كے والد تھے دشمنان علی﷣ اور ان كے سردار معاویہ نے دین فروش اور بے ایمان راویوں كو مسلمانوں كے بیت المال میں سے لاكھوں دینار دے كر اس طرح كی روایتیں تیار كرائی ہیں۔ ان دولت پرستوں نے بے شرمی كی انتہا كردی یہاں تك كہ ابو ہریرہ كذاب نے نقل كیا ہے۔ رسول خداﷺ نے وفات كے وقت یہ وصیت كی تھی كہ حضرت علی﷣ كے ہاتہ كاٹ دیئے جائیں۔‘‘[[216]](#footnote-216)؎

ان جیسے شكم پرست اور جھوٹے راویوں كی موجود گی میں معاویہ اور دوسرے خلفاء كے دور حكومت میں اس طرح كی حدیثوں كا گڑھا جانا ایك طبیعی بات ہے جناب ابو طالب﷣ كے متعلق اس طرح كی حدیثوں میں اتنی سختی و تندی روا ر كھی گئی ہے اس كا ہزارواں حصہ بھی ابو سفیان كے متعلق جو باطنی نجاست اور منافقت سے لبریز تھا نہیں مل سكتی۔ لہٰذا ابو طالب كے اوپر شرك كی تہمت دراصل سیاسی چالوں كا نتیجہ ہے۔

سنی: ’’قرآن مجید كے سورہ انعام كی 26ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ

وہ لوگ دوسروں كو اس سے روكتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔

ہمارے بعض مفسروں كی تفسیر كے مطابق اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسول خداﷺ كا دفاع كرتے تھے اور خود ان سے دور رہتے تھے۔ یہ آیت جناب ابو طالب﷣ جیسے لوگوں كے لئے نازل ہوئی ہے جو رسول خداﷺ كی دشمنوں سے حفاظت بھی كرتے تھے مگر ایمان كے لحاظ سے ان سے دور تھے۔

مولف: ’’پہلی بات تویہ كہ جیسا ہم آگے كہیں گے كہ آیت كا یہ مطلب نہیں ہے جو تم نكالتے ہو اور دوسری بات یہ كہ اگر فرضاً یہ معنی صحیح ہو بھی تو تم كس دلیل كے تحت جناب ابو طالب﷣ كو ان لوگوں میں شامل كرتے ہو؟‘‘

سنی: ’’اس دلیل سے كہ سفیان ثوری، حبیب بن ثابت سے روایت كرتا ہے كہ ابن عباس كہتے تھے: یہ آیت جناب ابو طالب﷣ كے بارے میں نازل ہوئی كیونكہ وہ لوگوں كو پیغمبرؐ كو تكلیف دینے سے منع كرتے تھے مگر خود اسلام سے دوری اختیار كئے رہتے۔‘‘[[217]](#footnote-217)؎

مولف: ’’تمہارے جواب كے لئے ہم چند اشیاء كی طرف اشارہ كرنے پر مجبور ہیں:

1۔ تم جس طرح اس آیت كا ترجمہ كرتے ہو ویسا نہیں ہے بلكہ اس سے پہلے اور اس كے بعد والی آیتوں پر غور كرنے سے معلوم ہوتا ہے كہ یہ عناد ركھنے والے دشمنوں كے بارے میں ہے لہٰذا اس طرح اس كے ظاہری معنی یہ ہوں گے۔

وہ لوگ (كفار) لوگوں كو آپ كی پیروی سے باز ركھتے ہیں اور خود بھی آنحضرتؐ سے دور رہتے تھے۔

اس آیت میں رسول اكرمﷺ كے دفاع كرنے كی كوئی بات ہی نہیں ہے۔[[218]](#footnote-218)؎

2۔ جملہ ’ینئون‘ دوری كے معنی میں ہے جبكہ جناب ابو طالب﷣ ہمیشہ رسول خداﷺ كے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور كبھی بھی ان سے دور نہیں ہوتے تھے۔

3۔ اس آیت كے متعلق سفیان ثوری سے جو روایت نقل ہوئی ہے اور اسے ابن عباس كی طرف منسوب كیا گیا ہے كئی جہتوں سے مخدوش ہے۔

الف: سفیان ثوری یہاں تك كہ بعض بزرگان اہل سنت كے مطابق بھی نہایت جھوٹا اور ناقابل اعتماد شخص ہے۔[[219]](#footnote-219)؎

ابن مبارك سے نقل ہوا ہے كہ سفیان تدلیس كرتا تھا یعنی جھوٹ بول كر حق كو ناحق اور ناحق كو حق بنا دیتا تھا۔[[220]](#footnote-220)؎

اس روایت كا دوسرا راوی حبیب بن ثابت ہے وہ بھی ابو حسان كے بقول جھوٹا شخص تھا اور تدلیس كیا كرتا تھا۔[[221]](#footnote-221)؎

اسی طرح یہ روایت مرسل بھی ہے یعنی حبیب اور ابن عباس كے درمیان كے چند روای حذف ہیں۔

ب: ابن عباس ان مشہور لوگوں میں سے ہیں جنہیں ابو طالب﷣ كے ایمان پر یقین تھا لہٰذا وہ ایسی روایت كیسے نقل كر سكتے ہیں؟

لہٰذا جیسا كہ ہم اوپر ذكر كر چكے ہیں كہ ابن عباس مذكورہ آیت كا اس طرح معنی كرتے تھے:

كافر لوگوں كو رسول خداﷺ كی پیروی كرنے سے منع كرتے تھے اور وہ لوگ خود بھی آنحضرت سے دور رہتے تھے۔

ج: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے كہ یہ صرف جناب ابو طالب﷣ كے سلسلے میں نازل ہوئی جبكہ جملہ ینھون و ینئون جمع كے صیغے میں آیا ہے۔

بعض لوگوں كی تفسیر كی بنا پر یہ آیت رسول خداﷺ كے چچاؤں كو شامل كرتی ہے جن كی تعداد دس تھی مگر ان میں ان كے تین چچا، حمزہ، عباس و ابو طالب﷨ مومن تھے اور وہ اس آیت كے مصادیق میں سے نہیں ہیں۔

مزید توضیح كے طور پر یہ كہا جائے كہ رسول خداﷺ مشركوں سے دور رہتے تھے جیسے اپنے ایك چچا ابو لہب سے آپ دور رہتے تھے مگر جناب ابو طالب﷣ سے خاص تعلقات تھے رسول خداﷺ نے ان كی وفات كے سال كو عام الحزن غم كا سال قرار دیا اور جناب ابو طالب﷣ كی تشیع جنازے میں آپؐ نے فرمایا:

وابتاہ وا حزناہ علیك كنت عند بمنزلۃ العین من الحدقۃ و الروح من الجسد[[222]](#footnote-222)؎

ہائے بابا میں تمہاری موت سے كتنا رنجیدہ ہوں میں تمہارے نزدیك اسی طرح تھا جیسے آنكھوں میں پتلیاں اور جسم میں روح۔[[223]](#footnote-223)؎

كیا رسول خداﷺ كو اس بات كی نسبت دی جاسكتی ہے كہ آپ مشركوں كو اس طرح چاہا كرتے تھے اور ان كی تعریف كرتے تھے اور ان كی موت پر اتنا غم زدہ ہوتے؟ جبكہ قرآن میں بے شمار آیات اس بات كی وضاحت كرتی ہیں كہ مشركوں سے بیزار رہو بھلے ہی وہ تمہارے باب دادا بیٹے رشتہ دار ہی كیوں نہ ہوں؟

## 83۔ كیا حضرت علی﷣ گراں قیمت انگوٹھی پہنتے تھے؟

### اشارہ

ہم سورہ مائدہ كی 55 ویں آیت میں پڑھتے ہیں:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهٗ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ.

تمہارے ولی صرف خدا، اس كا رسول اور وہ صاحب ایمان ہیں جو نماز قائم كرتے ہیں اور حالت ركوع میں زكات ادا كرتے ہیں۔

شیعہ اور سنی دونوں سے متواتر روایت نقل ہوئی ہے كہ یہ آیت امیر المومنین علی﷣ كی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہ آیت پیغمبر اكرمﷺ كے بعد آپ كی رہبری اور ولایت كی دلیل ہے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مولائے كائنات علی بن ابی طالب﷦ نماز پڑھ رہے تھے اور ایك سائل نے آكر سوال كیا تو كسی نے اسے كچھ نہیں دیا۔ حضرت علی﷣ اس وقت ركوع میں تھے اور اسی ركوع كی حالت میں آپ نے اپنے داہنے ہاتھ كی انگوٹھی كی طرف اشارہ كیا اور سائل نے آكر آپ كی انگلی سے وہ انگوٹھی اتارلی۔ اس طرح آپ نے نماز میں صدقہ كے طور پر اپنی انگوٹھی فقیر كو دے دی اس كے بعد آپ كی تعریف و تمجیدمیں یہ آیت نازل ہوئی۔[[224]](#footnote-224)؎

اب آپ ایك یونیورسٹی كے طالب علم كا ایك عالم دین سے مناظرہ ملاحظہ فرمائیں۔

طالب علم: میں نے سنا ہے كہ جو انگوٹھی علی﷣ نے فقیر كو دی تھی وہ بہت ہی قیمتی تھی اور بعض كتب جیسے تفسیر برہان (ج 1، ص 485) میں ملتا ہے كہ اس انگوٹھی كا نگینہ 5 مثقال سرخ یاقوت تھا جس كی قیمت شام كے خزانے كے برابر تھی۔ علی﷣ یہ انگوٹھی كہاں سے لائے تھے؟ كیا علی﷣ حسن و تزئین پسند تھے؟ كیا اتنی قیمتی انگوٹھی پہننا اسراف نہیں ہے؟ تصویر كے دوسرے رخ سے امام علی﷣ كی طرف یہ نسبت دینا بالكل غلط ہے كیونكہ وہ لباس، كھانے اور دوسرے دنیوی اشیاء میں حد درجہ زہد سے كام لیتے تھے جیسا كہ ایك جگہ آپ فرماتے ہیں:

وَاللَّهِ مَا كَنَزْتُ مِنْ دُنْيَاكُمْ تِبْراً وَ لَا ادَّخَرْتُ مِنْ غَنَائِمِهَا وَفْراً وَ لَا أَعْدَدْتُ لِبَالِي ثَوْبِي طِمْراً وَ لَا حُزْتُ مِنْ أَرْضِهَا شِبْراً وَ لَا أَخَذْتُ مِنْهُ إِلَّا كَقُوتِ أَتَانٍ دَبِرَةٍ

خدا كی قسم! میں تمہاری دنیا میں سے سونا چاندی جمع نہیں كرتا اور غنائم اور شروتوں كا ذخیرہ نہیں كرتا اور اس پرانے لباس كی جگہ كوئی نیا لباس نہیں بنواتا اور اس كی زمین سے ایك بالشت بھی میں نے اپنے قبضے میں نہیں كیا اور اس دنیا سے اپنی تھوڑی سی خوراك سے زیادہ نہیں لیا ہے۔[[225]](#footnote-225)؎

عالم دین: ’’یہ گراں قیمت انگوٹھی كے بارے میں فالتوبات ہے جو بالكل بے بنیاد ہے اور متعدد روایتوں كے ذریعے اس آیت كے شان نزول كے بارے میں ہرگز اس طرح كی انگوٹھی كا ذكر نہیں ہوا ہے اور صرف تفسیر برہان میں ایك روایت نقل ہوئی ہے كہ اس انلوٹھی كی قیمت ملك شام كے خزانے كے برابر تھی یہ روایت ’مرسلہ‘ ہے جس كے راویوں كا ربط نہیں معلوم۔ اس میں زیادہ امكان اس بات كا پایا جاتا ہے كہ معاویہ كے دور حكومت میں خریدے ہوئے راویوں نے مولائے كائنات كی اہمیت كو كم كرنے كی خاطر اس روایت كو گڑھا ہو۔‘‘

طالب علم: ’’بہر حال انگوٹھی قیمتی تھی یہ بات تو حتمی ہے ورنہ پھر فقیر كا پیت كیسے بھرتا؟‘‘

عالم دین: ’’شاعر كے قول كے مطابق اگر ہم فرض كرلیں كہ یہ انگوٹھی بہت ہی قیمتی تھی جیسا كہ شاعر كہتا ہے:

بروای گدائے مسكین در خانہ علی زن كہ نگین پادشاہی دہداز كرم گدارا

تاریخ میں ملتا ہے كہ یہ انگوٹھی مروان بن طوق نامی ایك مشرك كی تھی امام﷣ جنگ كے دوران جب اس پر كامیاب ہوگئے تو اسے قتل كر كے غنیمت كے طور پر اس كے ہاتھ سے یہ انگوٹھی اتارلی اور اسے آنحضرتﷺ كی خدمت میں لیكر آئے تو آپؐ نے فرمایا:

اس انگوٹھی كو مال غنیمت سمجھ كر تم اپنے پاس ركھو۔ ساتھ ساتھ یہ كہ پیغمبر اكرم ﷺ یہ جانتے تھے كہ اگر علی﷣ اس انگوٹھی كو لے بھی لیں گے تو كسی امین كی طرح اس كی حفاظت كریں گے اور مناسب موقع پر اسے كسی محتاج و فقیر كو دے دیں گے۔

اس طرح یہ انگوٹھی آپ نے خریدی نہیں تھی اور ابھی یہ انگوٹھی حضرت علی﷣ كے ہاتھوں میں چند دن ہی رہی ہوگی كہ صرف ایك محتاج كی آواز سن كر آپ نے اسے دے دیا۔‘‘[[226]](#footnote-226)؎

طالب علم: ’’لوگ نقل كرتے ہیں كہ حضرت علی﷣ نماز كے وقت خشوع و خضوع میں اس حدتك غرق ہو جاتے تھے كہ امام حسن﷣ كے حكم كے مطابق جنگ صفین میں ان كے پیر میں لگے تیر كو نماز كی حالت میں نكال لیا گیا تھا لیكن انہیں احساس تك نہیں ہوا تھا اب اگر اس طرح ہے تو حالت ركوع مین انھوں نے اس فقیر كی آزاز كیسے سن لی اور انگوٹھی اسے دے دی؟‘‘

عالم دین: ’’جو لوگ اس طرح كا اعتراض كرتے ہیں وہ یقیناً غفلت میں پڑے ہوئے ہیں كیونكہ محتاج اور فقیر كی آواز سننا اپنی ذات كی طرف توجہ كرنانہیں ہے بلكہ یہ توجہ عین خدا كی طرف توجہ ہے۔ علی﷣ نماز میں اپنے سے بیگانہ تھے نہ كہ خدا سے۔ واضح طور پر یہ كہ نماز كی حالت میں زكات دینا عبادت كے ضمن میں عبادت ہے اور جو روح عبادت كے لئے غیر مناسب ہے وہ مادی اور دنیاوی چیزیں ہیں لیكن جو توجہ خدا وند متعال كی راہ میں ہو وہ یقیناً روح عبادت كے موافق ہے اور تقویت كرنے والی ہے۔‘‘

البتہ یہ جاننا چاہیے كہ خدا كی توجہ میں غرق ہونے كا یہ مطلب نہیں كہ اس كا احساس بے اختیاری طور پر اس كے ہاتھ سے جاتا رہے بلكہ اس سے مراد یہ ہے كہ جو چیز خدا كی مرضی كے مطابق نہیں ہے اس سے اپنی توجہ ہٹالے۔

## 84۔ علی﷣ كا نام قرآن میں كیوں نہیں؟

علماء اہلسنت اور اہل تشیع كی ایك بہت ہی گرما گرم مجلس تھی جس میں تمام كے تمام افراد اس بات پر متفق تھے كہ بغیر كسی تعصب كے اور حسن نیت كے ساتھ مذاہب اسلام كے مذہب حقہ كے متعلق مذاكرہ كریں اس مناظرہ كا آغاز اس طرح ہوا۔

سنی عالم: ’’اگر علی﷣ پیغمبر اكرمﷺ كے بلا فصل خلیفہ ہیں تو یہ ضروری تھا كہ قرآن مجید میں اس چیز كا ذكر ہوتا تاكہ مسلمان اختلاف كا شكار نہ ہوتے۔‘‘

شیعہ عالم: ’’زید بن حارثہ كے علاوہ قرآن میں رسول اكرمﷺ كے كسی صحابی كا نام نہیں آیا ہے اور زید بن حارثہ كا نام پیغمبر اكرمﷺ سے زید كی سابق بیوی زینب كے ساتھ شادی كے سلسلے میں آیا ہے۔‘‘

سنی عالم: ’’جس طرح ایك جزئی اور فرعی حكم كی مناسبت كی وجہ سے زید كا نام قرآن میں آیا ہے اسی طرح یہ بھی ضروری تھا كہ علی﷣ كا نام ان كی امامت كے سلسلے میں آئے۔‘‘

شیعہ عالم: ’’اگر علی﷣ كا ذكر قرآن میں ہوتا تو آپ كے دشمنوں كی كثرت سے وہ لوگ قرآن ہی كو تحریف كر دیتے لہٰذا مناسب یہی تھا كہ خدا آپ كی رہبری اور ولایت كا ذكر اوصاف سے كرے كیونكہ قرآن كی یہ روش رہی ہے كہ اس نے كلیات بیان كئے ہیں اور اس كا مصداق پیغمبر اكرمﷺ نے معین كیا۔‘‘

سنی عالم: ’’قرآن میں علی﷣ كے اوصاف كہاں پر بیان ہوئے ہیں؟‘‘

شیعہ عالم: ’’سیكڑوں آیات میں علی﷣ كے ذكر موجود ہیں اور بہت سی آیتیں تو حضرت علی﷣ كی شان میں نازل ہوئیں[[227]](#footnote-227)؎ جیسے آیت ولایت (سورہ مائدہ 55) آیت اطاعت (سورہ نساء 59) آیت مباہلہ (سورہ آل عمران 61) آیہ تطہیر (سورہ احزاب 33) غدیر خم میں آیت ابلاغ (سورہ مائدہ 67) آیت انذار (سورہ شعراء) آیت مودت (سورہ شوری 23) آیت كمال (سورہ مائدہ 30) وغیرہ۔‘‘

مذكورہ آیتوں میں ہر ایك آیت كی شان نزول كے ساتھ ساتھ شیعہ اور سنی روایتوں میں یہ نقل ہوا ہے كہ یہ آیتیں سب كی سب امام علی﷣ كی خلافت بلا فصل اور ان كی ولایت و رہبری كے لئے نازل ہوئی ہیں اور خداوند عالك كا ارشاد ہے:

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

رسول جو تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے منع كردے اسے چھوڑ دو۔[[228]](#footnote-228)؎

اور حدیث ثقلین كے مطابق جسے تمام مسلمان قبول كرتے ہیں آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے: ’’میں تمہارے درمیان دوگراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایك قرآن اور دوسرے میری عترت……‘‘ اور اسی طرح تمہاری متعدد روایتوں كے مطابق آنحضرتؐ نے یہ فرمایا: ’’میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، قرآن اور اپنی سنت‘‘ اس وجہ سے ہمیں چاہیے كہ سنت یعنی پیغمبر اكرمﷺ كی بنیاد پر علی﷣ كی شان میں نازل ہوئی ہیں اور اسی وجہ سے قرآن مجید نے امام علی﷣ كو پیغمبر اكرمﷺ كا جانشین اور بلا فصل خلیفہ بتایا اگر چہ كچھ مصحلت كی بنا پر آپ كا قرآن میں نام نہیں آیا ہے۔ قرآن میں صرف چار جگہوں پر رسول خداﷺ كا نام آیا ہے لیكن ان كے اوصاف سیكڑوں مرتبہ ذكر ہوئے ہیں۔[[229]](#footnote-229)؎

## 85۔ تشیع اور اس كی پیروی كی صحت

مذكورہ نشست میں بقیہ مناظرہ اس طرح آگے بڑھا

سنی عالم نے اپنی بات بدل كر كہا: ’’اب اگر یہ بنا ركھی جائے كہ پانچ مذہب میں سے كسی ایك كی پیروی كریں تو كس مذہب كی پیروی كرنا ہمارے لئے بہتر ہے؟‘‘

شیعہ عالم: ’’اگر انصاف سے دیكھیں تو مذہب جعفری كی پیروی كرنا چاہیے كیونكہ مذہب جعفری مكتب امام جعفر صادق﷣ اور پیغمبر اكرمﷺ سے لیا گیا ہے اور جو بھی احكام اسلام امام صادق﷣ كی طرف سے بیان ہوئے ہیں وہ یقیناً قرآن اور سنت نبوی سے اخذ كئے گئے ہیں كیونكہ بہر حال گھر كی بات گھر والے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ (جس كی تفصیل مناظرہ 74 میں گزر چكی ہے)۔

اس بحث كی تكمیل كے لئے دانشگاہ الازہر كے مشہور و عظیم استاد و مفتی شیخ محمود شلتوت كے فتوے كو نقل كرتے ہیں جو دار التقریب بین المذاھب الاسلامیۃ كے لئے انہوں نے دیا تھا اور 1379؁ھ میں مجلہ رسالۃ الاسلام دار التقریب میں یہ چھپا تھا۔

### شیخ محمود شلتوت كا تاریخی فتوی

شیخ شلتوت اپنے اس عظیم فتوے كے ایك حصے میں لكھتے ہیں:

مذہب جعفری جو شیعہ اثنا عشری كے نام سے مشہور ہے اس كی پیروی اور اس پر اعتقاد سنی مذہب كے دوسرے تمام مسلكوں كی طرح جائز ہے لہٰذا مسلمانوں كے لئے لازم ہے كہ وہ اس كے متعلق آگاہی پیدا كریں اور بے جاتعصب اور عصبیت سے باز رہیں اس مذہب كے تمام علماء مجتہد ہیں اور اللہ كے نزدیك ان كے فتوے مقبول ہیں لہٰذا جو خود مجتہد نہ ہو اس كے لئے ان كے تقلید كرنا جائز ہے اور انہوں نے اپنی فقہ میں جو احكام درج كئے ہیں ان پر عمل كریں اس سلسلے میں عبادات اور معاملامت میں كوئی فرق نہیں ہے۔[[230]](#footnote-230)؎

اہل سنت كے اساتذہ اور عظیم مفكرین جیسے محمود فخام جامعۃ الازہر كے سابق استاد، عبد الرحمن البخاری، قاہرہ كی مساجد كے سر پرست اور عبد الفتاح عبد المقصود مصر ے زبر دست رائٹر وغیرہ نے شیخ محمود كے اس فتوے كی تائید كی شیخ فخام كہتے ہیں:

خداوند متعال شیخ شلتوت پر رحمت نازل كرے كہ انھوں نے اس عظیم اور اہم بات پر توجہ دی اور نہایت بہادری سے ہمیشہ زندہ رہنے والا فتوی دیا كہ مذہب شیعہ اثنا عشری ایك فقہی اور اسلامی مذہب ہے اور یہ قرآن اور سنت كے دلائل كی بنا پر استوار ہوا ہے لہٰذا اس پر عمل جائز ہے۔

عبد الرحمن بخاری كہتے ہیں: ’’میں آج بھی اپنا فتوی مذاہب اربع میں منحصر نہ سمجھتے ہوئے شیخ محمود شلتوت كے فتوے كی بنیاد پر فتوی دیتاہوں كہ شیخ شلتوت امام و مجتہد ہیں اور ان كی رائے عین حقیقت ہوا كرتی ہے۔‘‘

عبد الفتاح عبد المقصود لكھتے ہیں: ’’مذہب شیعہ اثنا عشری اس لائق ہے كہ سنی مذہب میں موجود تمام مسالك كے ساتھ اس كی بھی پیروی كی جائے سنی مذہب میں ایسی كوئی بات نہیں ہے كہ عمل صرف اس وقت صحیح ہوگا جب ایسے مسلك كی پیروی كی جائے جو سب سے افضل و برتر ہو جب ہمیں یہ معلوم ہو چكا ہے كہ شیعہ مذہب كے اصل منبع حضرت علی﷣ ہیں تو ظاہر سی بات ہے كہ رسول خداﷺ كے بعد وہ سب سے زیادہ احكام دین جاننے والے تھے۔[[231]](#footnote-231)؎

## 86۔ قبروں كی عمارتوں كو ویران كرنے كے متعلق ایك مناظرہ

### اشارہ

جب میں مدینہ گیا تو وہاں اسلام كی عظیم شخصیتوں جیسے امام حسن مجتبیٰ﷣، امام سجاد﷣ امام باقر﷣ اور امام صادق﷣ كی قبروں كو زمین كے برابر اور خاك آلود دیكھ كر بہت رنجیدہ ہوا حالانكہ ان تمام قبروں پر پہلے قبے اور میناریں تھی مگر ان وہابیوں نے شرك اور حرام كے بہانے سے 1344؁ھ میں انہیں مسمار كردیا۔

اسی سلسلے میں ایك شیہ عالم اور وہابی كے درمیان ایك مناظرہ ہوا جو مندرجہ ذیل تفصیل كے ساتھ پیش خدمت ہے:

شیعہ عالم: ’’تم لوگ كیوں ان مزاروں كو ویران كركے ان كی اہانت كرتے ہو؟‘‘

وہابی: ’’كیا تم حضرت علی(﷣) كو مانتے ہو؟‘‘

شیعہ عالم: ’’كیوں نہیں وہ تو ہمارے پہلے امام اور رسول كے خلیفہ بلا فصل ہیں۔‘‘

وہابی: ’’ہماری معتبر كتابوں[[232]](#footnote-232)؎ میں اس طرح نقل ہوا ہے:

حدثنا يحيى بن يحيى وأبو بكر بن أبي شيبة وزهير بن حرب (قال يحيى: أخبرنا. وقال الآخران: حدثنا وكيع) عن سفيان، عن حبيب بن أبي ثابت، عن أبي وائل، عن أبي الهياج الأسدي. قال: قال لي علي بن أبي طالب: ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله (صلى الله عليه وسلم) أن لا تدع تمثالا إلا طمسته. ولا قبرا مشرفا إلا سويته.

تین آدمی یحیی و ابوبكر و زہیر وغیرہ نقل كرتے ہیں كہ وكیع نے سفیان اور اس نے حبیب اور اس نے ابی وائل اور اس نے ابی الہیاج اسدی سے نقل كیا ہے كہ علی (﷣) نے ابی الہیاج سے فرمایا: كیا میں تمہیں اس بات پر ابھاروں جس كے لئے رسول خدا(ﷺ) نے مجھے ترغیب كی ہے كوئی تصویر بھی بغیر محو كئے نہ چھوڑو اور كوئی بھی بلند قبر بغیر زمین كے برابر كئے نہ چھوڑو۔

شیعہ عالم: ’’یہ حدیث سند اور دلالت دونوں رو سے مخدوش ہے سند كی روسے اس لئے كہ اس كے راویوں میں وكیع، سفیان، حبیب بن ابی ثابت، ابی وائل جیسے لوگ ہیں كہ جن كی حدیث قابل اطمینان نہیں ہے جیسا كہ احمد حنبل نے وكیع كے بارے میں نقل كیا ہے اس نے پانچ سو حدیثوں میں غلطی كی ہے۔‘‘[[233]](#footnote-233)؎

اسی طرح سفیان كے بارے میں ابن مبارك سے نقل ہوا ہے كہ سفیان حدیث نقل كرتے وقت تدلیں[[234]](#footnote-234)؎ كرتا تھا لیكن جب مجھے دیكھ لیتا تھا تو شرما جاتا تھا۔[[235]](#footnote-235)؎

حبیب بن ثابت كے بارے میں ابن حیان نے نقل كیا ہے كہ وہ بھی حدیثوں میں تدلیں كرتا تھا۔[[236]](#footnote-236)؎

ابو وائل كے بارے میں ملتا ہے كہ وہ ناصبی اور امام﷣ كے دشمنوں میں سے تھا۔[[237]](#footnote-237)؎

قابل توجہ بات یہ ہے كہ تمام صحاح ستہ میں ابو الہیاج سے صرف یہی ایك حدیث نقل ہوئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے كہ وہ راویوں میں سے نہیں تھا اور قابل اعتماد بھی نہیں تھا جس كی وجہ سے حدیث مذكور سند كے لحاظ سے قابل اعتماد نہیں سمجھی جاسكتی۔

لیكن دلالت اور محتوی كے لحاظ سے:

الف: لفظ مشرف جو حدیث مذكور میں آیا ہے اس كے معنیٰ لغت میں ایك ایسا بلند مقام جو دوسرے مكانوں سے اونچا ہو اس كی وجہ سے تمام بلندی اس میں شامل نہیں ہوگی۔

ب: لفظ سویتہ كے معنی لغت میں برابر قرار دینے كے ہیں اور اسی طرح اس كے دوسرے معنیٰ ٹیڑھی چیز كو سیدھا كرنا ہے۔

اب اس حدیث كا معنیٰ یہ نہیں ہوگا كہ ہر اونچی قبر كو ویران كر دو جبك قبروں كو زمین كے برابر كرنا اسلامی احكامات كے خلاف ہے كیونكہ تمام اسلام فقہاء نے قبر كو زمین سے ایك بالشت بلند كرنا مستحب قرار دیا ہے۔[[238]](#footnote-238)؎

دوسرا احتمال یہ ہے كہ سویۃ كا مطلب قبر كے بالائی حصہ كو ایك سطح میں برابر كر دیا جائے نہ یہ كہ اسے اونٹ كے كوہان یا مچھلی كی پشت كی طرح كر دیا جائے جیسا كہ اہل سنت كے علماء نے اس حدیث كا یہی مفہوم بیان كیا ہے۔

نتیجہ یہ ہوگا كہ ان تین احتمالات، قبر ڈھا دینا، قبر كو زمین كے برابر كر دینا اور اس كے بالائی حصہ كو مسطح كرنے میں پہلا اور دوسرا احتمال غلط ہے اور تیسرا صحیح ہے۔ اس بنا پر یہ حدیث دلالت كے اعتبار سے بھی اس بات كو ثاب نہیں كرتی كہ قبروں كا ویران كرنا مشروع ہے۔[[239]](#footnote-239)؎

یہاں ہم تھوڑا سا اضافہ كرتے ہوئے كہیں گے كہ اگر امام علی﷣ مزار اور قبور كو ویران كرنا واجب اور ضروری جانتے تو ان كی خلافت كے زمانے میں اولیاء خدا اور پیغمبر اكرمﷺ كی قبریں موجود تھیں انہیں كیوں نہیں ویران كیا كیونكہ تاریخ میں اس طرح كی كوئی بات نہیں ملتی كہ آپ نے كسی قبر كو مسمار كیا ہو كہ یہ اونچی ہے۔

اور اگر عصر حاضر میں وہابی مزاروں كو ویران كرنا واجب جانتے ہیں تو ابھی تك پیغمبر اكرمﷺ ابو بكر و عمر كے مزاروں كو كیوں نہیں ویران كیا؟

وہابی: ’’ان كے مزاروں كو اس لئے خراب اور ویران نہیں كیا كیونكہ ان كے اور نماز گزاروں كے درمیان دیوار حائل ہوتی ہے جس كی وجہ سے نماز گزار انہیں اپنا قبلہ قرار نہیں دے سكتے اور نہ ہی ان پر سجدہ كر سكتے ہیں۔‘‘

شیعہ عالم: ’’یہ كام تو صرف ایك دیوار كی وجہ سے قابل قبول تھا لیكن اس پر گنبد خضرا اور اس كے قریب گلدستہ كی كوئی ضرورت نہ تھی۔‘‘

وہابی: ’’میں تم سے ایك سوال كرتا ہوں كیا ہمارے پاس قران سے كوئی دلیل ہے كہ ہم اولیاء خدا كی قبروں كے لئے خوبصورت سا مقبرہ بنوائیں؟‘‘

شیعہ عالم: ’’اول تو یہ ضروری نہیں ہے كہ ہر چیز یہاں تك كہ مستحبات كا بھی ذكر قرآن میں موجود ہو اور اگر ایسا ہوتا تو قرآن اپنے حجم میں كئی گنا بڑا ہوتا۔ دوم یہ كہ قرآن میں اس بات كی طرف اشارہ ہوا ہے جیسے سورہ حج كی 32 ویں آیت میں آیا ہے:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ

اور جو شعائر خدا كی تعظیم كرتا ہے تو یہ دلوں كے تقویٰ میں سے ہے۔

لفظ شعائر شعیرہ كی جمع ہے جس كے معنی علامت اور نشانی كے ہیں اس آیت میں خدا كے وجود اور اس كی علامت نہیں بلكہ اس كے دین كی علامتوں كا ذكر ہے۔[[240]](#footnote-240)؎

شوری كی 23 ویں آیت میں رسول خداﷺ كے اقرباء كی مودت اجر رسالت كہی گئی ہے۔

كیا اگر ہم رسول خداﷺ كے اقربا كے مقبروں كو ان كی محبت اور احترام میں خوبصورت بنائیں اور ان كو صاف ستھرار كھیں تو یہ كوئی غلط كام ہوگا؟

مثال كے طور پر اگر قرآن كو ایك دھول سے اٹی ہوئی جگہ پر زمین ہی پر ركھ دیا جائے تو كیا یہ قرآن كی توہین نہیں ہوگی؟ اور یہ مان بھی لیں كہ یہ توہین نہ ہوگی تب بھی اگر اسے صاف ستھری جگہ پر نہایت عزت و احترام كے ساتھ ركھیں تو كیا كام اچھا نہ ہوگا؟

وہابی: ’’یہ جو تم كہہ رہے ہو لوگوں كے پسند كی باتیں ہیں كیا تمہارے پاس قرآن كی كوئی دلیل بھی موجود ہے؟‘‘

شیعہ عالم: ’’قرآن میں اصحاب كہف كے ذكر میں آیا ہے:

جب ان لوگوں نے غار میں پناہلی اور وہیں ایك نہ جاگنے والی گہری نیند میں سو رہے تو لوگوں نے انہیں ڈھونڈ نكالا ان لوگوں كے درمیان اس جگہ كے بارے میں نزاع ہو گیا كچھ لوگوں نے كہا: ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا. یہاں ایك عمارت بنادو۔

لیكن دوسرے گروہ نے كہا:

لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا. ہم یہاں مسجد بنائیں گے۔

قرآن نے دونوں آراء كا ذكر كیا ہے اور اس نے اس پر كسی طرح كی كوئی تنقید نہیں كی اگر ان دونوں آراء میں سے كوئی رائے حرام اور ناجائز ہوتی تو قرآن ضرور اس بات كا ذكر كرتا لیكن بات تو یہ تھی كہ یہ دونوں گروہ اصحاب كہف كے احترام كے لئے اپنی صوابدید كے مطابق كام كرنا چاہتے تھے۔ اس طرح تین مذكورہ آیتیں اس بات پر دلالت كرتی ہیں كہ اولیاء كے قبروں كو شاندار بنانا مستحب ہے۔[[241]](#footnote-241)؎

آخری بات یہ كہ جو بعض تاریخی اور روائی كتابوں میں دیكھا گیا ہے كہ قبروں پر مزار اور قبہ نہ بنایا جائے تو وہ اس لئے ہے كہ كہیں خود قبور اولیاء عبادت گاہ اور سجدہ گاہ نہ بن جائے لیكن اگر مومن وحدہ لاشریك كی عبادت كرنے والا كمال خلوص سے مزار اور مقبروں كو مقامات مقدسہ ہونے كی وجہ سے یہاں اللہ كی عبادت كرتا ہے تو اس میں شرك كی كیا بات ہے بلكہ اس طرح تو اس كے توحید اور اخلاص میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

## 87۔ خانہ كعبہ میں حضرت علی﷣ كی ولادت پر ایك مناظرہ

### اشارہ

امام علی﷣ كے امتیازات اور افتخارات میں سے ایك عظیم افتخار یہ بھی ہے كہ آپ دنیا كے مقدس ترین مقام، خانہ كعبہ میں پیدا ہوئے اور یہ چیز شیعہ سنی دونوں طرح سے ثابت اور حتمی ہے۔

علامہ امینی، صاحب الغدیر نے اپنی كتاب میں چھٹی جلد میں اس بات كو اہل سنت كی 19 معتبر كتابوں سے نقل كیا ہے۔

یہ بات خود امام علی﷣ كے لئے ایك اہم اور زندہ ثبوت ہے جو دوسروں میں نہیں پایا جاتا اور اس بات سے ان كی رہبری اور ولایت بھی منحرف لوگوں پر ثابت ہوتی ہے۔

حاكم نے اپنی كتاب مستدرك (ج 2، ص 483) میں یہ دعوی كیا ہے كہ یہ حدیث متواتر ہے۔

اسی سے متعلق ایك شیعہ اور سنی كے مناظرہ پر توجہ فرمائیں۔

سنی عالم: ’’تاریخ میں آیا ہے كہ حكیم بن حذام بھی كعبہ میں پیدا ہوا ہے۔‘‘

شیعہ عالم: ’’اس طرح كی چیز تاریخ میں ثابت نہیں ہے جیسا كہ بڑے علماء جیسے ابن صباغ مالكی[[242]](#footnote-242)؎، كنجی شافعی[[243]](#footnote-243)؎، شبلنجی[[244]](#footnote-244)؎ اور محمد بن ابی طلحہ شافعی[[245]](#footnote-245)؎ كہتے ہیں۔

حضرت علی﷣ سے پہلے كوئی بھی كعبہ میں پیدا نہیں ہوا تھا (اس بات پر توجہ رہے كہ حكیم بن حزام حضرت علی﷣ سے عمر میں بڑا تھا) یہ گڑھی ہوئی روایت بھی حضرت علی﷣ كے دشمنوں كی كارستانی ہے۔ انھوں نے اس طرح اس عظیم افتخار كی اہمیت كو ختم كرنا چاہا ہے۔‘‘

سنی عالم: ’’كعبہ میں ولادت ہونا مولود كے لئے كون سا افتخار ہے؟‘‘

شیعہ عالم: ’’ایك وقت یہ ہے كہ اگر كوئی عورت اتفاق سے ایسی جگہ پہنچ جائے اور وہاں ولادت ہو جائے تو یقیناً اس میں كوئی افتخار نہیں ہے لیكن اگر كوئی عورت اتنی زیادہ اہمیت كی حامل ہو كہ خدا اس كے لئے خاص انتظام كرے اور وہ وہاں جاكر بچہ جنے تو یہ بات یقیناً دونوں كے لئے افتخار كا باعث ہوگی۔ حضرت علی﷣ كی كعبہ میں ولادت خداوند متعال كی خاص عنایتوں میں ہے جیسا كہ دیورا شق ہونا اور جناب فاطمہ بنت اسد كا اندر جانا یہ سب كرامت و لطف خداوند كی دلیل نہیں تو اور كیا ہے۔‘‘[[246]](#footnote-246)؎

سنی عالم: ’’جب علی﷣ پیدا ہوئے تو وہ بعثت سے 10 سال پہلے كا واقعہ ہے اس وقت كعبہ میں بت بھرے ہوئے تھے جس كی وجہ سے اسے كوئی خاص اہمیت حاصل نہیں تھی بلكہ وہ بت كدہ تھا اور حضرت علی﷣ جب ایك بت كدے میں پیدا ہوئے تو بھلا ان كے لئے كون سی فضیلت كی بات ہوگی۔‘‘

شیعہ عالم: ’’كعبہ وہ پہلی عبادت گاہ ہے جو دنیا میں بنائی گئی، جسے حضرت آدم﷣ نے بنایا تھا اور جہاں جنت سے حجر اسود لاكر نصب كیا گیا تھا اس كے بعد طوفان نوح كے بعد جناب ابراہیم﷣ نے اپنے زمانے میں دوبارہ اس كی تعمیر كی كعبہ طول تاریخ میں تمام انبیاء اور اولیاء خدا اور فرشتوں كا جائے طواف رہا ہے اب اگر اس مقدس جگہ پر كچھ دنوں كے لئے بت پرست قابض ہو جائیں اور اسے بت كدہ بنا دیں تو اس كی عظمت و منزلت میں كمی نہیں آئے گی مثال كے طور پر اگر كوئی شخص مسجد میں ایك بوتل شراب لے جائے تو كیا اس مسجد كی عظمت ختم ہوجائے گی؟

اگر كوئی شخص حالت جنابت میں یا شراب لئے مسجد میں داخل ہوتا ہے تو وہ حرام كام كرتا ہے اور اس كی وجہ سے اس پر اللہ كا عذاب نازل ہوگا لیكن جب فاطمہ بنت اسد خدا كے حكم اور مشیت سے كعبے میں داخل ہوئیں تو یہ ان كی فضیلت و طہارت كی دلیل ہے اور وہ اس طرح سے خدا كی مہمان ہوئیں۔ اس طرح سے یہ ثابت ہوتا ہے كہ یہ بات حضرت علی﷣ كے افتخار كا سبب ہے۔

اسی وجہ سے اوائل اسلام میں شاعروں نے خاص طور سے اس كرامت اور عنایت كو اپنے شعروں میں بیان كیا ہے اور خود اس بات كو ایك عجیب و غریب واقعے سے تعبیر كیا ہے۔

عبد الباقی عمری اس كے متعلق حضرت علی﷣ سے خطاب كر كے كہتا ہے:

انت العلی الذی فوق العلی رفعا ببطن مكۃ وسط البیت اذ وضعا

تم وہی علی ہو جو بلندیوں سے بھی بلند ہو گئے، جب مكہ كے بیچ خانہ كعبہ میں تم پیدا ہوئے[[247]](#footnote-247)؎

اسی طرح فارسی شاعر كہتا ہے:

در كعبہ شد تولد و زمحراب شد شہید نازم بہ حسن مطلع و حسن ختام او

سنی عالم نے ہارمان كر مناظرہ كے اختتام كا اعلان كردیا۔

## 88۔ امامت اور حدیث ’’اصحابی كالنجوم‘‘ كے متعلق ایك مناظرہ

شیعہ استاد: ’’ہم اس بات كے معتقد ہیں كہ امامت، خلافت، پیغمبر كی جانشینی، زعامت اور ریاست، دنیا، آخرت دونوں كا ایك عظیم عہدہ ہے كیونكہ جانشین پیغمبرﷺ شریعت كی حفاظت، حدود الٰہی كا اجر اور دنیا سے تمام فتنہ و فسد كو ختم كرنے كی ذمہ داری سنبھالے ہوتے ہیں اور یہ تمام كام وہی انجام دے سكتا ہے جو اسلام میں تقوی، جہاد، علم، ہجرت، زہد، ذہانت، سیاست، عدالت، شجاعت اور اخلاق كے لحاظ سے تمام لوگوں سے افضل و برتر ہو اور ان تمام صفات كو دیكھنے كے بعد تاریخ اس بات كی شاہد ہے اور شیعہ و سنی روایتیں بھی اس كا اثبات كرتی ہیں كہ مولائے كائنات علی﷣ كے علاوہ كوئی ایسا شخص تاریخ اسلام میں موجود نہیں ہے جسے ان تمام صفات سے ایك ساتھ متصف دیكھا گیا ہو۔‘‘

سنی استاد: ’’پیغمبر اكرمﷺ نے فرمایا:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ

میرے اصحاب ستاروں كی مانند ہیں[[248]](#footnote-248)؎ ان میں سے جس كی بھی تم پیروی كرو گی ہدایت پا جاؤگے۔

اس حدیث كی بنا پر ہم كسی بھی صحابی كی پیروی كركے نجات حاصل كرسكتے ہیں۔‘‘

شیعہ استاد: ’’اس حدیث كی سند كو چھوڑ تے ہوئے چند دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے كہ یہ جعلی اور گڑھی ہوئی ہے اور پیغمبر اكرمﷺ نی اس طرح كی كوئی حدیث بیان نہیں كی۔‘‘

سنی استاد: ’’كن دلائل سے؟‘‘

شیعہ استاد:’’اس حدیث كے جعلی ہونے كے بہت سے دلائل ہیں:

1۔ رات كے مسافر جب اپنا اصل راستہ بھول جاتے ہیں تو وہ لاكھوں اور كروڑوں ستاروں كو آسمان میں چمكتے ہوئے دیكھتے ہیں اب اگر یہ مسافر اس میں سے اپنی خواہش كے مطابق كسی بھی ایك ستارے كو معین كر لیں تو وہ ہرگز اپنی منزل تك نہیں پہنچ سكتے بلكہ كچھ مخصوص ستارے ہیں جنہیں سب جانتے ہیں كہ اگر مسافر ان ستاروں كا سہارا لیكر اپنی منزل كی طرف آگے بڑھیں گے تو ضرور اپنی منزل تك جاپہنچے گی۔

2۔ حدیث مذكور رسول خداﷺ كی دوسری حدیثوں مثلاص حدیث ثقلین، حدیث خلفا قریش، حدیث علیكم بالائمۃ من اہل بیتی اور حدیث اہل بیتی كالنجوم وغیرہ سے تضاد ركھتی ہے۔

جیسے آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے:

النجوم أمان لأهل الأرض و أهل بيتي أمان لأمتي [[249]](#footnote-249)؎

ستارے زمین والوں كو ڈوبنے سے بچاتے ہیں اور میرے اہل بیت اختلاف سے نجات دیتے ہیں۔

اس بات كی طرف بھی توجہ رہے كہ حدیث اصحابی كالنجوم كو مسلمانوں كے ایك خاص گروہ نے نقل كیا ہے لیكن اس كی مخالف حدیثوں كو مسلمانوں كے تمام گروہوں نے نقل كیا ہے۔

3۔ پیغمبراكرمﷺ كے بعد اصحاب میں جو كشمكش اور اختلافات و جود میں آئے وہ اس حدیث سے موافقت نہیں كرتے كیونكہ آنحضرتﷺ كے بعض اصحاب مرتد ہوگئے اور بعض نے بعض پر اعتراض كیا اور طعنہ زنی كی اور یہ اختلاف اور اعتراض اس حدتك پہنچا كہ عثمان كو قتل كر ڈالا گیا۔

اس كے علاوہ یہ بھی اس حدیث كے ساتھ موافق نہیں جو بعض نے بعض كو لعن و طعن كیا مثلًا معاویہ نے حضرت علی﷣ پر لعن و طعن كرنے كا حكم دیا اور بعض اصحاب نے بعض صحابہ سے جنگ كی جیسے طلحہ و زبیر نے حضرت علی﷣ سے جنگ جمل میں مقابلہ كیا اور معاویہ نے جنگ صفین میں ان كے سامنے صف آرائی كی۔ بعض اصحاب گناہ كبیرہ كے مرتكب ہوئے اور شراب خوری اور زنا كی وجہ سے ان پر حد جاری كی گئی۔ (جیسا كہ ولید بن عقبہ اور مغیرہ بن شعبہ كے متعلق ملتا ہے۔)

مثال كے طور پر معاویہ اور علی﷣ دونوں كے دونوں پیغمبر اكرمﷺ كے صحابی تھے ان دونوں نے ایك دوسرے سے جنگ كی اور معاویہ نے حضرت علی﷣ پر لعن طعن كا سلسلہ جاری كرایا اس حدیث كے مطابق یہ كیسے ممكن ہوجائی گا كہ جو بھی ان دونوں میں سے كسی ایك كی بھی پیروی كرے گا وہ نجات حاصل كرلے گا؟

كیا بسر بن ارطاۃ جو نبیﷺ كے اصحاب میں تھا اور جس نے ہزاروں مسلمانوں كا خون بہایا اس قابل ہے كہ اس كی پیروی كرنے سے مسلمان ہدایت پاجائے؟

كیا مروان بن حكم جس نے طلحہ كو قتل كیا كی پیروی سے ہدایت مل جائے گی؟

كیا مروان كے باپ حكم كی پیروی ہدایت دے دے گی جو اصحاب رسولﷺ میں تھا اور آنحضرت كا مذاق اڑایا كرتا تھا ان تمام باتوں پر توجہ ركھتے ہوئے اس جعلی حدیث كو صحیح ماننا واقعاً مضحكہ خیز ہے۔‘‘

سنی استاد: ’’اصحابی كا مطلب جو حقیقت میں آنحضرت ﷺكے اصحاب تھے نہ وہ لوگ جو یوں ہی اصحاب بنے بیٹھے تھے۔‘‘

شیعہ استاد: ’’اس طرح كے اصحاب تو صرف، سلمان، ابو ذر، مقدار اور عمار جیسے ہی لوگ تھے مگر تم لوگ ان كے بجائے دوسرے لوگوں كو ان كی جگہ شمار كرتے ہو لہٰذا اب بھی اختلاف ختم نہیں ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہی ہوگا كہ ہم ان حدیثوں كے بارے میں بحث كریں جو كسی طرح سے بھی قابل اعتراض نہیں ہیں جیسے حدیث ثقلین و حدیث سفینہ یا وہ روایتیں جن كے بارے میں ائمہ﷨ نے تصریح كی ہے۔

روایت میں آیا ہے كہ جب جناب سلمان ﷫مدائن كی طرف روانہ ہوئے تو اشعث اور جریر نامی دو افراد نے ان سے ملاقات كی مگر انہیں یقین نہ آیا كہ یہی سلمان ہیں لیكن جناب سلمان﷫ نے خودہی اپنا تعارف كراتے ہوئی كہا كہ میں وہی سلمان﷫، صحابی رسول اللہﷺ ہوں پھر فوراً آپ نے فرمایا لیكن یہ جان لو كہ آنحضرتؐ كا وہی صحابی ہے جو ان كے ساتھ جنت میں داخل ہوجائے۔[[250]](#footnote-250)؎

واضح اور روشن عبارت میں یہ كہ صحابی وہی ہے جو اپنی پوری زندگی پیغمبر اكرمﷺ كے احكام كی پابندی كرے اور اس پر آخری عمر تك قائم رہے اس بنا پر جناب سلمان﷫ سے نقل ہوئی حدیث سے ہم یہ نتیجہ اخذ كرتے ہیں كہ رسول خداﷺ كے اس طرح كے صحابیوں كی پیروی كر كے ہم جنت و ہدایت پاسكتے ہیں لیكن میں یہ پوچھتا ہوں كہ پیغمبر اكرمﷺ كے بعد كتنے لوگ ایسے تھے جنھوں نے اپنی راہ نہیں بدلی اور آنحضرتؐ كے بتائے ہوئے راستہ پر باقی رہے؟

ہماری روایتوں كے مطابق تو صرف تین یا چار اصحاب ہی ایسے تھے جو اپنے دین پر باقی رہے جیسے سلمان، ابو ذر، مقداد اور عمار یاسر ﷫ان كے علاوہ بقیہ سب مرتد ہو گئے تھے۔‘‘

## 89۔ علی﷣ كشتہ راہ عدالت

حقجو اور حمید نامی دو اسلامی مفكروں نے اس طرح مناظرہ كیا:

حمید: ’’ہم جب امام علی﷣ كی زندگی كا مطالعہ كرتے ہیں تو ان كی زندگی كا اكثر حصہ جنگ اور جہاد میں پاتے ہیں۔

پیغمبر اكرمﷺ كے زمانہ میں ان كی جنگ آنحضرتﷺ كے حكم سے ہوا كرتی تھی جس میں كسی شك و شبہ كی گنجائش نہیں ہے لیكن علی﷣ نے اپنی خلافت كے دور میں (جسے عمر نے غصب كر لیا تھا) جو جنگیں لڑیں جیسے جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان ان سب میں مناسب تو یہی تھا كہ وہ قوم كے بزرگوں كے ساتھ مل بیٹھ كر مصالحت كرلیتے اور اس قدر خونریزی سے پڑہیز كرتے۔

حقجو: ’’ہم امام علی﷣ كو ایك حق پرست مخلص اور انسان كامل كے عنوان سے جانتے ہیں انھوں نے رسول خدا ﷺ كے زمانے میں مشركوں اور اسلام كے مخالفوں سے جنگ كی اور اپنے دور خلافت میں بھی انہیں لوگوں سے جنگ كی جنہوں نے اسلام كے ظاہر كولے لیا تھا اور باطن كو چھوڑ دیا تھا یہ وہی منافق تھے جو اسلام كے نام پر اسلام كی عزت لوٹ رہے تھے اور اسلام كو اس كی حقیقت سے دور كر كے اسے اپنے ذاتی مفاد كے لئے استعمال كر رہے تھے۔

اگر ہم غور كریں تو معلوم ہو جائے گا كہ اسلام كو كافروں كے مقابلہ میں منافقوں سے زیادہ نقصان پہنچا۔‘‘

حمید: ’’حضرت علی﷣ اگر چاہتے تو ناكثین (اصحاب جمل) قاسطین (جنگ صفین كی آگ بھڑكانے والے) اور مارقین (خوارج) كے سرداروں كو اقتدار اور بیت المال سے خاموش كر دیتے اور اس طرح وہ لوگوں كو اپنی طرف ملا لیتے۔‘‘

حقجو: ’’تمہاری بات كا انداز بتارہا ہے تم ایك عام حاكم اور خدائی رہنما جو اپنے ذاتی مفاد پر خدا كے احكام كو ترجیح دیتا ہے كے درمیان فرق كو نہیں سمجھتے یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

بہتر یہ ہے كہ حضرت علی﷣ كے دور خلافت میں ہوئی جنگوں كا ہم اچھی طرح سے جائزہ لیں تاكہ یہ بات پوری طرح سے واضح ہوجائے۔

جنگ جمل كے وجود میں آنے كے عوامل معاشرتی برتری اور نا انصافی تھے ان تمام باتوں كو جنگ جمل كی آگ بھڑكا نے والے اسلام كے نام پر اسلامی حكومت میں نافذ كرنا چاہتے تھے طلحہ و زبیر جیسے لوگ حضرت علی﷣ سے اپنے لئے بڑے بڑے عہدے كا مطالبہ كر رہے تھے یہ لوگ صاف صاف آپ سے عہدوں كے متعلق بات كرتے ہوئے كہا كرتے تھے كہ فلاں عہدہ ہمیں دے دیں، بیت المال كا اتنا حصہ ہمارا ہونا چاہیے۔

اس بیكار خواہش كی بنا پر یہ احكام اسلام كے خلاف باتیں حضرت علی﷣ كی حكومت میں رائج كرانا چاہتے تھے مگر حضرت علی﷣ اس بات پر تیار نہیں ہوئے كہ خود غرض لوگوں كو ان كے ذاتی مفاد كی وجہ سے عوام كے سیاہ و سفید كا مالك بنادیں اور انہیں ان پر مسلط كردیں۔

امام علی﷣ ایك خدا پرست انسان تھے نہ كہ ایك خود خواہ اور خود غرض حاكم جو اپنے ذاتی مفاد كے لئے خدائی احكامات كو پس پشت ڈال دیا كرتے ہیں۔

جنگ صفین میں بھی معاویہ حضرت علی﷣ سے قانونی طور پر حكومت شام كے تمام اختیارات لینا چاہتا تھا اور یہ بھی واضح سی بات تھی كہ معاویہ ان اختیارات كے ذریعہ اپنے خاندان اور اپنی تعریف كرنے والے شكم پرستوں كو عوام كی جان و مال پر مسلط كرنا چاہتا تھا اور اس طرح اس كی حكومت یقیناً اسلامی اقدار كے بر خلاف اونچ نیچ اور طبقتی تفریق كی بنیادوں پر استوار ہوتی۔

لیكن حضرت علی﷣ اسے ایسا كرنے كا موقع دے دیتے؟ كیا اس جیسے بے دین شخص كو اسلامی حكومت كی باگڈور پكڑا دیتے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سكتا تھا؟

اسی دوران مغیرہ بن شعبہ جیسے لوگوں نے بھی النصیحۃ لامراء المسلمین (مسلمانوں كے حاكموں كے لئے نصیحت كی نقاب اوڑھ كر حضرت علی﷣ سے اس قسم كے مطالبے كئے لیكن حضرت علی﷣ نے اس كا سخت جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وَ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَرَانِي أَتَّخِذُ الْمُضِلِّينَ عَضُداً

خدا مجھے اس حالت میں كبھی نہیں دیكھ سكتا كہ میں گمراہوں كو اپنا مددگار بناؤں۔[[251]](#footnote-251)؎

اس طرح كے مطالبے اور اس كے نتیجے میں حالات كی سنگینی كا احساس كرتے ہوئے بعض حضرت علی﷣ كے مخلص اصحاب جیسے عمار یاسر، ابوالہیثم تیہان وغیرہ نے آپ كو مشورہ بھی دیا كہ وقتی طور پر آپ ان لوگوں سے محبت اور رغبت كا اظہار كریں اور ان قوم كے لٹیروں كو امتیازی مقامات دے دیں تاكہ وہ آپ كی حكومت كے خلاف قیام نہ كریں اور بعض حكام اور گورنروں كو اہلیت نہ پاتے ہوئے بھی انہیں ان كے مقام پر باقی ركھیں كیونكہ یہ لوگ ہر حال قوم كے بڑے ہیں لہٰذا آپ ان كا خیال كریں۔

امام علی﷣ نے ان كے جواب میں كہا:

أَ تَأْمُرُونِّي أَنْ أَطْلُبَ النَّصْرَ بِالْجَوْرِ فِيمَنْ وُلِّيتُ عَلَيْهِ وَ اللَّهِ لَا أَطُورُ بِهٖ مَا سَمَرَ سَمِيرٌ وَ مَا أَمَّ نَجْمٌ فِي السَّمَاءِ نَجْمًا

كیا تم مجھے اس بات كا حكم دیتے ہو كہ میں محكوم لوگوں پر ظلم و جور كے ذریعے غلبہ حاصل كروں خدا كی قسم جب تك دنیا موجود ہے اور جب تك آسمان میں كوئی ستارہ دوسرے ستارے كے پیچھے پیچھے چلتا رہے گا میں اس طرح كا كام نہیں كر سكتا۔[[252]](#footnote-252)؎

اس طرح حضرت علی﷣ كا بے انصافی اور طبقاتی تفریق كرنے والوں سے سختی سے مقابلہ كرنے كی وجہ سے اس تحریك كے حامی آپ كے مخالف ہوگئے اور اس طرح جنگ جمل اور جنگ صفین كی شكل میں دو محاذوں پر وہ سامنے آگئے اس كے ساتھ ہی جنگ صفین میں ہی جنگ نہروان كی داغ بیل پڑگئی تھی۔ اس جنگ میں روباہ صفت معاویہ كی طرف سے نیزوں پر قرآن بلند كرنا اور اس كی چكنی چپڑی باتوں كے ذریعہ صلح كی خواہش نے حضرت علی﷣ كے فوجیوں كو سست كردیا اور یہاں تك معاملہ پہنچ گیا كہ لوگ كہنے لگے كہ یہ دو حاكموں كی جنگ ہے اور جو كل تك حضرت علی﷣ كے ساتھی تھے جذبات میں آكر آپ كو كافر كہنے لگے نتیجے میں نوبت یہاں تك پہنچ گئی كہ جنگ نہروان عمل میں آئی جس میں شكست كرنے والے سب حضرت علی﷣ كے وہ ساتھی تھے جنھوں نے جنگ صفین میں آپ كی طرف سے تلوار چلائی تھی۔ اس جنگ میں حضرت علی﷣ كے ہاتھوں سے بھاگ نكلنے والوں نے ملكر آپ ﷣ كے قتل كا منصوبہ بنایا اور اس طرح ابن ملجم اشقی الاولین و الآخرین نے آپ كو شہید كردیا۔ حضرت علی﷣ طبقاتی نظام حكومت اور بے انصافی كے خلاف لڑتے ہوئے اسلام كی راہ میں شہید كر دیئے گئے جیسا كہ آپ كے لئے لوگوں نے كہا:

قتل علی لشدۃ عدلہ

علی اپنے عدل و انصاف میں شدت كی وجہ سے قتل كر دیئے گئے۔

اسی وجہ سے جب آپ كے سر مبارك پر ضربت لگی تو آپ نے فرمایا:

فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَۃِ

كعبہ كے پروردگار كی قسم میں كامیاب ہوگیا۔

علی﷣ كی كامیابی اس وجہ سے نہیں تھی كہ آپ نے ذاتی مفاد كو اہمیت نہیں دی بلكہ اس وجہ سے تھی كہ آپ نے اپنی زندگی كے آخری لمحہ تك عدالت قائم كرنے اور طبقاتی نظام كو ختم كرنے كی كوشش جاری ركھی۔ حضرت علی﷣ یہ چاہتے تھے كہ ذاتی اور شخصی مفاد كو اسلام كے سیاسی اور معاشرتی مفاد پر قربان كردیں تاكہ آئندہ آنے والے مسلمان ظالموں اور ستمگروں كا ڈٹ كر مقابلہ كر سكیں مثال كے طور پر ظالم اسرائیل سے مذاكرے كے لئے تیار نہ ہوں اور سامراجی طاقتوں سے دوستی كے لئے كبھی ہاتھ نہ بڑھائیں اور محمدﷺ كے اسلام كو ایك اجنبی اسلام سمجھ كر معاویہ اور یزید كے اسلام كو نہ اپنالیں۔

## 90۔ ایك استاد اور شاگرد كے درمیان ائمہ﷨ كی سخاوت كے متعلق مناظرہ

شاگرد: ’’بہت سی اسلامی روایت میں ہمیں یہ بات ملتی ہے كہ فلاں امام نے فلاں شاعر یا محتاج كو پیسہ دیا اس طرح كی مختلف روایات ائمہ﷨ كے عطایا كے بارے میں وارد ہوئی ہیں كیا یہ روایتیں صحیح ہیں؟‘‘

استاد: ’’ممكن ہے بعض روایتوں كی سند صحیح نہ ہو لیكن اس طرح كی اتنی زیادہ روایتیں موجود ہیں كہ جن كا انكار نہیں كیا جاسكتا اور قطعی طور پر ان سب میں كچھ روایتیں تو ہر لحاظ سے صحیح ہیں۔

نمونے كے طور پر مندرجہ ذیل چار روایتوں پر توجہ فرمائیں:

1۔ عبد الرحمن سلمی نے امام حسین﷣ كے بیٹے كو سورہ حمد پڑھایا تو آپ نے اسے ہزار دینار دیا اور اس زمانے كا بہترین ہزار جوڑا انعام كے طور پر دیا اور اس كا منہ موتیوں سے بھر دیا۔[[253]](#footnote-253)؎

2۔ ایك بھٹكا ہوا مسافر امام رضا﷣ كی خدمت میں آكر كہنے لگا میرے پاس زاد راہ ختم ہو گیا ہے آپ مجھے كچھ پیسے دیں تاكہ میں اپنے وطن واپس جا سكوں میں وطن پہنچ كر اتنی ہی مقدار میں آپ كی طرف سے صدقہ دے دوں گا۔

امام رضا﷣ اٹھ كر اپنے گھر كے اندر گئے اور دو سو درہم كی تھیلی لا كر اسے دیا اور فرمایا:

یہ پیسہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے لہٰذا یہ لازم نہیں ہے كہ تم میری طرف سے اتنی مقدار صدقہ كرو۔[[254]](#footnote-254)؎

3۔ امام سجاد﷣ نے فرزدق كے لئے قید میں بارہ ہزار درہم یہ كہہ كر بھیجا كہ تمہیں ہمارے حق كی قسم ہے تم اسے قبول كر لو اور فرزدق نے قبول كر لیا۔[[255]](#footnote-255)؎

4۔ دعبل نے اہل بیت﷨ كے مصائب پر ایك مرثیہ پڑھا تو امام رضا﷣ نے انہیں ایك تھیلی بھیجی جس میں سو دینار تھے دعبل نے ان تمام سكوں كو جن پر امام كا نام لكھا تھا عراقی شیعوں میں بانٹ دیا اور ایك ایك سكے كے بدلے سو دینار لے كر اپنے زندگی آسودہ كرلی۔[[256]](#footnote-256)؎

اس سلسلے میں اس طرح كی اور بہت سی روایتیں پائی جاتی ہیں۔‘‘

شاگرد: ’’اگر یہ تمام روایتیں صحیح ہیں تو حضرت علی﷣ بیت المال كے صرف كرنے میں اتنی سختی كیوں كرتے تھے؟ اور لوگوں میں برابر سے تقسیم كرتے تھے جیسے ان كے بھائی عقیل نے جب اپنی ضرورت كے تحت اپنا حصہ بڑھا نے كے لئے كہا تو حضرت علی﷣ نے لوہے كی ایك سلاخ گرم كر كے عقیل كے بدن سے چھلا دیا جناب عقیل نے ایك روح فرسا چیخ ماری تو امام علی﷣ نے فرمایا:

عورتیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں تم ایك انسان كی جلائی ہوئی آگ سے چیختے ہو لیكن مجھے اس آگ كی طرف لے جارہے ہو جسے خدا نے اپنے غیظ و غضب سے جلا ركھا ہے تم ایك چھوٹی سی اذیت سے ڈرتے ہو تو كیا میں ہمیشہ بھڑگنے والے آگ سے نہ ڈروں؟[[257]](#footnote-257)؎

استاد: ’’یہی تمہاری غلطی ہے كہ تم یہ تصور كرتے ہو كہ تمام ائمہ﷨ كی در آمد صرف بیت المال ہی تھی اسی وجہ سے ان كے عطیہ اور بخشش اور علی﷣ كی بیت المال میں سختی كو ایك طرح كا تضاد سمجھ رہے ہو جبكہ حقیقت یہ ہے كہ ائمہ﷨ كی در آمد كے مختلف ذرائع تھے اور حضرت علی﷣ كے علاوہ تمام ائمہ﷨ بھی بیت المال كے مصرف میں وہی سختی كرتے تھے جو حضرت علی﷣ كیا كرتے تھے۔

جیسا كہ حضرت علی﷣ نے جب عمر، ابو بكر اور عثمان كے زمانہ خلافت میں شیعوں كو بڑی سخت زندگی گزارتے دیكھا تو آپ نے پچیس سال تك كھیتی كی اور اس پچیس سال میں آپ نے بہت سی زمینوں كو قابل كاشت بنایا اور پھر اسے اپنے شیعوں كے درمیان تقسیم كر دیا تاكہ وہ آرام سے رہ سكیں۔ آپ نے اس كے لئے ایك وقف تشكیل دے ركھا تھا جو ان زمینوں كی مجموعی در آمد كو فقراء كو تقسیم كرتے اور فقراء و پریشان حال شیعوں میں بانٹ دیا كرتے تھے۔

اسی طرح امام صادق، امام باقر اور دیگر ائمہ﷨ نے زراعت اور جانوروں كے ذریعے تجارت كیا ہے آپ ان كاموں كے لئے كچھ افراد كو معین كر دیا كرتے تھے كیونكہ انہیں اس بات كا خیال تھا كہ مذہب حق كے پیروكار كہیں غریبی كی جہ سے دوسری طرف نہ مائل ہو جائیں اسی لئے ائمہ﷨ اپنے اصحاب اور خاص خاص دوستوں اور خود اپنی زمینوں اور غلوں سے ہونے والی آمدنیوں كو اپنے غریب شیعوں پر خرچ كر دیا كرتے تھے اور اسی مال سے ان كا خیال ركھتے تھے اور ان كی حفاظت كرتے تھے ان كے عطیات اور بخششیں اسی دولت سے ہوا كرتے تھے نہ كہ بیت المال سے۔‘‘

شاگرد: ’’میں آپ كی اس منطقی گفتگو سے قانع ہوں لیكن میں آپ سے یہ درخواست كرتا ہوں كہ ائمہ﷨ كی در آمد كے ذرائع كے دوچار نمونے بھی ذكر كردیں۔‘‘

استاد: ’’بہت ہی اچھا سوال ہے میں چند نمونے ذكر كرتا ہوں:

1۔ امام علی﷣ نے اپنے دو باغ جن میں كنواں بھی تھا ابو نیر نامی ایك مسلمان كو دے ركھا تھا جن میں سے ایك كا نام ’ابو نیزر‘ تھا اور دوسرے كا ’بغیغہ‘ ان دونوں باغوں میں كاشتكاری بھی ہوتی تھی۔

ابو نیزر كا بیان ہے كہ ایك روز میں باغ میں تھا سے دوران علی﷣ باغ میں داخل ہوئے اور مجھ سے فرمایا: ’’كیا تمہارے پاس كھانا ہے؟‘‘

میں نے كہا: ’’اسی باغ كے ایك كدو كو میں نے پكایا ہے آپ نے جاكر وہ كھنا لیا اور كھانا كھانے كے بعد كدال اٹھا كر اس كھیت میں داخل ہوگئے۔ تھوڑی دیر تك كھودنے كے بعد جب آپ پسینے میں شرابور ہوگئے تو گڑھے سے باہر آئے اور تھوڑا آرام كرنے كے بعد پھر آپ كام میں مشغول ہوگئے گڑھےكے اندر سے میں كدال كی آواز كے ساتھ آپ كی زیرلب آواز بھی سن رہا تھا آپ نے اس گڑھے كو كھودا اور اس كی گھاس پھوس كو صاف كر دیا یہاں تك كہ اونٹ كی گردن كے اتنا اس میں پانی بڑھ گیا اس كے بعد آپ اس گڑھے سے باہر آئے اور فرمایا: ’’خدا كی قسم! میں نے اس چشمے كو وقف كردیا۔‘‘ اس كے آپ نے كاغذ قلم مانگا میں نے لا كر دیا تو آپ نے وہیں وقف نامہ تحریر كردیا۔

روایت میں ہے كہ ایك دفعہ امام حسین﷣ مقروض ہوگئے تو معاویہ نے آپ كے پاس دولاكھ درہم بھیجے اور اس چشمے كو خرید نے كی خواہش كا اظہار كیا تو امام حسین﷣ نے اسے جواب دیا:

میرے بابا نے اس كھیت اور چشمے كو وقف كر دیا ہے تاكہ قیامت میں جہنم كی آنچ سے محفوظ رہیں میں اسے كسی قیمت پر نہیں بیچ سكتا۔[[258]](#footnote-258)؎

2۔ امام محمد باقر﷣ اپنے كھیت میں پھاوڑا چلانے میں مشغول تھے كہ تبھی محمد بن منكدر نام كا ایك زاہد نما شخص آپ كو دنیا كا لالچی سمجھ كر كہنے لگا۔ اگر تم اسی حالت میں مرجاؤ تو بڑی سخت حالت ہوگی۔

امام باقر﷣ نے فرمایا:

خدا كی قسم اگر اس حالت میں میری موت آجائے جب میں اطاعت خدا میں مشغول ہوں تو بڑی اچھی بات ہوگی كیونكہ میں تمہاری دنیا كے كسی بھی شخص كا محتاج نہیں رہوں گا میں تو گناہ كے عالم میں موت آنے سے ڈرتا ہوں۔[[259]](#footnote-259)؎

اسی طرح كی ایك روایت امام جعفر صادق﷣ كے بارے میں بھی نقل ہوئی ہے۔[[260]](#footnote-260)؎

3۔ ابو حمزہ كہتے ہیں كہ میرے باپ نے كہا كہ میں ایك روز ایك كھیت میں گیا تو دیكھا كہ امام كاظم﷣ پھاوڑا چلانے میں مشول ہیں اور ان كا بدن پسینے میں ڈوبا ہوا ہے میں نے كہا آپ كے غلام اور دوسرے لوگ كہاں ہیں كہ آپ پھاوڑا چلا رہے ہیں؟

آپ﷣ نے فرمایا:

وہ لوگ جو مجھ سے اور میرے باپ سے افضل تھے انھوں بھی اپنا كام اپنے ہاتھوں سے كیا ہے۔

میں نے سوال كیا: ’’وہ كون لوگ تھے؟‘‘

آپ ﷣نے فرمایا:

رَسُوْلُ اللهِ وَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ آبَائِيْ كُلُّهُمْ عَمِلُوْا بِاَيْدِيْهِمْ وَ هُوَ مِنْ عَمَلِ النَّبِيِّيْنَ وَ الْمُرْسَلِيْنَ وَ الصَّالِحِيْنَ.

رسول خداﷺ اور حضرت علی﷣ اور میرے آباو اجداد سب كے سب اپنے ہاتھوں سے اپنا كام كیا كرتے تھے یہ انبیاء اور صالح اوصیاء كا كام ہے۔[[261]](#footnote-261)؎

شاگرد: ’’میں آپ كے اس قانع كنندہ جواب كے لئے بہت شكر گزار ہوں اس طرح كی اور باتیں ہوں تو آپ بیان فرمائیں۔ تاكہ میں زیادہ سے زیادہ استفادہ كر سكوں۔‘‘

استاد: ’’ضروری بات یہ كہ ائمہ﷨ كے زمانے میں شیعہ جو حقیقی اسلام پر عمل پیرا تھے ان كی حالت نہایت ابتر تھی اور روز بروز ایام ان پر تنگ ہوتے چلے جارہے تھے كیونكہ ان كے حقوق اور وظیفے بند كر دیئے جاتے جس كی وجہ سے وہ نہایت فقیرانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے لہٰذا ائمہ﷨ كے اس طرح كے كاموں كی وجہ سے دشمنوں نے جو منصوبہ بنا ركھا تھا كہ شیعوں كو تنگی میں ركھا جائے تاكہ وہ مجبوراً اپنے مذہب سے پھر جائیں نا كام ہو گیا۔

لہٰذا اس وقت ان لوگوں كو خمس و زكات كے مال میں سے دینا بھی كوئی قابل اعتراض كام نہ ہوتا تاكہ اس كے ذریعے حقیقی اسلام بچا رہے كیونكہ بیت المال كے مصرفوں میں سے ایك مصرف اسلام كی استواری اور استحكام كے لئے اسے خرچ كرنا بھی ہے۔[[262]](#footnote-262)؎

## 91۔ حضرت علی﷣ اور مسئلہ وحی كے بارے میں ایك مناظرہ

مسجد لوگوں سے چھلك رہی تھی اور ایك عالم دین نے حضرت علی﷣ كی شان میں تقریر كرتے كرتے مندرجہ ذیل روایت نقل كیا:

ایك روز پیغمبر اكرمﷺ نے پانی مانگا تو اس وقت آپ كے پاس حضرت علی، جناب فاطمہ اور امام حسن و امام حسین﷨ موجود تھے۔ آپ كو پانی لاكر دیا گیا آپ نے پہلے اسے امام حسن﷣ كی طرف بڑھایا اس كے بعد امام حسین﷣ اور آخر میں جناب فاطمہ زہرا﷥ كی طرف بڑھایا تو آپ نے فرمایا: ھنیاً مریاً لك

لیكن جب علی﷣ كی طرف پانی بڑھایا اور آپ نے پانی پیا تو آنحضرتﷺ نے فرمایا:

ہنیأً مریأً لك یا ولی و حجتی علی خلقی

اور اسی وقت آپ سجد بجالائے۔ جناب فاطمہ﷥ نے رسول اكرمﷺ سے پوچھا: آپ كے سجدہ كا كیا راز تھا؟ تو پیغمبر اكرمﷺ نے فرمایا:

جب تم لوگوں نے پانی پیا اور میں نے كہا: ہنیأً مریاً تو میرے كانوں میں آواز آئی كہ میرے ساتھ ساتھ فرشتے بھی یہ كہہ رہے ہیں لیكن جب علی﷣ نے پانی پیا اور ان كے لئے میں نے ہنیأً مریأً لك كہا تو میرے كانوں میں خدا كی آواز پہنچی كہ وہ بھی یہی كہہ رہا ہے جس كی جہ سے اس كی نعمت پر سجدہ شكر بجالایا۔[[263]](#footnote-263)؎

سامع: ’’كیا خدا بولتا ہے كہ پیغمبرﷺ نے اس كی آواز سنی؟‘‘

مقرر: ’’خداوند متعال نے ممكن ہے كسی جگہ میں آواز پیدا كی جسے پیغمبر اكرمﷺ نے سنا كیونكہ واضح طور پر انبیاء اور خدا میں تین طرح سے ارتباط ہوتا ہے:

1۔ قلب پر القاء، جو بہت سے انبیاء پر وحی نازل ہونے كے بارے میں پایا جاتا ہے۔

2۔ جبرئیل﷣ كے ذریعے جو وحی خدا لانے والے ہیں جیسا كہ سورہ بقرہ آیت 97 میں اس كا ذكر كیا گیا ہے۔

3۔ حجاب كے پیچھے سے یا آواز ایجاد كرنا جیسا كہ خداوند متعال نے جناب موسیٰ﷣ سے بات كی۔

وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا [[264]](#footnote-264)؎

اسی طرح سورہ طہٰ كی 11؍ویں اور 12؍ ویں آیت كے مطابق حضرت موسیٰ﷣ نے آگ كے اندر سے خدا كی آواز سنی:

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَا مُوسٰى. إِنِّي أَنَا رَبُّكَ...

اور جب وہ اس كے (آگ) پاس آئے تو ندادی گئی اے موسیٰ بلاشبہ میں تمہارا پروردگار ہوں۔

سورہ شوری كی 51؍ویں آیت میں ان تین طریقوں كی وحی كی تصریح كی گئی ہے اس طرح خداوند عالم قضا یا كسی ایك جگہ آواز پیدا كرتا ہے جسے اس كے انبیاء سنتے ہیں۔

سامع: ’’معذرت چاہتاہوں میں خیال كررہا تھا كہ وحی كی صرف ایك قسم ہے جو صرف جناب جبرئیل﷣ كے ذریعے آتی ہے لیكن آپ كے بیان سے معلومات میں اضافہ ہوا اور ساتھ ساتھ میں یہ بھی سمجھ گیا كہ خداوند متعال كے نزدیك علی﷣ كی منزلت كیا ہے جیسا كہ خداوند متعال نے اپنے پیغمبرﷺ كے ساتھ ہم زبان ہوكر فرمایا: ھنیاً مریاً

لیكن دوسرا سوال میرا یہ ہے كہ كیا قرآن كی آیتوں كے علاوہ بھی پیغمبر اكرمﷺ پر وحی كے طور پر كچھ چیزیں نازل ہوئی ہیں؟‘‘

مقرر: ’’ہاں پیغمبر اكرمﷺ قرآنی آیات كے علاوہ احكام وغیرہ كے بارے میں بہت سی باتیں بتاتے تھے جو تمام كی تمام وحی الٰہی ہوتی تھیں پیغمبر اكرمﷺ نے معارف اور احكام اسلام الٰہی كو صرف وحی كے ذریعے لوگوں كو بتایا جیسا كہ سورہ نجم كی دوسری اور تیسری آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى.

وہ اپنی خواہش سے كچھ نہیں بولتا وہ وہی كہتا ہے جو وحی ہوتی ہے۔

## 92۔ ایك طالب علم اور عالم دین كا مناظرہ

ایك جگہ كچھ مومنین بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایك طالب علم اور ایك عالم دین كے درمیان اس طرح مناظرہ ہوا۔

طالب علم: قرآن میں چند جگہوں میں من جملہ سورہ اعراف كی 143؍ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں كہ موسیٰ﷣ نے خدا سے عرض كیا:

رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ

پالنے والے تو خود كو دكھا دے تاكہ میں تجھے دیكھ سكوں۔

لیكن خداوند متعال نے فرمایا:

لَنْ تَرَانِي

تم مجھے ہرگز نہیں دیكھ سكتے۔

میرا سوال یہ ہے كہ خداوند متعال نہ جسم ركھتا ہے نہ كوئی مكان ركھتا ہے اور نہ دیكھنے والی چیز ہے حضرت موسیٰ﷣ نے اولی العزم پیغمبر ہوتے ہوئے بھی كیسے اس طرح كا سوال كیا جبكہ اگر كوئی عام آدمی بھی اس طرح كا سوال كرے تو لوگ اسے اچھا نہیں كہیں گے؟

عالم دین: احتمال پایاجاتا ہے كہ موسیٰ﷣ كا یہ سوال دل كی آنكھوں سے دیكھنے كے لئے ہو نہ كہ ان ظاہری آنكھوں سے جیسے یہ ہماری اور آپ كی آنكھوں ہیں موسیٰ﷣ اپنے سوال كے ذریے روحی اور فكری شہود تك پہنچنا چاہتے تھے یعنی خدا یا مجھے ایسا بنا دے كہ میرے قلب میں تیرا یقین كوٹ كوٹ كر بھر جائے گویا میں تجھے دیكھ رہاہوں۔ اور بہت سی جگہوں پر لفظ روئیت اس معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً ہم كہتے ہیں میں اپنے اندر ایسی طاقت دیكھ رہاہوں كہ میں یہ كام با آسانی انجام دے سكتا ہوں جبكہ قدر اور طاقت دیكھنے والی چیز نہیں ہے۔‘‘

طالب علم: ’’اس طرح كی تفسیر آیت كے ظاہری لفظ كے خلاف ہے كیونكہ ظاہر لفظ ارنی اپنے كو مجھے دكھا، آنكھ سے دیكھنے پر دلالت كرتا ہے جیسے خدا كے جواب لن ترانی سے سمجھا جاسكتا ہے كہ موسیٰ﷣ كا سوال انہیں آنكھوں سے دیكھنے كے لئے تھا اور اگر رویت اور شہود سے مراد فكری روحی اور باطنی رویت ہوتی تو خداوند متعال ہر گز منفی جواب نہ دیتا اس طرح كا شہود خداوند متعال اپنے خاص بندوں كو یقینی طور پر عطا كرتا ہے۔‘‘

عالم دین: ’’فرض كریں كہ جناب موسیٰ﷣ نے خدا كو دیكھنے كی خواہش كی تھی جیسا كہ ظاہری الفاظ سے سمجھا جاسكتا ہے لیكن اگر ہم تاریخ میں اس واقعہ كی ورق گردانی كریں تو ہمیں ملتا ہے كہ یہ سوال ان كی قوم كا تھا جسے جناب موسیٰ﷣ نے اپنی زبان سے ادا كیا تھا كیونكہ ان كی قوم والے اس بات پر مصر تھے كہ وہ خدا كو دیكھیں گے اس لئے انہیں مجبورًا یہ جملہ ادا كرنا پڑا۔

توضیح كے طور پر یہ كہ فرعونیوں كی ہلاكت اور بنی اسرائیل كی نجات كے بعد جناب موسیٰ﷣ اور بنی اسرائیل كے درمیان دوسری بہت سی باتیں وجود میں آئیں ان میں سے ایك یہ كہ بنی اسرائیل كے كچھ افراد جناب موسیٰ﷣ سے ضد كر رہے تھے كہ ہم خدا كو دیكھیں گے بغیر خدا كو دیكھے ہم ایمان نہیں لاسكتے۔ جناب موسیٰ﷣ آخر میں مجبور ہو كر بنی اسرائیل كے 70 افراد كو لے كر كوہ طور پر گئے اور وہاں پہنچ كر آپ نے خدا كی بارگاہ میں ان كی سوال كو بیان كیا اس وجہ سے جناب موسیٰ ﷣ نے اپنی قوم كے اصرار اور ضد پر خدا سے اس طرح كا سوال كیا تھا اس طرح جب زلزلہ آیا تو جناب موسیٰ﷣ كے علاوہ تمام 70؍ افراد ہلاك ہو گئے تو جناب موسیٰ﷣ نے خدا سے عرض كیا:

أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا [[265]](#footnote-265)؎

كیا تو ہمیں اس كام كے لئے ہلاك كر رہا ہے جو ہمارے بیوقوفوں نے انجام دیا ہے؟

بات كو پوری كرتے ہوئے یہ كہ خداوند متعال نے جناب موسیٰ﷣ سے فرمایا: ’’تم مجھے ہرگز نہیں دیكھ پاؤگے لیكن كوہ طور پر چكر لگاؤا گریہ خود اپنی جگہ پر باقی رہ گیا تو مجھے دیكھ لوگے۔‘‘ جب خداوند متعال كی كوہ طور پر تجلی ہوئی تو اس نے كوہ طور كو زمین كے برابر كر دیا اور جناب موسیٰ﷣ بے ہوش ہو كر گرپڑے اور جب ہوش آیا تو خداوند متعال سے كہا:

سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ.[[266]](#footnote-266)؎

پاك و پاكیزہ ہے تو میں توبہ كیا اور میں سب سے پہلا مومن ہوں۔

پہاڑ پر الٰہی جلوہ (جیسے گرج چمك بجلی) كے ظاہر كرنا اپنے آثار ظاہر كرنے كے مترادف ہے جس كی وجہ سے پہاڑ ٹكڑے ٹكڑے ہو گیا اور موسیٰ﷣ اور ان كے ساتھیوں كو خداوند متعال نے اپنی قدرت نمائی سے اسے بے ہوش كیا كہ تم لوگ سمجھ لو كہ جب خدا كی ایك قدرت اور اثر كا تحمل نہیں كر سكتے تو اس كے پورے وجود كو سمجھنے كی كوشش كیوں كرتے ہو؟ تم ہرگز اپنی ان آنكھوں سے جو مادی ہیں خدا وند متعال كے مجرد و جود كو نہیں دیكھ سكتے ہو اس طرح جناب موسیٰ﷣ كے ساتھیوں نے خداوند متعال كو قلب كی آنكھوں سے دیكھا اور ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا كہ اسے ان ظاہری آنكھوں سے ہرگز نہیں دیكھا جا سكتا ہے۔‘‘

طالب علم: ’’آپ كے اس مفصل بیان كا بہت بہت شكریہ میں اس موضوع پر مطمئن ہو گیا اور اس چیز كی امید ركہتا ہوں كہ اسی طرح آپ منطقی استدلال سے میرے دوسرے شبہات ابھی باقی ہیں جنہیں میں انشاء اللہ كسی اور وقت بیان كروں گا۔‘‘

عالم دن: ’’قابل توجہ بات تو یہ كہ اہل سنت كے اكثر مفسرین آیت الكرسی كی تفسیر كرتے ہوئے جناب موسیٰ﷣ كے واقعے سے مشابہ دوسرا ایك واقعہ نقل كرتے ہیں جس كا خلاصہ یہ ہے:

جناب موسیٰ﷣ نے عالم خواب (یا بیداری كی حالت) میں فرشتوں كو دیكھا تو ان سے سوال كیا كہ كیا ہمارا خدا سوتا ہے؟ خداوند متعال نے اپنے فرشتوں پر وحی كی كہ موسیٰ﷣ كو سونے نہ دو۔ فرشتوں نے جناب موسیٰ﷣ كو تین بار نیند سے بیدار كیا اور ان كے ساتھ وہ لگے رہے كہ وہ سونے نہ پائیں جناب موسیٰ﷣ تھك كر چور ہوگئے اور نیند كا احساس كیا تو خداوند متعال كی وحی كے مطابق ان كے دونوں ہاتھوں میں پانی سے بھری شیشیاں تھما دی گئیں۔ جناب موسیٰ﷣ اپنے دونوں ہاتھوں میں ان دونوں شیشیوں كو لئے ہوئے ان كی حفاظت كر رہے تھے یہ دیكھ كر فرشتے چلے گئے اور ابھی چند ثانیے بھی نہ گزرنے پائے تھے كہ نیند كا اثر ان پر غالب آیا اور اسی وقت ان كے ہاتھ سے شیشیاں چھوٹ كر گر گئیں اور چور چور ہو گئیں۔ خداوند متعال نے جناب موسیٰ﷣ پر وحی كی میں زمین و آسمان كو اپنی قدرت سے بچائے ہوئے ہو فلو اخذنی نوم اونعاس لزالتا اگر نیند یا ہلكی سی جھپكی بھی مجھ پر غالب آجائے تو زمین و آسمان فنا ہو جاتے۔[[267]](#footnote-267)؎

یہاں پر ایك سوال پیدا ہوتا ہے كہ جناب موسیٰ﷣ نے كیسے فرشتوں سے اس طرح كا سوال كیا جبكہ وہ پیغمبر تھے اور جانتے تھے كہ خداوند متعال جسم كی تمام ضرورتوں جیسے نیند وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوتا ہے؟

فخر رازی اس سوال كے جواب میں كہتے ہیں: اگر ہم فرض كریں كہ مذكورہ روایت صحیح ہے تو ہمیں مجبوراً كہنا پڑے گا كہ موسیٰ﷣ كا یہ سوال نہ تھا بلكہ اس جاہل اور ہٹ دھرم قوم كا سوال تھا۔[[268]](#footnote-268)؎

واضح طور پر یہ كہ جناب موسیٰ﷣ نے اپنی قوم كے اصرار اور ضد سے پریشان ہو كر خداوند متعال كی بارگاہ میں اس طرح كا سوال كرتے تھے تاكہ خداوند متعال انہیں اپنی واضح نشانیوں كے ذریعے ہدایت كردے اور جناب موسیٰ﷣ كے ہاتھ كی شیشیوں كا ٹوٹنا اگر چہ ایك بہت ہی معمولی سا حادثہ ہے لیكن عام لوگوں كو سمجھا نے كے لئے یہ بہت ہی اہم اور ضروری تھا۔

ممكن ہے یہ بھی كہا جائے كہ جناب موسیٰ﷣ كی قوم میں اس طرح كے پس و پیش والے لوگ تھے جو اس طرح كی باتیں كیا كرتے تھے جناب موسیٰ﷣ نے ایسے ہی لوگوں كی ہدایت كے لئے خداوند عالم سے اس طرح سوال كیا تاكہ اس كے واضح جواب میں اپنی قوم كو گمراہی سے نجات دے سكیں۔

## 93۔ طالب علم اور عالم دین كا عورتوں كی مہر كے مسئلے میں دوسرا مناظرہ

طالب علم: ’’میں نے مكرر یہ بات سنی ہے كہ اسلام نے اس بات كی تاكید كی ہے كہ عورتوں كی مہر كم سے كم ركھی جائے یہاں تك كہ پیغمبر اكرمﷺ نے فرمایا ہے: ہشوم المرئۃ غلاء المہر۔ منحوس عورت وہ ہے جس كی مہر زیادہ ہو۔[[269]](#footnote-269)؎

أَفْضَلُ نِسَاءِ أُمَّتِي أَصْبَحُهُنَّ وَجْهاً وَ أَقَلُّهُنَّ مَهْراً

میری امت كی بہتری عورتیں وہ ہیں جو سب سے زیادہ صبیح چہرے والی ہوں اور جن كا مہر سب سے كم ہو۔[[270]](#footnote-270)؎

لیكن قرآن كریم میں دو جگہ ایسی آیتیں پائی جاتی ہیں جہاں زیادہ سے زیادہ مہر قرار دینا بہتر كہا گیا ہے اور قرآن نے بھی اس بات پر رضایت كا اظہار كیا ہے۔‘‘

عالم دین: ’’قرآن میں كہاں اس طرح كی باتیں آئی ہیں؟‘‘

طالب علم: ’’پہلی جگہ سورہ نساء كی بیسویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا

اگر تم نے اپنی بیوی كے بجائے كسی اور عورت سے شادی كرنے كا ارادہ كر لیا ہے تو جو تم نے اسے مال كثیر دیا تھا اس میں سے كچھ واپس نہ لو۔

لفظ قنطار كے معنی بہت سے مال كے ہوتے ہیں۔ جو ہزاروں درہم و دینار میں كہا جائے گا۔ قرآن كی اس آیت میں لفظ قنطار لایا گیا ہے جس پر قرآن نے كسی طرح كی تنقید بھی نہیں كی ہے بلكہ یہ فرمایا ہے كہ ان سے كچھ واپس نہ لو اس طرح اس سے یہ معلوم ہوتا ہے كہ عورت كی مہر زیادہ قرار دینا بری بات نہیں ہے ورنہ قرآن اس بری بات پر ضرور كچھ نہ كچھ كہتا۔

اسی بنا پر روایت میں آیا كہ عمر بن خطاب نے اپنی خلافت كے زمانے میں جب دیكھا كہ لوگ عورتوں كی مہر زیادہ سے زیادہ ركھ رہے ہیں تو یہ منبر پر گئے اور لوگوں پر اعتراض كرتے ہوئے كہا: ’’تم لوگ كیوں زیادہ مہر ركھتے ہو۔ اور خبردار كیا كہ اگر اب سن لیا كہ كسی نے اپنی بیوی كی چودہ ہزار سے زیادہ مہر ركھی ہے تو اس پر حد جاری كروں گا اور چودہ ہزار سے زیادہ والی رقم لے كر بیت المال میں جمع كردوں گا۔‘‘

ایك عورت نے منبر كے نیچے سے كہا: ’’كیا تم مجھے چودہ ہزار سے زیادہ مہر ركھنے سے منع كرتے ہو اور اگر كسی نے زیادہ ركھی تو اس سے لینے كو كہتے ہو؟‘‘

عمر نے كہا: ’’ہاں۔‘‘

عورت نے كہا: ’’كیا قرآن كی یہ آیت تم نے نہیں سنی ہے جس میں خداوند متعال فرماتا ہے:

وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا

عمر نے اس عورت كی بات كی تصدیق كی اور استغفار كرتے ہوئے كہا:

كُلُّ النَّاسِ أَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ حَتَّى الْمُخَدَّرَاتِ فِي الْحِجَالِ.

تمام كے تمام لوگ یہاں تك كہ پردہ میں رہنے والی عورتیں بھی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں۔[[271]](#footnote-271)؎

عالم دین: ’’آیت مذكورہ كی شان نزول یہ ہے كہ اسلام سے پہلے، زمانے جاہلیت میں یہ رسم تھی كہ اگر كوئی شخص اپنی پہلی بیوی كو طلاق دیكر دوسری شادی كرنا چاہتا تھا تو اس پر بری بری تہمتیں لگاتا تھا تاكہ وہ پریشان ہو كر اپنی وصول شدہ مہر كو واپس دیكر طلاق لے لے اور بعد میں اسی مہر كو وہ اپنی دوسری بیوی كے لئے معین كردے۔

آیت مذكروہ نے اس فعل كی شدت سے مذمت كی اور كافی برا بھلا كہا ہے اور آیت كا بیان ہے جو مہر تم نے قراردی ہے اگر وہ (قنطار) مال كا ایك ڈھیر بھی ہو تو بھی اس میں سے جبراً كچھ بھی واپس نہ لو۔

اسلام كی نظر میں مہر كا كم قرار دینا بہتر ہے لیكن اگر كسی سے یہ فعل سرزد ہو گیا اور اس نے عورت كی زیادہ مہر معین كردی تو بعد میں بغیر عورت كی رضا مندی كے اس سے كم نہیں كیا جا سكتا۔ اسی بنا پر مذكورہ آیت مہر كو كم ركھنے كے حكم سے كسی طرح سے بھی منافات نہیں ركھتی اور عمر اور عورت كے بحث میں یہ كہنا چاہیے كہ عورت كا جواب بالكل صحیح تھا كیونكہ عمر نے كہا تھا كہ اگر كسی نے چودہ ہزار درہم سے زیاد مہر معین كی تو اضافی رقم لے كر بیت المال میں جمع كردی جائے گی۔ عورت نے مذكورہ آیت پڑھكر عمر سے كہا مہر معین كرنے كے بعدتم بقیہ رقم واپس لینے كا كوئی حق نہیں ركھتے۔ عمر نے بھی عورت كی اس بات كو قبول كر لیا۔

نتیجہ یہ كہ اسلام میں كم مہر ركھنا مستحب موكد ہے لیكن اگر اس سنت كو كسی نے ترك كیا اور زیادہ مہر ركھ دیا تو بغیر عورت كی رضایت كے اسے كم كرنے كا حق نہیں ركھتا۔‘‘

طالب علم: ’’آپ كے اس مفصل بیان كا شكریہ جو بہت ہی منطقی تھا اور اس سے میں قانع ہوگیا…… اب مجھے اجازت دیجئے كہ میں آپ كی خدمت میں دوسرا سوال پیش كروں۔‘‘

عالم دین: ’’قرمائیں۔‘‘

طالب علم: ’’قرآن كریم میں جناب موسیٰ﷣ اور جناب شعیب﷣ كا واقعہ ملتا ہے جب جناب موسیٰ﷣ فرعونیوں كے ڈر سے بھاگ كر مدائن شہر پہنچے اور آخر میں جناب شعیب﷣ كے گھر میں داخل ہوئے تو جناب شعیب﷣ نے جناب موسیٰ﷣ سے كہا:

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلٰى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ

میں اپنی ان دونوں بیٹیوں (صفورا و لعیا) میں سے كسی ایك كی شادی تمہارے ساتھ اس شرط پر كرنا چاہتاہوں كہ تم آٹھ سالوں تك میرے یہاں كام كرو اور اگر تم نے اسے دس كر دیا تو یہ تمہاری مرضی ہے، میں تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا اور تم انشاء اللہ مجھے صبر كرنے والوں میں پاؤگے۔

موسیٰ﷣ نے جناب شعیب﷣ كی اس خواہش كی قدر كی ان كی درخواست قبول كی۔

واضح سی بات ہے كہ آٹھ سال كام كرنا بہت ہی زیادہ مہر ہے جسے خدا كے دو نبیوں نے قبول كیا ہے اور قرآن نے بھی بغیر كسی تنقید كے اس واقعہ كو نقل كیا ہے۔

قرآن كا تنقید نہ كرنا زیادہ مہر قرار دینے كی اجازت دیتا ہے۔

عالم دین: جناب موسیٰ﷣ اور جنب شعیب﷣ كے واقعے كے بارے میں یہ جاننا چاہیے كہ جناب موسیٰ﷣ كی جناب شعیب﷣ كی لڑكیوں كے ساتھ شادی معمولی شادی نہیں تھی بلكہ یہ ایك مقدمہ تھا تاكہ موسیٰ﷣ شہر مدائن كے شیخ جناب شعیب﷣ كے مكتب میں كافی دن تك رہكر علم و كمال حاصل كریں۔

اگر چہ درست ہے كہ موسیٰ﷣ نے ان كے یہاں كئی سال كام كر كے مہر ادا كی لیكن شعیب﷣ نے بھی موسیٰ﷣ اور ان كی بیوی كا خرچ چلایا اور اگر موسیٰ﷣ اور ان كی بیوی كی زندگی كا خرچ موسیٰ﷣ كی مزدوری سے كم كر دیا جائے تو بہت كم مال باقی بچتا ہے اور اس لحاظ سے مہر كی مقدار بہت كم قرار پائے گی۔

لہٰذا اس طرح جناب شعیب﷣ كی بیٹی كا بھاری مہر در اصل جناب موسیٰ﷣ كی مادی و معنوی زندگی كے تحفظ كے لئے ایك مقدمہ تھا جو جناب شعیب﷣ نے اپنی بیٹی كی مرضی سے انجام دیا تھا۔

واضح اور روشن عبارت میں یہ كہ جناب شعیب﷣ ظاہری طور پر بھاری اور زیادہ مہر قرار دیكر جناب موسیٰ﷣ كی تنہائی ختم كر ناچاہتے تھے نہ كہ ان كا مقصد انہیں اس مہر سے پریشان كرنا تھا بلكہ ان كا مقصد موسیٰ﷣ كی زندگی سہل اور آسان بنانا تھا جیسا كہ انھوں نے فرمایا:

مَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ

میں تمہیں زحمت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔

طالب علم: ’’آپ دل كش اور استدلالی بیان كا یہت بہت شكریہ۔ سچ مؤ جناب شعیب﷣ نے ذہانت اور ہوشمندانہ تدبیر سے جناب موسیٰ﷣ كی بہت اچھی خدمت كی۔‘‘

## 94۔ معاویہ پر لعنت كے جواز كے متعلق ایك مناظرہ

عظیم مرجع مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید عبد اللہ شیرازی فرماتے ہیں: اہل سنت كے تقریباً بیس افراد خراسان تربت جام وغیرہ سے حج كے لئے مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے وہاں پر میں بھی انہیں كے ساتھ باغ صفا میں رہتا تھا۔

ایك روز میرے قریب ہی رہنے والی كچھ اصفہانی حجاج كے ساتھ یہ طے پایا كہ مجلس عزا منعقد كی جائے كیونكہ عزاداری اور محرم كے دن بھی قریب ہیں خراسان كے اطراف تربت جام كے حجاج جو باغ صفا میں رہتے تھے جگہ كے لحاظ سے وہ بہت ہی عریض و وسیع جگہ ٹھہرے تھے جس كی وجہ سے ہم لوگوں نے باغ صفا میں عزاداری كی درخواست كی تو ان لوگوں نے ہماری اس درخواست كو قبول كیا اور كافی مدد بھی كی۔

اسی دوران مدینہ كے رہنے والے چند لوگ بھی ان سنیوں سے ملاقات كرنے كے لئے آئے ہوئے تھے۔ میرے اور ان كے درمیان حضرت علی﷣ كے فضائل و مناقب كے بارے میں تبادلہ خیال ہوا ان لوگوں نے میری بات كی تصدیق كی اور حضرت علی﷣ كی عظمت و منزلت كے بارے میں انھوں نے بہت سی حدیثیں نقل كیں جن میں سے ایك یہ كہ پیغمبر اكرمﷺ نے حضرت علی﷣ كے لئے فرمایا:

لَحْمُكَ لَحْمِيْ دَمُكَ دَمِيْ‏

تمہارا گوشت میرا گوشت تمہارا خون میرا خون ہے۔

اور اس طرح كی دوسری بھی بہت سی روایتیں نقل كی جو علی﷣ كی دوستی، پیغمبر اكرمﷺ كی دوستی اور علی﷣ كی دشمنی پیغمبر اكرمﷺ كی دشمنی پر دلالت كرتی ہیں۔

یہاں تك كہ لعن معاویہ تك بات پہنچ گئی۔

ان لوگوں نے كہا: معاویہ پر لعنت كرنا جائز نہیں ہے لیكن یزید پر لعنت كرنا جائز ہے كیونكہ اس نے امام حسین﷣ كو قتل كیا۔

میں ے كہا: ’’تمہارے مذہب كے مطابق معاویہ پر لعنت كرنا جائز ہونا چاہیے كیونكہ اس پر لعنت كرنے كا جواز تمہاری بھی ابھی كہی ہوئی باتوں سے ثابت ہوتا ہے كہ پیغمبر اكرمﷺ نے علی﷣ كے بارے میں فرمایا:

اللہم عادمن عاداہ (خدایا تو اسے دشمن ركھ جو علی كو دشمن ركھے)۔

یہ بات مسلم ہے كہ معاویہ علی﷣ كا سخت ترین دشمن تھا یہاں تك كہ مرتے وقت تك آپ سے دشمنی روا ركھی اور توبہ اور استغفار بھی نہیں كیا اور اس طرح اس نے آپ كی دشمنی كی وجہ سے آخری عمر تك آپ كو برا بھلا كہنا نہیں چھوڑا جبكہ اس چیز كو وہ آسانی سے چھوڑ سكتا تھا۔ اس دلیل سے كہ پیغمبر اكرمﷺ نے علی﷣ كے دشمنوں كے لئے بددعا كی ہے اور معاویہ حضرت علی﷣ كا جانی دشمن تھا لہٰذا اس پر لعنت كرنا جائز ہے۔[[272]](#footnote-272)؎

یہاں پر توضیح كے طور پر اس بات پر توجہ رہے كہ اہل سنت كے معتبر منابع كے مطابق رسول خدا ﷺ نے خود ابو سفیان، معاویہ اور یزید پر لعنت كی ہے۔[[273]](#footnote-273)؎ اور یہاں تك كہ فرمایا:

جب بھی معاویہ كو منبر كے اوپر دیكھو قتل كردو۔

اور اگر یہ كہا جائے (جیسا كہ معاویہ كا دفاع كرنے والے كہتے ہیں) كہ معاویہ نے اجتہاد كی رو سے علی﷣ سے دشمنی كی وغیرہ تو جواب میں ہم كہتے ہیں كہ اجتہاد نص كے مقابلہ میں ہرگز جائز نہیں ہے اور پیغمبر اكرمﷺ اس كی باطنی نجاست سے اچھی طرح آگاہ تھے جس كی وجہ سے آپ نے اس كو اس طرح بد دعادی۔ اہل سنت كی روایت كے مطابق رسول خداﷺ نے ایك دن اس طرح اس پر اس طرح لعنت كی:

خدایا معاویہ اور عمرو عاص كو جہنم میں ڈال دے۔[[274]](#footnote-274)؎

سنیوں كے یہاں مقبول اصحاب نے بھی معاویہ كے بارے میں سخت باتیں كہیں ہیں۔ (اس كی مزید وضاحت كے لئے آپ كتاب الغدیر جلد 10، صفحہ 139 سے 177 تك كا مطالعہ كریں۔)

شیخ حر عالمی متوفی 1104؁ھ غزالی كی كتاب احیاء العلوم كی تردید كرتے ہوئے لكھتے ہیں۔ اس نے باصراحت یہ كہا ہے كہ یزید اور حجاج پر لعن و طعن كرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ حر عاملی فرماتے ہیں: ’’آیا غزالی كی دشمنی سے زیادہ اور واضح خاندان رسالت كی كوئی دشمنی ہو سكتی ہے؟ جبكہ شیعہ اور سنی دونوں روایتوں سے نقل ہوا ہے كہ ایك روز ابو سفیان اونٹ پر سوار تھا معاویہ اس كی مہار پكڑے ہوئے اسے كھینچ رہا تھا اور یزید پیچھے سے ہانك رہاتھا۔‘‘

پیغمبر اسلامﷺ نے ان تینوں كو دیكھ كر فرمایا:

لَعَنَ اللَّهُ الرَّاكِبَ وَ الْقَائِدَ وَ السَّائِق‏

خدا سوار، مہار والے اور ہانكنے والے تینوں پر لعنت كرے۔

اس كے بعد شیخ حر عاملی كہتے ہیں: كیا خداوند متعال نے قرآن مجید (كے سورہ نساء میں آیت 93) میں یہ نہیں فرمایا:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَأَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيمًا.

جو بھی مومن كو عمدا قتل كرتا ہے اس كی جزا جہنم ہوئے ہے وہ وہاں ہمیشہ رہے گا، اللہ اس پر غضبناك ہوتا ہے اور اس پر لعنت بھیجتا ہے اور اس كے لئے دردناك عذاب تیار ركھتا ہے۔

كیا غزالی اس بات كا معتقد ہے كہ امام حسین﷣ مومن نہیں تھے جس كی وجہ سے ان كے قاتل یزید پر لعنت جائز نہیں ہے؟[[275]](#footnote-275)؎

## 95۔ واعظ اور سامع كے درمیان مناظرہ (امام حسین﷣ پر گریہ كے متعلق)

ایك بہت ہی پڑھے لكھے واعظ نے منبر پر تقریر كے دوران امام حسین﷣ پر رونے كے سلسلے میں بہت سی روایتیں نقل كیں جن میں ایك یہ كہ رسول خداﷺ نے فرمایا:

كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا عَيْنٌ بَكَتْ عَلٰى مُصَابِ الْحُسَيْنِ فَإِنَّهَا ضاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ بِنَعِيمِ الْجَنَّةِ

روز قیامت تمام كی تمام آنكھیں گریہ كناں ہوں گی لیكن امام حسین﷣ كی مصیبت پر رونے والی آنكھیں خدا كی نعمت دیكھ كر ہشاش و بشاش ہوں گی۔[[276]](#footnote-276)؎

منبر سے اتر نے كے بعد ایك سامع اور واعظ كے درمیان درج ذیل طریقہ سے مناظرہ ہوا۔

سامع: یہ تمام كا تمام اجر و ثواب گریہ امام حسین﷣ پر كیوں ہے؟جبكہ امام حسین﷣ دنیا میں عظیم انقلاب لاكر كامیاب و سربلند ہوئے اور اپنے خون سے یزیدیوں كو رسوا كیا اور ان كے چہرے ہمیشہ كے لئے كالے كر دیئے اور آخرت میں اس كے بدلے آپ كو بہترین مقام دیا گیا ہے اور آج بھی آپ برزخ كی جنت كی نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔ اور اسلامی نظریہ كے مطابق امام حسین﷣ زندہ ہیں جیسا كہ قرآن مجید سورہ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

اللہ كی راہ میں قتل ہوجانے والے كو مردہ نہ سمجھنا بلكہ وہ لوگ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق پاتے ہیں۔

واعظ: میں نے ایسی متعدد روایتیں دیكھی ہیں جن میں امام حسین﷣ پر گریہ و زاری اور عزاداری كرنے كی تاكید كی گئی ہے اور اس گریہ و زاری كو برابر زندہ ركھنے كی بارے میں كہا گیا ہے اور شیعہ و سنی دونوں روایتوں میں آیا ہے كہ روز قیامت فاطمہ زہرا﷥ خداوند متعال كی بارگاہ میں اس طرح عرض كریں گی:

اللهمّ اقبل شفاعتي فيمن بكى على ولدي الحسين

پالنے والے میرے بیٹے حسین پر گریہ كرنے والوں كے لئے میری شفاعت قبول كر۔

اسی روایت كے ذیل میں آیا ہے:

فيقبل الله شفاعتها، ويُدخِل الباكين على الحسين  في الجنّة.

خداوند عالم فاطمہ زہرا﷥ كی شفاعت قبول كریگا اور امام حسین﷣ پر گریہ كرنے والوں كو جنت میں داخل كرے گا۔[[277]](#footnote-277)؎

متعدد روایتوں كے مطابق انبیاء﷨ پیغمبر اكرمﷺ نے امام حسین﷣ پر گریہ كیا ہے اور عزاداری بر پاكی ہے۔

كیا اگر ہم اولیاء خدا اور مقرب بارگاہ، بندوں كی پیروی میں امام حسین﷣ پر گریہ كریں تو كوئی اعتراض كا مقام ہے؟ نہیں قطعاً كوئی نہیں بلكہ اس عظیم سنت كو زندہ كرنے اور ائمہ﷨ كی اس چیز كی اقتدا میں بہت ہی اجر و ثواب ہے یہاں پر ائمہ معصومین﷨ نے گریہ امام حسین﷣ كو كتنی اہمیت دی ہے اس كے بارے میں دو عجیب واقعے نقل كر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ ایك روز امام سجاد﷣ نے سنا كہ ایك شخص بازار میں فریاد كر رہا ہے كہ لوگوں مجھ پر رحم كرو میں غریب ہوں۔

امام سجاد﷣ اس كے پاس گئے اور اس كی طرف متوجہ ہو كر آپ نے فرمایا:

اگر تیری قسمت اسی (شہر مدینہ میں) مرنا ہوگی تو كیا تیری لاش بے گور و كفن اہل مدینہ اس زمین پر چھوڑ دیں گے؟

اس غریب مرد نے كہا: اللہ اكبر كس طرح میرے جنازہ كو دفن نہیں كریں گے جبكہ میں مسلمان ہوں اور امت اسلامی كی آنكھوں كے سامنے ہوں۔

امام سجاد﷣ نے روتے ہوئے فرمایا:

وا أسفاه عليك يا أبتاه ! تبقى ثلاثة أيام بلا دفن وأنت ابن بنت رسول الله وا مصيبتاه

كتنے افسوس كی بات ہے اے میرے بابا رسول خداﷺ كے نواسے ہوتے ہوئے بھی آپ كی لاش تین روز تك بے گور و كفن زمین پر پڑی رہی۔[[278]](#footnote-278)؎

2۔ تاریخ میں آیا ہے كہ منصور دوانیقی (دوسرا عباسی خلیفہ) نے مدینہ میں اپنے والی كو حكم دیا كہ امام صادق﷣ كے گھر میں آگ لگا دو۔

والی مدینہ نے حكم پانے كے بعد آگ اور لكڑی جمع كروالی اور امام صادق﷣ كے گھر میں آگ لگادی اور گھر كے دالان سے جب شعلے بھڑكنے لگے تو عصمت مخدرات گھر میں رونے پیٹنے لگیں یہاں تك كہ ان كی آواز گھر سے باہر پہنچ گئی۔ امام صادق﷣ نے بڑی مشكل سے آگ كو بجھایا اس كے دوسرے دن كچھ شیعہ حضرات آپ كی احوال پرسی كے لئے گئے تو دیكھا كہ آپ محزون ہیں اور گریہ فرما رہے ہیں ان لوگوں نے كہا: كیا دشمنوں كی اس طرح كے عمل اور ان كی گستاخی پر آپ گریہ كر رہے ہیں جبكہ آپ كے خاندان سے اس طرح كا واقعہ پہلی دفعہ نہیں ہوا ہے؟

امام صادق﷣ نے جواب میں فرمایا:

كل كے واقعہ پر میں نہیں رورہا ہوں بلكہ اس بات پر رورہا ہوں كہ جب گھر میں آگ كا شعلہ بھڑكنے لگا تو میں نے دیكھا كہ میرے ہوتے ہوئے عورتیں اور بچیاں ایك كمرے سے دوسرے كمرے اور ایك جگہ سے دوسری جگہ بھاگ بھاگ كر پناہ لے رہی تھیں تاكہ انہیں آگ كوئی نقصان نہ پہنچا سكے۔

فتذكرت عيال جدي الحسين  يوم عاشـوراء لما هجم القوم عليهن ومناديهم ينادي أحرقوا بيوت الظالمين

تو مجھے روز عاسورا اپنے جد حسین﷣ كے مصیبت زدہ گھر والوں كی یاد آگئی جب ایك منادی ندادے رہا تھا كہ ظالموں كے گھروں كو جلادو۔[[279]](#footnote-279)؎

دو مذكورہ واقعات اور اس كے علاوہ بہت سے قرائن سے سمجھا جا سكتا ہے كہ تمام ائمہ﷨ ہمیشہ چاہتے تھے كہ امام حسین﷣ پر گریہ اور ان كی عزاداری برابر لوگوں كے دلوں میں تازہ دم ہوتی رہے اسی بنیاد پر ہم ان كی پیروی میں امام حسین﷣ كی مصیبت زندہ ركھنے كے لئے ان پر گریہ كرتے ہیں اور اس بات كا اعتقاد ركھتے ہیں كہ اس چیز كے لئے ہمیں عظیم اجر و ثواب عطا ہو گا۔

امام حسین﷣ كے مصائب پر گریہ كرنا اور غمگین ہونا اتنا عظیم اور مقدس عمل ہے كہ امام زمانہ﷣ زیارت امام حسین﷣ كے ضمن میں فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَى الْجُيُوبِ الْمُضَرَّجَاتِ

سلام ان گریبانوں پر جو امام حسین كے غم میں چاك ہوئی ہوں۔[[280]](#footnote-280)؎

سامع: آپ كی اس راہنمائی كا بہت بہت شكریہ بیشك ہمیں اپنی زندگی میں چاہیے كہ ہم ائمہ﷨ كو اپنے لئے نمونہ قرار دیں لیكن یہاں میرا مطلب یہ ہے كہ اسلام كے تمام احكام حكمت و مصلحت سے خالی نہیں ہیں تمام احكام اپنے ساتھ ایك ہدف لئے ہوئے ہیں اور كتنا بہتر ہو اگر ہم ان تمام احكام كو با معرفت انجام دیں نہ كہ اندھی تقلید كرتے ہوئے۔

اسی بناپر میرا سوال یہ ہے كہ امام حسین﷣ پر گریہ كا كیا مقصد اور كیا سبب ہے؟

واعظ: ’’امام حسین﷣ پر گریہ اور اس كے مقصد كی وضاحت كے سلسلے میں چند باتیں كہی جا سكتی ہیں۔‘‘

1۔ شعائر اللہ كی تعظیم: مرحوم مومن پر گریہ كرنا ایك طرح كا اس كا احترام ہے اور یہ گریہ اس بات پر دلالت كرتا ہے كہ معاشرہ میں اس كے چلے جانے سے ایك خلا واقع ہو گیا ہے اور وہ اب موجود نہیں ہے كہ لوگ اس كے وجود سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ گریہ اس كے باطنی احساسات ہیں جو مومن كے دنیا سے چلے جانے پر وجود میں آتے ہیں كیونكہ جب تك وہ مومن اس دنیا میں تھا لوگ اس سے مختلف طرح سے مستفید ہوتے رہتے تھے۔ گریہ ایك فطری عمل ہے اور جو شخص جتنا عظیم ہوگا دنیا والے اس پر اسی حساب سے زیادہ گریہ كریں گے۔ جو دنیا سے جاتا ہے اور اس كے اوپر كوئی گریہ نہیں كرتا تو گویا یہ اس كی ایك طرح كی بے احترامی ہے۔

ایك شخص نے امام علی﷣ سے پوچھا: نیك اخلاق كیا ہے؟ آپ ﷣ نے جواب دیا:

اَنْ تعَاشِرُوا النَّاسَ مُعَاشَرَةً إِنْ عِشْتُمْ حَنُّوا إِلَيْكُمْ وَ إِنْ مِتُّمْ بَكَوْا عَلَيْكُم

لوگوں سے اس طرح سلوك كرو كہ جب تك زندہ رہو وہ تمہارے اشتیاق میں تمہاری طرف كھنچے چلے آئیں اور جب تم مرجاؤ تو تم پر گریہ كریں۔[[281]](#footnote-281)؎

ہر قوم و ملت میں یہ رسم پائی جاتی ہے كہ جب بھی اس كے درمیان سے كوئی بزرگ شخصیت اٹھ جاتی ہے تو لوگ اس كے فقدان پر گریہ اور افسوس كا اظہار كرتے ہیں امام حسین﷣ اور ان كے اصحاب كی دین محمدی پر شہادت بھی ایك عظیم اور ہمیشہ باقی رہنے والا واقعہ ہے جس پر گریہ كرنا ان كے ہدف و مقصد زندہ ركھنا اور شعائر دین كی تعظیم میں سمجھا جاتا ہے۔

اور قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ [[282]](#footnote-282)؎

2۔ عاطفی گریہ: ایك روز میں امام حسین﷣ اور ان كے اصحاب كی جگرسوز شہادت ہر انسان كے دل كو كباب كر دیتی ہے اور ہر انسان كا دل ظالم و ستمگر كے خلاف برانگیختہ ہو جاتا ہے كربلا كا الم ناك واقعہ اس قدر دل ہلادینے والا ہے كہ اسے مرورایام نہ كبھی بھلا سكتا ہے اور نہ ہی اسے پرانہ بنا سكتا ہے۔

مثال كے طور پر: عیسائیوں كے عقیدہ كے مطابق جناب عیسیٰ﷣ كے دشمنوں نے انہیں پھانسی دیكر قتل كر دیا اب تم معلوم كر سكتے ہو كہ عیسائی اس یاد كو دنیا كے چپہ چپہ میں لوگوں كے دلوں میں تازہ كرتے ہیں اور غم كا اظہار كرتے ہیں یہاں تك كہ صلیب اپنے لباس اور اپنے كلیسا وغیرہ پر نصب كركے اسے اپنی علامت قرار دیتے ہیں۔

جبكہ قتل عیسیٰ (عیسائیوں كے عقیدہ كے مطابق) واقعہ كربلا اور امام حسین﷣ كی شہادت سے بہت ہی كم اہمیت كا حامل ہے۔

اسی وجہ سے امام حسین﷣ پر گریہ اور ان كی عزاداری لوگوں كی محبت كو برانگیختہ ہونے اور ان كے عظیم اہداف تك پہنچنے كا سبب بنتی ہے۔

ایك استاد كے بقول: عقل كی ترجمان ہمیشہ زبان رہی ہے لیكن عشق كا ترجمان آنكھ ہے جہاں احساس اور درد سے آنسو گریں وہاں عشق ضرور پایا جاتا ہے لیكن جہان زبان لفظوں كو ترتیب دے كر جملہ چھانٹے وہاں عقل پائی جاتی ہے۔

اس بنا پر جس طرح مقرر كے زبردست دلائل اور پر وز خطابت اس بات كی دلیل ہوتی ہے كہ وہ اس خاص مذہب سے وابستہ ہے اسی طرح آنكھوں سے گرنے والا آنسو كا ایك قطرہ دشمنوں كے خلاف اعلان جنگ كی طرح ہوتا ہے۔[[283]](#footnote-283)؎

كسی بھی مقصد كی تكمیل كے لئے احساساتی پہلوؤں كو یكسر نظر انداز نہیں كردینا چاہیے كہ یہ كسی بھی انقلاب كی آہٹیں ہوا كرتے ہیں۔

3۔ گریہ تائید: امام حسین﷣ پر گریہ كرنا ایك طرح سے ان كے قیام اور ان كے اہداف كی تائید ہے اور عمیق ترین سمجھ اور احساس دشمنوں اور ستمگروں كے خلاف قلب و جگر پر ایك گہرا اثر چھوڑتا ہے جس كے معنی یہ ہیں۔ اے حسین ہمارے احساسات كے نہاں خانوں میں آپ موجود ہیں۔

زندہ در قبر دل مابدن كشتہ تو است جان مائی و تورا قبر حقیقت دل ما است

یہ زبان حال شیعہ ہے جو ہر زمان و مكان میں تین ستونوں پر استوار ہے۔

1۔ ہمارا قلب اس ایمان كے مبدء كو تلاش كرتا ہے جس كے لئے امام حسین﷣ قتل كئے گئے۔

2۔ ہمارے كان ان كی سیرت و گفتار كو سنتے ہیں۔

3۔ ہماری آنكھیں آنسو بہا كر كربلا كے غم ناك واقعہ كا لوگوں كے دلوں پر نقش چھوڑتی ہیں۔

اگر یہ ان مذكورہ اسباب میں سے كسی ایك سبب كی وجہ سے گریہ ہوا تو یہ صدفی صد ایك فطری تقاضے كے تحت عمل میں آتا ہے اس طرح كے گریہ میں كوئی حرج كی بات كیا بلكہ یہ تو امام حسین﷣ كے قیام اور انقلاب كے لئے بہت سے فوائد كا حامل بھی ہوا كرتا ہے۔

4۔ گریہ رسواگر اور پیام آور: ہر انسان جب امام حسین﷣ اور ان كے اصحاب كی كیفیت شہادت سنتا ہے كہ وہ بھوكے پیاسے عورتوں اور بچوں كے سامنے جلتی ہوئی زمین پر شہید كر دئے گئے تو بے اختیار اس كے قلب و دماغ میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے پورے وجود سے یزید كی پلیدی اور قساوت قلبی پر لعنت و ملامت كرتا ہے۔

اسی طرح امام حسین﷣ پر گریہ ہر زمان مكان میں ظلم اور ظالم كے خلاف ایك آواز اور ایك طرح كا امر بالمعروف اور نہی عن المنكر ہے اور كبھی كبھی یہی گریہ دشمن كی سركوبی كا بہترین ذریعے ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جہاں بھی گریہ بے رحم دشمنوں كی رسوائی كا سبب بنے اور الٰہی پیام لوگوں تك پہنچ جائے تو اسے ایك قسم كا نہی عن المنكر دین كے راستے كو استوار كرنے اور ظلم و ستم كو جڑ سے اكھاڑ پھینكنے میں عملی اقدام كہا جا سكتا ہے۔

خلاصہ یہ كہ گریہ كی چند قسمیں ہیں جیسے خوف خدا پر گریہ، شوق كا گریہ، محبت كا گرم و پیام آور گریہ، وغیرہ اگر اس گریہ كا صحیح اور مناسب مقصد ہوتو یہ گریہ اپنی تمام قسموں میں سب سے زیادہ اچھا ہے۔

ہاں ایك گریہ مایوسی، لاچاری و عاجزی اور شكست كی وجہ سے ہوتا ہے جسے گریہ ذلت كہتے ہیں اور اس طرح كا گریہ ان عظیم ہستیوں سے بہت دور ہے اور اولیاء خدا اور اس كے آزاد بندے اس طرح كا كبھی گریہ نہیں كرتے۔

اس طرح گریہ اور عزاداری كی دو قسم ہے ’’مثبت اور منفی‘‘ منفی گریہ قابل مذمت اور نقصان دہ ہے لیكن مثبت گریہ اپنے ساتھ بہت سے اصلاحی فوائد لئے ہوئے ہوتا ہے۔ یہاں تك كہ یہ گریہ كبھی كبھی نہی عن المنكر اور طاغوتیوں كے خلاف قیام كرنے اور جہاد كی صف میں كھڑے ہو كر جنگ كرنے كا سب سے اچھا اسلحہ ثابت ہوتا ہے۔‘‘

سامع: ’’میرے سوال كے جواب میں آپ كے منطقی جامع اور مانع بیان كا بہت شكریہ۔‘‘

واعظ: ’’یہاں پر اس مناظرہ كی تكمیل میں كچھ اور باتیں بتاتا چلوں:

اسلام كے بعض اعمال میں سیاسی پہلو بھی پایا جاتا ہے عزاداری اور گریہ یہاں تك كہ رونے والوں جیسی صورت بنا نے میں ایك سیاسی پہلو پوشیدہ ہے۔ (جیسا كہ مناظرہ نمبر 81 میں آپ نے امام محمد باقر﷣ كی اپنے اوپر گریہ كرنے كو وصیت میں پڑھا۔

ائمہ﷨ واقعہ كربلا كے سبب عزاداری كے ضمن میں حق و باطل كے چہرہ كو بے نقاب كرنا چاہتے تھے یہاں تك كہ امام كاظم﷣ نے فرمایا:

امام سجاد﷣ كی انگوٹھی كے نگینہ پر یہ لكھا تھا:

خذی و شقی قاتل الحسین بن علی 

حسین بن علی﷦ كا قاتل ذلیل اور رسوا ہوا۔[[284]](#footnote-284)؎

حقیقتاً امام سجاد﷣ نے اپنی انگوٹھی پر اس جملے كو صرف اس لئے كندہ كروا ركھا تھا كہ شہادت امام حسین﷣ لوگوں كے دلوں میں تازہ دم ہوتی رہے اور لوگوں كی نظر جب بھی میری اس انگوٹھی پر پڑے تو بنی امیہ كے مظالم انہیں یاد آجائیں اور سیاسی لحاظ سے بیدار رہیں۔

ان تمام باتوں كا لب لباب یہ ہے كہ امام حسین﷣ كی عزاداری اور گریہ دو طرح كا ہے۔ مثبت و منفی اب اس میں منفی اور قابل مذمت وہ گریہ ہے جو رونے والوں كے عجز و ناتوانی اور شكست كو ثابت كرے لیكن مثبت وہ گریہ ہے جو لوگوں كی عزت، شجاعت، صلاحیت اور بیداری كا سبب بنے۔

## 96۔ پیغمبرﷺ كی خاتمیت پر ایك مناظرہ

### اشارہ

ضروریات دین میں پیغمبر اكرمﷺ كو آخری پیغمبر ماننا ہے جس كے بعد خدا وند متعال كی طرف سے نہ كوئی پیغمبر آیا اور نہ كوئی شریعت۔ اس بات كے اثبات میں قرآن میں بہت سی آیتیں پائی جاتی ہیں جیسے سورہ احزاب آیت 40، سورہ فرقان آیت 1، سورہ فصلت آیت 41-42، سورہ انعام آیت 19، سورہ سبا 28 وغیرہ۔

پیغمبر اكرمﷺ اور ائمہ﷨ كی بہت سی روایتیں آپ كے خاتم الانبیاء ہونے پر صریحی طور سے دلالت كرتی ہیں لیكن آنحضرتﷺ كے بعد آنے والے زمانوں میں فریبی اور چالباز لوگوں نے نیانیا پیغمبر بناكر آپ كی خاتمیت كو مخدوش بنانا چاہا۔ تاكہ اس طرح سے خود ساختہ ادیان جیسے قادیانیت، بابی گری اور بہائیت معاشرہ میں اپنا اثر و رسوخ پیدا كر سكیں۔

اب درج ذیل مناظرہ جو ایك مسلمان اور بہائی كے درمیان وجود میں آیا ملاحظہ فرمائیں:

مسلمان: ’’تم اپنی كتابوں اور تقریروں میں اسلام اور قرآن كو اس فرق كے ساتھ قبول كرتے ہو كہ اسلام نسخ ہوگیا ہے اور اس كی جگہ دوسری شریعت آگئی ہے اب میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں كہ قرآن تو اپنی متعدد آیتوں میں اسلام كو ایك عالمی اور قیامت تك باقی رہنے والا مذہب كہا ہے اور ساتھ ساتھ پیغمبر اكرمﷺ كی خاتمیت كا اعلان كرتے ہوئے آنے والے نئے دین كو باطل قرار دیا ہے۔‘‘

بہائی: ’’مثلاً كونسی آیت یہ كہہ رہی ہے كہ پیغمبر اكرمﷺ آخری پیغمبر ہیں؟‘‘

مسلمان: ’’سورہ احزاب كی 40 آیت میں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

محمد(ﷺ) تم مردوں میں سے كسی كے باپ نہیں ہیں وہ رسول خدا اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر شئی كا علم ركھنے والا ہے۔

آیت میں جملہ خاتم النبیین صریحی اور واضح طور سے بتا رہا ہے كہ محمدﷺ آخری پیغمبر ہیں۔ كیونكہ لفظ خاتم كو جس طرح بھی پڑھا جائے اس سے تمام ہی سمجھ میں آتا ہے۔ لہٰذا اسی آیت سے صریحی طور پر سمجھ میں آتا ہے كہ آپ آخری پیغمبر ہیں اور آپ كے بعد كوئی بھی پیغمبر اور شریعت نہیں آئے گی۔

بہائی: ’’خاتم انگوٹھی كے معنی میں بھی آیا ہے جو زین كے طور پر استعمال ہوتی ہے اس طرح اس آیت سے یہ سمجھ میں آتا ہے كہ پیغمبرﷺ انبیاء كی زینت ہیں۔‘‘

مسلمان: ’’لفظ خاتم كا رائج اور حقیقی معنی ختم كرنے والے كے ہیں اور كہیں پر یہ نہیں آیا كہ لفظ خاتم كسی انسان كے لئے آیا ہو جس سے زینت مراد لی گئی ہو اور اگر ہم لغات كی طرف رجوع كریں تو پتہ چلے گا كہ خاتم كے معنیٰ ختم كرنے والے كے ہی ہیں اب اگر كوئی لفظ اپنے معنی كے علاوہ كسی اور معنی میں استعمال ہو تو اس كے لئے ضروری ہے كہ وہ اپنے ساتھ كچھ سیاق و سباق بھی ركھتا ہو۔ ہم اس لفظ كے ساتھ كوئی قرینہ یا كسی طرح كی كوئی دلیل نہیں پاتے ہیں جس كی وجہ سے اصلی معنی كو چھوڑ كر مجازی معنی مراد لئے جائیں۔

یہاں پر لفظ خاتم كے بارے میں چند لغات كی طرف آپ ملاحظہ فرمائیں فیروز آبادی قاموس اللغۃ میں كہتے ہیں ختم مہر كرنے كے معنی میں آتا ہے اور ختم الشیٴ یعنی اس چیز كا آخر۔

ابو منظور لسان العرب میں كہتے ہیں كہ ختام القوم یعنی قوم كی آخری فرد اور خاتم النبیین یعنی نبیوں كی آخری فرد۔

راغب مفردات میں كہتے ہیں كہ خاتم النبیین یعنی پیغمبر اكرمﷺ نے خود آكر پیغمبروں كے سلسلہ كو منقطع كردیا اور نبوت كو تمام كردیا۔

نتیجہ یہ ہوا كہ لفظ خاتم سے زینت معنی مراد لینا ظاہر كے خلاف ہے جس كے لئے دلیل كی ضرورت ہے اور یہاں پر كوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔‘‘

بہائی: ’’لفظ خاتم كے معنی خط پر آخری مہر ہے جس كے معنی تصدیق شدہ كے ہیں لہٰذا اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے كہ پیغمبر اكرمﷺ اپنے سے پہلے كے انبیاء كی تصدیق كرنے والے تھے۔‘‘

مسلمان: ’’غرض پہلے كے سوال كے جواب سے یہ واضح ہو گیا كہ خاتم كے اصلی اور رائج معنی تمام اور اختتام كے ہیں اور یہ كہیں پر نہیں سنا گیا ہے لفظ خاتم سے استعمال كے وقت تصدیق مراد لیا گیا ہو۔ اتفاق سے اس سے یہ بھی سمجھا جا سكتا ہے كہ خاتم یعنی مہر آخر كار یعنی آخر میں مہر لگانا یعنی خاتمہ كا اعلان كرنا۔‘‘

بہائی: ’’آیت كہتی ہے كہ پیغمبر اكرم خاتم النبیین، پیغمبروں كا سلسلہ ختم كرنے والے ہیں۔ آیت یہ نہیں كہتی كہ مرسلین كے ختم كرنے والے ہیں لہٰذا پیغمبر اكرمﷺ كے بعد رسول كے آنے كی نفی ہوتی ہے۔‘‘

مسلمان: ’’اگرچہ قرآن میں رسول اور نبی میں فرق پایا جاتا ہے مثلا خداوند متعال نے قرآن میں جناب اسمٰعیل﷣ كو رسول اور نبی دونوں كہا ہے (سورہ مریم: آیت 54) اور اس طرح جناب موسیٰ﷣ كو بھی رسول اور نبی دونوں كہا ہے (سورہ مریم: آیت 51) لیكن یہ چیز كسی بھی طرح لفظ خاتم میں شبہ نہیں پیدا كرتی ہے كیونكہ نبی یعنی ایسا پیغمبر جس پر خداوند متعال كی طرف سے وحی ہوتی ہے خواہ وہ لوگوں كی تبلیغ كرنے وال ہو یا نہ ہو۔ لیكن رسول وہ ہے جو صاحب شریعت اور صاحب كتاب ہو لہٰذا ہر رسول نبی ہے لیكن ہر نبی رسول نہیں ہے۔

نتیجہ یہ كہ پیغمبر اكرمﷺ كو خاتم انبیاء كہا جائے تو اس كا مطلب یہ ہوا كہ ان كے بعد كوئی پیغمبر نہیں آئے گا اس فرض كے ساتھ كہ ہر رسول پیغمبر ہے بس رسول بھی نہیں آئے گا مثال كے طور پر نبی اور رسول میں مثل انسان اور عالم دین (منطق كی زبان میں عموم خصوص مطلق) كی نسبت پائی جاتی ہے جب بھی ہم كہیں كہ آج ہمارے گھر كوئی انسان نہیں آیا یعنی عالم دین انسان بھی نہیں آیا۔ اور ہماری بحث میں اگر كہا گیا كہ كوئی پیغمبر، رسول خداﷺ كے بعد نہیں آئے گا یعنی كوئی رسول بھی نہیں آئے گا۔‘‘

بہائی: ’’نبی اور رسول كے درمیان تباین (جدائی مخالفت الگاؤ) پایا جاتا ہے جو نبی ہوگا وہ رسول نہیں ہو گا اور جو رسول ہو گا وہ نبی نہیں ہوگا لہٰذا ہمارا اعتراض بجا ہے۔‘‘

مسلمان: ’’لفظ رسول و نبی میں اس طرح كا فرق، علماء اور مفكرین اور آیات و روایات كے خلاف ہے اور یہ ایك مغالطہ ہے كیونكہ تمہارا یہ مسئلہ خود آیت میں ذكر ہوا ہے:

وَلٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

اسی طرح موسیٰ﷣ كے بارے میں ملتا ہے۔ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَبِیًّا، موسیٰ﷣ رسول بھی تھے اور نبی بھی۔[[285]](#footnote-285)؎

حضرت عیسیٰ﷣ بھی (سورہ نساء آیت 171 میں) رسول كہہ كر پكارے گئے اور سورہ مریم آیت 30 میں نبی كہہ كر پكارے گئے ہیں اگر لفظ نبی اور رسول آپس میں ایك دوسرے كے متضاد لفظ ہیں تو پیغمبر اكرمﷺ اور موسیٰ﷣ و عیسیٰ﷣ جیسے انبیاء ان دو متضاد صفتوں كے حامل نہ ہوتے اس كے علاوہ اور بہت سی روایتیں اس سلسلے میں ہم تك پہنچی ہیں جن میں پیغمبر اكرمﷺ كو خاتم المرسلین كہا گیا ہے اور راس بعد كے وضاحت كی گئی ہے كہ ان كے بعد كوئی نبی نہیں ہے اور آپ ہی ختم الرسل ہیں۔‘‘

بہائی: ’’جملہ خاتم النبیین سے ممكن ہے خاص پیغمبر مراد لئے گئے ہوں اس طرح تمام كے تمام پیغمبر اس آیت میں شامل نہیں ہوں گے۔‘‘

مسلمان: ’’اس طرح كا اعتراض دوسرے اعتراضوں سے زیادہ مضحكہ خیز ہے كیونكہ جو بھی شخص ادبیات سے تھوڑی بہت واقفیت ركھتا ہوگا وہ اس طرح كے جملے میں ہر جگہ ’ال‘ سے مراد عموم لے گا اور یہاں اس الف اور لام سے مراد عہد ہونے پر كوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا اس سے عموم ہی مراد لیا جائے گا۔‘‘

## 97۔ امام حسین﷣ كے قاتلوں كے بارے میں ایك مناظرہ

وہابی: ’’یہ جو شیعہ لوگ امام حسین﷣ كی عزاداری اور ان پر گریہ كرتے ہیں وہ اس لئے كہ اپنے آباء و اجداد كے گذشتہ ظلم كا جبران كریں كیونكہ انہیں كے باپ دادا نے امام حسین﷣ اور ان كے اصحاب كو قتل كیا ہے۔ مختصر یہ كہ بعد میں ان لوگوں نے توبہ كیا اور توابین (زیادہ توبہ كرنے والوں) كے عنوان سے اپنے گذشتہ ظلم و ستم كا جبران كرنا چاہا تھا۔‘‘

شیعہ: ’’یہ تہمت كس ماخذ اور حوالے سے شیعوں پر لگا رہے ہو؟‘‘

وہابی: ’’جو لوگ كربلا میں امام حسین﷣ سے جنگ كرنے آئے تھے وہ شام اور حجاز كے رہنے والے نہیں تھے بلكہ سب كے سب كوفہ كے رہنے والے تھے اور اس زمانہ میں كوفہ میں اكثر شیعہ ہی رہتے تھے لہٰذا كوفہ سے آنے والے جنھوں نے امام حسین﷣ كو قتل كیا اكثر شیعہ تھے۔‘‘

شیعہ: ’’اولاً اگر بفرض محال شیعوں ہی میں سے كچھ لوگ خوف اور فریب سے كربلا میں امام حسین﷣ سے جنگ كے لئے آئے تو ایسا نہیں كہ مذہب شیعہ اور اس مذہب كے تمام ماننے والوں نے امام حسین﷣ سے منحرف ہو كر یزید كے راستہ كو اختیار كر لیا تھا۔ عمومًا یہ دیكھا گیا ہے كہ ہر مذہب و ملت میں كچھ نہ كچھ لوگ اپنے مذہب سے منحرف ہوتے ہیں لیكن ان كا عمل مذہب كے بے بنیاد ہونے پر دلیل نہیں بن سكتا ہے۔ ثانیًا یہ كہ حقیقت میں یہ سب باتیں محض تہمتیں ہیں جو بالكل بے بنیاد اور جھوٹی ہیں۔‘‘

وہابی: ’’كیوں اور كسی دلیل سے؟‘‘

شیعہ: ’’سپاہیوں كا وہ لشكر جو كوفہ سے كربلا امام حسین﷣ سے لڑنے آیا تھا ان میں اكثر خوارج اموی اور وہ منافق تھے جو حضرت علی﷣ اور امام حسن﷣ كے پاس سے بھگائے گئے تھے اور ان كے تمام سردار حكومت امام علی﷣ كے مخالف لوگوں میں سے تھے جن كو حضرت علی﷣ نے معزول كردیا تھا اور وہ لوگ خاندان رسالت كے معتوب شمار كئے جاتے تھے جن كے وجود سے ابن زیاد نے سوئے استفادہ كیا۔

اور زیادہ تر اس میں گروہ مرتزقہ[[286]](#footnote-286)؎ سے تعلق ركھتے تھے جنہیں بنی امیہ نے اپنی داخلی شورش كے كار كنوں كی سر كوبی كے لئے محفوظ كر ركھا تھا اس بنیاد پر كربلا میں جنگ كرنے والے شیعہ ہرگز نہیں تھے۔[[287]](#footnote-287)؎

توضیح كے طور پر یہ كہ علی﷣ كی خلافت كے زمانہ میں كوفہ میں شیعوں كی اكثریت تھی لیكن آپ كی شہادت كے بعد معاویہ كی حكومت كے زمانہ میں اس كے جلادوں كی اذیت اور سزاؤں سے خوف كی وجہ سے وہ بھاگ گئے اور ادھر ادھر بكھر گئے تھے اور معاویہ كے خریدے ہوئے ظالموں نے اكثر كو قتل كر دیا تھا اور بہت سے بچے ہوئے لوگوں كو كوفہ سے نكال دیا تھا یہاں تك كہ زیاد ابن ابیہ (عراق میں معاویہ كا گورنر) كے زمانہ میں تمام شیعوں كو قتل كردیا گیا تھا یا زندان میں ڈال دیا گیا تھا اور یا تو وہ لوگ كوفہ سے جان بچا كر بھاگ گئے تھے۔ معاویہ كے زمانے میں اگر كسی پر كفر و الحاد اور شرك كا جم عائد ہوتا تو اس كے لئے نہ كوئی سزا تھی اور نہ كوئی خوف لیكن كسی كو شیعہ كہنا اس كے جان و مال اور اس كے گھر كو ویران كرنے كے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ زیاد ابن ابیہ ’’سمیہ روسپی‘‘ كا بیٹا تھا جب یہ كوفہ كے دار الامارہ میں مقرر ہو گیا تو معاویہ نے اسے لكھا۔ اے زیاد جو لوگ علی﷣ كے مذہب پر زندگی گزار رہے ہیں انہیں قتل كردو اور قتل كے بعد ان كے ناك كان كاٹ لو۔ زیاد نے مسجد میں اہل كوفہ كو بلوا كر كہا كہ وہ حضرت علی﷣ پر لعنت كریں اگر كوئی ان پر لعنت نہیں كرے گا تو اس كی گردن اڑادی جائے گی۔[[288]](#footnote-288)؎

منقول ہے كہ زیاد ابن ابیہ سعد بن سرح نامی شخص كے قتل كے درپے تھا۔ امام حسین﷣ نے زیاد كو اپنے خط كے آخر میں لكھا كہ سعد بن سرح بے گناہ مسلمان ہے اس كا پیچھا چھوڑ دے۔

زیاد نے امام حسین﷣ كے خط كے جواب میں لكھا: كہیں نہ كہیں وہ میرے ہاتھ لگ ہی جائے گا اور اسے میں اسلئے قتل كردون گا كہ وہ تمہارے (نعوذباللہ) فاسق باپ سے محبت كرتا ہے۔[[289]](#footnote-289)؎

زیاد ابن ابیہ كی ایك جنایت یہ تھی كہ اس نے سمرہ بن جندب كو كوفہ اور بصرہ میں اپنا جانشین بنادیا تھا اور زیاد ابن ابیہ كے مرنے كے بعد معاویہ نے سرہ كو اس كے عہدے پر باقی ركھا۔ سمرہ كی خونخواری كی انتہا یہ تھی كہ اس نے ایك مرتبہ 80 ہزار افراد كو نہایت اذیت كے ساتھ موت كے گھاٹ اتار دیا تھا۔[[290]](#footnote-290)؎ عدوی كہتے ہیں: سمرہ نے ایك دن صبح كو ہمارے 47؍ افراد كو بے رحمی سے قتل كردیا جو سب كے سب حافظ قرآن تھے۔[[291]](#footnote-291)؎

سر فہرست افراد جیسے حجر بن عدی اور ان كے ساتھی، مالك اشتر محمد بن ابی بر، عمرو بن حمق وغیرہ معاویہ كے خریدے ہوئے مزدوروں كی سزاؤں كے سبب شہید كرہو گئے۔

معاویہ كی بھیانك اور خطرناك حكومت ایسی تھی كہ عمرو بن حمق كا كٹا ہوا سر زندان میں ان كی بیوی كے لئے بھیجا گیا[[292]](#footnote-292)؎ اور كوفہ كی فضا اتنی خطرناك حدتك دہلا دینے والی تھی كہ لوگ اپنے نزدیك ترین افراد پر بھی اس وجہ سے اطمینان نہیں ركھتے تھے كہ كہیں یہ معاویہ كا جاسوس نہ ہو۔

علامہ امینی لكھتے ہیں: اس بات كی طرف توجہ رہے كہ زیاد بن ابیہ كوفہ كے تمام افراد كو پہچانتا تھا كیونكہ حضرت علی﷣ كی خلافت كے زمانے میں وہ انہیں لوگوں كا جز تھا اور وہ تمام شیعوں كو جانتا تھا جس كی وجہ سے اگر كسی شیعہ نے پتھر كی آڑ میں یا كسی بل میں بھی پناہ لے ركھی تھی تو وہ اسے تلاش كروا كر قتل كر دیتا اور ان كے ہاتھ پیر كاٹ دیتا اور ان كی آنكھوں كو پھوڑ كر پھانسی پر چڑھا دیتا اور بعض كو شہر بدر كروا دیتا نتیجہ میں شیعہ نام كا ایك شخص بھی كوفہ میں باقی نہیں رہ گیا تھا مختصر یہ كہ نوبت یہاں تك پہنچ چكی تھی كہ امام حسین﷣ كے زمانے میں چار ہزار یا پانچ ہزار سے زیادہ شیعہ كوفہ میں نہیں بچے تھے اور ابن زیاد جب تخت پر آیا تو ان افراد كو بھی پكڑوا لیا اور امام حسین﷣ كے عراق میں داخل ہونے سے پہلے پہلے ان سب كو جیل میں ڈال دیا شیعوں كی تعداد اس زمانہ میں بس انہیں افراد پر مشتمل تھی جو یزید كے مرنے اور زیاد بن ابیہ كے بصرہ جانے كے بعد زندان كے دروازوں كو توڑ كر باہر نكل آئے تھے اور امام حسین﷣ كے خون كا بدلہ لینے كے لئے قیام كیا تھا لیكن اس وقت تك امام حسین﷣ كی شہادت كو چار سال گزر چكے تھے اور جناب مختار كا قیام اس وقت تك عمل میں نہیں آیا تھا۔

زندان سے نكلے ہوئے یہ تمام شیعہ 93 سالہ سلیمان بن صرد خزاعی كی قیادت میں سپاہ شام سے جنگ كے لئے روانہ ہوگئے نتیجہ میں سلیمان اور اس كے بہت سے ساتھی اس دلیرانہ جنگ میں شہید ہوگئے۔

علامہ مامقانی لكھتے ہیں: امام حسین﷣ كے عراق میں وارد ہونے سے پہلے ابن زیاد نے 4500 شیعوں كو جیل میں ڈال دیا تھا جن میں سلیمان بن سرد بھی تھے جنھوں نے چار سال فریبیوں كی جیل میں زندگی گزاری۔ اس طرح جو مشہور ہے اور ابن امیر سے نقل ہوا ہے وہ یہ كہ یہ افراد اپنی جان كے خوف سے امام حسین﷣ كی حمایت میں نہیں كھڑے ہوئے اور شہادت امام حسین﷣ كے بعد كافی شرمندہ ہوئے اور سلیمان بن صرد كی قیادت میں توابین نامی ایك گروہ كو تشكیل كیا تاكہ گزشتہ كی تلافی كر سكیں یہ سراسر جھوٹ بات ہے۔[[293]](#footnote-293)؎

اس طرح پتہ چلتا ہے كہ قاتلین امام حسین﷣ كوفہ كے شیعہ نہیں تھے بلكہ خوارج، مرتدین اور منافقین تھے جو حضرت علی﷣ كے زمانہ حكومت میں معزول ہوئے تھے اور یہ امام حسن﷣ كی حكومت كے بھگوڑے اور غیر عرب كے خریدے ہوئے پٹھو تھے۔

## 98۔ آیت ہلاكت كے بارے میں مناظرہ

### اشارہ

قرآن كی آیتوں میں سے سورہ بقرہ كی آیت 195 آیت ہلاكت كے نام سے مشہور ہے:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيْلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوْا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

شاگرد: ’’اس آیت كی ضمن میں آیا ہے كہ اپنے ہاتھ سے اپنے كو ہلاكت میں نہ ڈالو۔ آیت كے مطابق ایسا قیام جس میں جان كا خطرہ ہو یا ایسا نہی عن المنكر جو ضرر اور نقصان كو موجب بنے اس كا اقدام نہیں كرنا چاہیے كیونكہ ضرر و نقصان ایك قسم كی ہلاكت ہے اور انسان كو اپنے ہاتھوں اپنے آپ كو ہلاكت میں نہیں ڈالنا چاہے۔

یہاں یہ سوال بھی واضح ہوگا كہ قیام امام حسین﷣ ان كی جنگ اور ان كے دوستوں كی شہادت اسی آیت سے كسی طرح مناسبت ركھتی ہے؟‘‘

استاد: ’’اس آیت كے ابتدائی حصہ پر توجہ كرنے سے پتہ چلتا ہے كہ خدا كی راہ میں مال كا انفاق كرنا جہاد ہے جس كا مطلب یہ ہے كہ خدا كی راہ میں انفاق كرنے یا حد سے زیادہ انفاق كرنے سے اپنے آپ كو ہلاكت میں نہ ڈالو اور انفاق كرنے میں افراط و تفریط سے كام نہ لو۔

اسی وجہ سے تفسیر در منثور میں اس آیت كے ذیل میں اسلم بن ابی عمران سے نقل ہوا ہے كہ انہوں نے كہا ہم قسطنطنیہ[[294]](#footnote-294)؎ میں تھے تو دیكھا عقبہ بن سالم مصر والوں كے ساتھ اور فضال بن عبید بھی شام والوں كے ساتھ وہاں موجود تھے اور جب روم كا ایك بہت ہی عظیم لشكر مسلمانوں سے جنگ كے لئے میدان میں آگیا تو میں نے بھی ان كے مقابلہ كے لئے صفوں كو منظم كیا اس اثنا میں ایك مسلمان شخص نے روم كے قلب لشكر پر اس طرح حملہ كیا كہ وہ لشكر میں داخل ہو گیا یہ دیكھ كر بعض مسلمانوں نے چیخ كر كہا یہ شخص اپنے آپ كو ہلاكت میں ڈال رہا ہے۔

ابو ایوب انصاری، رسول خداﷺ كے مشہور صحابی نے نكل كر كہا: ’تم لوگ اس آیت (وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ...) كا اپنی طرف سے غلط معنی كر رہے ہو یہ آیت ہمارے گروہ انصار كے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب خداوند متعال نے اپنے دین كو كامران و كامیاب كیا اور اس كے چاہنے والے بہت زیادہ ہوگئے تو ہم بعض لوگوں نے چھپ چھپ كے آپس میں كہا كہ ہمارا مال ضائع ہو گیا خداوند متعال نے اسلام كو سرفراز كیا اور اس كے ماننے والے بھی زیادہ ہوگئے اگر ہم لوگ اپنے مال كو بچائے ہوئے ہوتے تو ہمارا مال ضائع نہ ہوتا۔ اس وقت ہمارے اس بیہودہ اور منفی عمل كی رد میں خداوند متعال نے یہ آیت نازل كی۔ اس طرح اس آیت میں ہلاكت سے مراد اپنے مال كی حفاظت اور جہاد كی راہ میں خرچ نہ كرنے كے ہیں۔‘[[295]](#footnote-295)؎‘‘

شاگرد: ’’اس بات میں كیا مضائضہ ہے كہ اصل آیت انفاق كے بارے میں ہو لیكن اس كا آخری ٹكڑا ایك قاعدہ كلیہ كے طور پر آیا ہو؟‘‘

استاد: ’’كوئی حرج نہیں ہے لیكن اس صورت میں اس قاعدہ كی اس طرح وضاحت ہوگی۔ وہ جگہیں جو ہلاكت میں شمار كی جاتی ہیں وہاں اپنے خود سے نہ جاؤ یعنی ایسے مقامات پر جہاں بلا وجہ جان جانے كا خطرہ ہو اور جہاں جان دینے سے كوئی فائدہ نہ ہو۔

لیكن اس كے علاوہ دوسرے مقامات پر اہم اور اہم ترین كا قاعدہ لاگو ہوگا یعنی اگر جان كا خطرہ مول لیكر كوئی بہت بڑا دینی فائدہ حاصل ہو رہا ہو اور اسلام كو ضرورت ہو تو اس وقت اپنے آپ كو خطرے میں ڈالنا صرف یہی نہیں كہ كوئی حرج كی بات نہیں بلكہ بعض اوقات واجب اور ضروری ہو جاتا ہے۔ اسلام كے اكثر احكام جیسے جہاد، نہی عن المنكر اور امر بالمعروف میں خطرہ پایا جاتا ہے لیكن چونكہ اس طرح كے خطرے سعادت و كامرانی تك پہنچنے كے ذرائع ہوا كرتے ہیں لہٰذا ان میں كوئی حرج نہیں۔

اس سے زیادہ وضاحت كے ساتھ یوں كہا جائے كہ ہلاكت كے معنی وہ خطرات ہیں جو بد بختی اور ذلت كا سبب نہیں لیكن اگر جہاد جیسے خطرناك كام انجام دئے جائیں تو یہ عین سعادت اور كامرانی ہے۔ امام حسین﷣ اور ان كے اصحاب كے قیام اور انقلاب میں بھی یہی مقصد كار فرما تھا ان لوگوں نے ایسے خطرے اور ایسی موت كو خودے اختیار كیا تھا جس كے نتائج اسلام كی راہ میں بڑے دور رس واقع ہوئے اسی لئے اس قیام كے اثرات روز قیامت تك ہر زمانے میں دكھائی دیتے رہیں گے۔

مثال كے طور پر اگر كوئی ایسے خطرے میں كود پڑے جس میں كچھ لوگوں كی جان چلی جائے اور سیكڑوں دیناروں كا نقصان ہو لیكن اس كے بدلے میں لاكھوں انسانوں كی جان بچ جائے اور ہزاروں دینار كا فائدہ حاصل ہو تو كیا یہ كام اپنے آپ كو ہلاكت میں ڈالنے كے مترادف ہو گا؟

اگر كسان گیہوں كے دانوں كو زمین میں ڈالتا ہے تاكہ اس سے ہزاروں من گیہوں كاشت كر سكے تو كیا اس سے یہ كہنا درست ہے ’’تم كیوں ان دانوں كو بیكار كر رہے ہو اور مٹی میں ملا رہے ہو؟

اسی بنیاد پر قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

لَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ...

اگر خدا كچھ لوگوں كو كچھ دوسرے لوگوں كے وسیلہ سے دفع نہ كرے تو زمین پر فتنہ و فساد پھیل جائے……[[296]](#footnote-296)؎

## 99۔ ایران میں تشیع كے بارے میں ایك مناظرہ

### اشارہ

حالانكہ ایران میں اسلام عمر كے زمانے میں پہنچا مگر اس كے باوجود كیا وجہ ہے كہ یہاں شیعوں كی اكثریت ہے؟

تاریخی شواہد كی بنیاد پر یہ معلوم ہوتا ہے كہ ایرانی عوام پہلی صدی سے لیكر ساتویں صدی تك آہستہ آہستہ اسلام لے آئے۔ ہر دفعہ ایك مخصوص كیفیت اور مخصوص واقعہ كی بنا پر ایسا ہوتا تھا جس كے اثرات كافی متاثر كن ہوا كرتے تھے۔ اب آپ درج ذیل مناظرہ پر توجہ فرمائیں:

زرتشتی: ’’میری نظر میں ایرانیوں نے چار وجوہات كی بنا پر تشیع اختیار كیا:

1۔ ایرانیوں نے اپنی موروثی سلطنت پسندی اور حكومت طلبی كی وجہ سے موروثی امامت كو پسند كیا۔

2۔ ایرانی قوم پہلے ہی سے اس بات كی معتقد تھی كہ سلطنت و حكومت الٰہی تحفہ ہوتا ہے ان كا یہ عقیدہ شیعوں كے عقیدے سے میل كھاتا تھا۔

3۔ ساسانیوں كے آخری بادشاہ یزدگرد كی بیٹی شہر بانو سے امام حسین﷣ كی شادی بھی ایرانیوں كے شیعہ ہونے میں كافی اثر انداز رہی۔

4۔ عربوں كے مقابلے میں ایرانیوں كا نفسیاتی رد عمل شیعیت تھا تاكہ وہ اس كے زیر پردہ اپنے زرتشتی اعمال كو انجام دے سكیں۔‘‘[[297]](#footnote-297)؎

شیعہ: ’’ایرانیوں كے شیعہ ہونے میں ان چاروں اسباب میں سے ایك بھی سبب درست نہیں ہے۔ كیونكہ ایران میں تشیع كی بنیاد سب سے پہلے رسول خداﷺ كے زمانے میں پڑ چكی تھی رسول خداﷺ كی وفات كے بعد بنی ہاشم اور كچھ اصحاب جیسے سلمان، ابو ذر، مقداد و عمار﷮ وغیرہ كا ایران سے ربط تھا۔

ساسانیوں كے ظلم و ستم كی تاریخ اور اس زمانے كے حالات اس بات كی گوہی دیتے ہیں كہ ایرانی عوام اس موروثی سلطنت سے پریشان ہو چكے تھے اور وہ ایك جامع اور عادلانہ نظام كی تلاش میں تھے جو انہیں ان نا انصافیوں سے چھٹكارا دلا سكے۔

ممكن ہے كہ امام حسین﷣ اور جناب شہر بانو كی شادی ایرانی تشیع پر تھوڑا بہت اثر انداز ہوئی ہو مگر اسے اساسی سبب قرار دینا غلط ہے۔‘‘

زرتشتی: ’’اگر ایران میں تشیع كے یہ چار اسباب نہ تھے تو وہ كون سے عوامل تھے جن كی بنا پر ایران میں تشیع كی جڑیں اتنی گہری اور مضبوط ہوگئیں؟‘‘

شیعہ: ’’اس كی بڑی لمبی داستان ہے خلاصہ كے طور پر درج ذیل گیارہ مرحلوں میں اس كو توضیح كی جا سكتی ہے:

1۔ قرآن اول كے نصف اول دور میں ایرانی، اسلام سے آشنا ہوئے كیونكہ وہ ساسانی حكمرانوں كے ظلم و جور سے تنگ آگئے تھے اور ایك مكمل اور عادلانا نظام كے منتظر تھے۔

اس مرحلہ میں جناب سلمان كا كردار بنیادی حیثیت كا حامل تھا جنہوں نے ساسانیوں كے دار الحكومت مدائن كو مركز تشیع قراردے دیا تھا۔ جناب سلمان﷫ نے اسلام كے تعارف كے لئے حضرت علی﷣ كو اختیار كیا تاكہ محمدﷺ كو گم نہ كردیں اور ایرانیوں نے اسلام كو بہتر پہنچاننے كے لئے جناب سلمان كا انتخاب كیا تاكہ محمدﷺ اور حضرت علی﷣ كو گم نہ كردیں۔

2۔ حضرت علی﷣ كی كوفے میں عادلانہ حكومت جہاں ایرانیوں كا آنا جانا ہوتا رہتا تھا آپ كے عدل پسندانہ طرز حكومت اور مساوات كے طریقوں نے ان ایرانیوں كو محبت آل رسولﷺ كی طرف جذب كر لیا اور وہ اس طرح سے حقیقی اسلام سے آشنا ہو گئے۔

3۔ امام حسین﷣ كا قیام اور ان كے پیغامات بھی ایسے عوامل تھے جن كی وجہ سے ایرانیوں نے بنی امیہ كو اپنے ساسانی حكمرانوں سے الگ نہ پایا اور انھوں نے یہ جان لیا كہ یہ بھی ویسی ہی ظالم و جابر حكومت ہے لہٰذا وہ خود بخود اہل بیت﷨ كی طرف كھنچتے چلے گئے اس كے بعد غم انگیز واقعہ كربلا ایك ایسا نور كا جھماكا تا جو ان كے دلوں كو اہل بیت﷨ كی محبت سے منور كر گیا۔

4۔ امام صادق﷣ كی عظیم علمی اور ثقافتی تحریك كہ جس میں چار ہزار شاگرد شامل تھے اور سب كے سب تشیع كے عظیم مبلغ تھے۔ یہ ایك اور مرحلہ تھا جس كی بنا پر ایرانیوں كے دلوں میں تشیع كی بنیادیں مزید مضبوط ہوتی چلی گئیں كیونكہ كوفہ، مدائن سے نزدیك تھا اور بصرہ ایران كی سرحد تھی لہٰذا حضرت امام صادق﷣ كے بہت سے شاگرد انہیں اطراف كے تھے جو شیعی طرز تفكر كی تبلیغ كرتے تھے اور اس كی نشر و اشاعت میں بڑی محنت كرتے تھے۔

5۔ قم وہ مركز بن چكا تھا جہاں عراق كے جابر حكمرانوں سے بھاگ كر شیعہ پناہ لیتے تھے۔ ایران میں تشیع كے پھیلاؤ میں اس كا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔

6۔ امام رضا﷣ كا مدینہ سے خراسان كا سفر اور ان كی علمی و ثقافتی نہضت بھی انہیں اسباب میں سے تھی كیونكہ مامون شیعہ ہو چكا تھا اور اس نے امام رضا﷣ كو سنیوں كے بڑے بڑے علماء سے بحث و مناظرہ كرنے كی پوری آزادی دے ركھی تھی۔

اس كے ساتھ ہی یہ بات بھی قابل توجہ ہے كہ جب امام رضا﷣ نے اساس اسلام كے بیان میں حدیث سلسلتہ الذھب بیان كی تو بیس ہزار یا ایك روایت كے مطابق چوبیس ہزار راویوں نے آپ سے یہ حدیث سنی اور اسے لكھا۔

جبكہ اس زمانے میں پڑھنے لكھنے والوں كی تعداد نہ پڑھنے اور لكھنے والوں كے مقابلے میں بہت كم تھی جب وہاں موجود مجمع میں 24؍ ہزار افراد لكھنے پر قدرت ركھتے تھے تو اس كا مطلب یہی ہوگا كہ عام مجمع اس سے كئی گنا زیادہ تھا۔

7۔ حجاز سے مختلف امام زادے اور امام رضا﷣ كے خاص احباب كا سفر بھی انہیں اسباب میں سے ہے۔ یہ لوگ امام رضا﷣ كے عشق میں مدینہ وغیرہ سے ہجرت كر كے ایران آگئے تھے اور بعد میں ایران كے مختلف گوشوں میں پھیل گئے تھے۔ ایران میں اس طرح بھی شیعیت بہت تیزی سے پھیلی۔

8۔ ایران میں شیعوں كے بزرگ علماء كا وجود جیسے شیخ كلینی، شیخ طوسی، شیخ صدوق، شیخ مفید وغیرہ یہ سب اسلام حقیقی یعنی شیعیت كی بنیادوں كی حیثیت ركھتے ہیں اور اسے پھیلا نے میں پورے خلوص اور جد و جہد سے عملی اقدامات كرتے تھے جس كی وجہ سے ایران میں مذہب جعفری كی جڑیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ اس كے علاوہ حوزہ علمیہ نجف كی تشكیل نے بھی شیعیت كو كافی فروغ دیا۔

9۔ آل بویہ (دیالمہ) كی حكومت نے جو شیعہ تھا 4 و 5 صدی كے دوران سیاسی اعتبار سے بہت اہم كردار ادا كیا ہے اس كی حكومت نے ایران میں شیعیت كو كافی استحكام بخشا اور اس مذہب كے لئے بڑے نفع بخش كام انجام دئے۔

10۔ آٹھویں صدی كے اوائل میں سلطان خداوند كا علامہ حلی كے ہاتھوں شیعہ ہوجانا بھی ایران میں قانونی طور پر شیعیت رائج ہونے كا سبب بنا اسی دور میں شیعیت نے اپنے استحكام كی طرف ایك نہایت مضبوط قدم بڑھایا۔

اسی زمانے میں علامہ حلی كا حوزہ علمیہ اور ان كی مختلف كتابیں بھی اس مذہب كی تبلیغ میں حصہ دار تھیں ان كے اس اہم كردار كو فراموش كرنا ممكن نہیں ہے۔

11۔ دسویں اور گیارویں صدی میں صفوی حكومت كا ظہور اور ان كے ساتھ شیعہ كے مختلف بزرگ علماء كا وجود جیسے علامہ مجلسی، میر داماد، شیخ بہائی۔ یہ بھی شیعیت كے لئے ایك سنہرا دور گزراہے۔

یہ تمام عوامل اپنی جگہ پر بڑی اہمیت كے حامل ہیں جن كی وجہ سے ایران میں شیعیت كی بنیاد پڑی اور دیكھتے دیكھتے پورے ایران كو اس نے اپنے اثر میں لے لیا۔

زرتشتی: ایرانیوں كے تشیع میں صرف بیرونی عوامل كار فرما تھے یا اندرونی یا دونوں؟

شیعہ: ہمیں یہ كہنا چاہیے كہ دونوں عوامل اس میں شریك ہیں كیونكہ ایك طرف سے توایرانی عوام ظلم و جبر كے خلاف آواز اٹھا نے كے لئے بے چین تھے اور مختلف بادشاہوں كے ظلم و جور سے وہ پریشان ہوكر ایك عادلانہ نظام كے متلاشی تھے۔ ایسے نظام كے جس میں استحصال و غارت گری كا وجود نہ ہو لہٰذا ان وجوہات كی بنا پر ایرانی، اندورنی طور سے اس طرح كے نظام كے خواہاں تھے دوسری طرف خارجی طور سے انھوں نے عدل و پاكی سے آراستہ اور نہایت عالم و مقدس رہبروں كے سائے میں ایك دین جو تشیع تھا دیكھا لہٰذا وہ اس كی طرف كھینچتے چلے گئے۔

ایرانی قوم ایك مكمل آئین اور ایك مكمل عادلانہ نظام كو امام علی﷣ اور ان كے اہل بیت كے سائے میں دیكھتے تھے اور ان كے مخالفین كے پاس اس آئین و نظام كے خلاف ایك نیا آئین پاتے تھے لہٰذا اس بنا پر اندرونی اور بیرونی عوام نے ایك ساتھ مل كر ایرانیوں كے درمیان ایك عظیم الٰہی انقلاب برپا كر دیا اور ان لوگوں نے اسلام كی بہترین راہ یعنی تشیع كو اختیار كیا اسی وجہ سے پیغمبرﷺ نے اس واقعے كی طرف اشارہ كرتے ہوئے فرمایا ہے:

أسعد العجم بالإسلام أهل فارس

اسلام كے ذریعے سب سے زیادہ كامیاب ہونے والے عجم، اہل فارس ہیں۔[[298]](#footnote-298)؎

اسی طرح آپ نے فرمایا ہے:

أعظم الناس نصيباً في الإسلام أهل فارس

مسلمانوں كے درمیان سب سے زیادہ اسلام میں حصہ دار اہل فارس ہیں۔[[299]](#footnote-299)؎

## 100۔ قرآن كی بعض آیتوں كے درمیان ظاہری اختلاف كے متعلق ایك مناظرہ

شاگرد: ’’میں جب قرآن پڑھتا ہوں تو اس كی بعض آیتوں كو دوسری بعض آیتوں كے ساتھ مقائسہ كرتا ہوں لیكن میں ان كے درمیان تضاد اور اختلاف پاتا ہوں اس كی كیا وجہ ہے؟ كیا ممكن ہے كہ كلام خدا میں اختلاف پایا جائے؟‘‘

استاد: ’’خدا كے كلام میں اختلاف ناممكن ہے اور قرآن كی تمام آیتوں كے درمیان كسی طرح كا تضاد نہیں پایا جاتا لہٰذا ہم خود سورہ نساء كی 82ویں آیت میں پڑھتے ہیں:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوْا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

اگر قرآن غیر خدا كے پاس سے ہوتا تو وہ لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

یہ قرآن كی حقانیت كی ایك دلیل ہے كہ اس كی تمام آیتوں میں كسی طرح كا كوئی تضاد اور اختلاف نہیں پایا جاتا اور یہی اختلاف نہ پایا جانا اس كے معجزہ ہونے كی سند ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے كہ قرآن كسی بشر كی فكری صلاحیتوں كا نتیجہ نہیں ہے اور یہ خدا كی طرف سے نازل ہوا ہے۔‘‘

شاگرد: ’’تو پھر میں كیوں بعض آیتوں كو پڑھتے وقت اس طرح كا احساس كرتا ہوں جبكہ آپ كہہ رہے ہیں كہ اس میں اختلاف ممكن نہیں ہے؟‘‘

استاد: ’’تم ان آیتوں كے ایك دو نمونے بتاؤ جن میں تمہارے خیال میں تضاد اور اختلاف پایاجاتا ہے تاكہ اس طرح تحقیق ہو سكے اور بات واضح ہو جائے۔‘‘

شاگرد: ’’مثال كے طور پر میں دو نمونے ذكر كرتا ہوں:

1۔ قرآن نے بعض مقامات پر انسان كی قدر و منزلت كو اتنا بڑھایا ہے كہ اس نے كہا ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهٗ سَاجِدِيْنَ

اور جب میں اسے برابر كرلوں اور اس میں اپنی روح پھونك دوں تو تم لوگ سجدہ ریزہ ہو جانا۔[[300]](#footnote-300)؎

لیكن بعض آیتوں میں قرآن نے اس طرح انسانوں كی مقام كو پست بتایا ہے كہ جانوروں كو بھی ان سے بلند مقام پر بتا دیا ہے جیسا كہ ہم سورہ انعام میں پڑھتے ہیں:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ

ہم نے بہت سے جن و انس كے گروہوں كو جہنم كے لئے پیدا كیا ہے وہ ایسے لوگ ہیں جو دل ركھتے ہیں مگر اس سے كچھ سمجھتے نہیں اور ان كے پاس آنكھیں ہیں مگر وہ ان سے دیكھتے نہیں اور ان كے پاس كان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں یہ لوگ چوپائے بلكہ اس سے بھی بدتر ہیں اور وہی لوگ غافل ہیں۔

استاد: ’’ان دونوں آیتوں كے درمیان كسی طرح كا كوئی تضاد نہیں ہے بلكہ ان دونوں آیتوں نے انسانوں كو دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے، اچھے اور برے، جو لوگ اچھے ہیں وہ اتنے زیادہ مقرب بارگاہ ہیں كہ اللہ ان كے سامنے اپنے فرشتوں كو سجدے كا حكم دیتا ہے مگر ان كے علاوہ كچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو جانوروں سے بھی بدتر ہیں اور عقل جیسے گراں بہاں نعمت كی موجود گی میں چوپایوں جیسی حركتیں كرتے ہیں۔

لہٰذا اس بات پر جو پہلی آیت میں انسانوں كی اتنی قدر و منزلت بیان كی گئی ہے وہ مثبت استعداد ركھنے والوں كی بات ہے، جو اپنی عقل كو صحیح طور سے كار فرما كر كے سعادت و بلند كے بلند ترین مقامات پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور دوسری آیت ان لوگوں سے مربوط ہے جو اپنے اندر موجود منفی قوتوں كے زیر اثر ہوجاتے ہیں جو اپنے اندر اتنی ساری صلاحیتوں اور خصوصیتوں كے باوجود خود كو آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور چوپایوں كے طور طریقے اپنا لیتے ہیں۔‘‘

شاگرد: ’’میں آپ كے قانع كنندہ بیان كا بہت شكر گزار ہوں اگر آپ اجازت دیں تو دوسرا نمونہ بھی عرض كروں؟‘‘

استاد: ’’كہو كوئی بات نہیں۔‘‘

شاگرد: ’’ سورہ نساء كی تیسری آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

پاك عورتوں سے نكاح كرو، دو كے ساتھ تین كے ساتھ یا چار كے ساتھ لیكن اگر تمہیں اس بات كا خوف ہو كے تم عدالت نہیں كر پاؤگے تو ایك سے نكاح كرو۔

اس آیت كے مطابق اسلام میں عدالت كی مراعات كرنے كی صورت میں ایك ساتھ چار عورتوں سے نكاح كرنا جائز ہے لیكن ہم اسی سورہ كی 119ویں آیت میں پڑھتے ہیں۔

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ

تم كبھی بھی عورتوں كے درمیان عدالت نہیں كر سكتے بھلے ہی تم كوشش ہی كیوں نہ كرو۔

لہٰذا پہلی آیت كے مطابق كئی بیویاں ركھنا جائز ہے البتہ بشرط عدالت، مگر دوسری آیت كے مطابق بیویوں كے درمیان عدالت ممكن ہی نہیں تو كیا ان دونوں آیتوں كے درمیان ایك طرح كا اختلاف نہیں ہے؟‘‘

استاد: ’’اتفاق سے یہی بات امام صادق﷣ كے زمانے میں منكران خدا جیسے ابن ابی العوجاء جیسے لوگوں كی جانب سے اٹھائی گئی تھی۔ ہشام بن حكم نے امامؑ سے اس اعتراض كا جواب حاصل كیا اور ان اعتراض كرنے والوں كو اس كا جواب دیا[[301]](#footnote-301)؎ وہ جواب یہ ہے:

پہلی آیت میں عدالت سے مراد رفتار و كردار میں انصاف كی رعایت كرنا ہے یعنی تمام بیویوں كے حقوق برابر ہیں اور سب سے ظاہراً ایك جیسا برتاؤ كرے لیكن دوسری آیت میں عدالت سے مراد قلبی لگاؤ اور محبت میں عدالت كا خیال كرنا ہے جو ناممكن سی بات ہے لہٰذا ان دونوں آیتوں میں تضاد نہیں ہے اگر كوئی ظاہری طور سے اپنی باتوں اور اپنے كردار سے چار بیویوں كے درمیان عدالت قائم كر سكتا ہو لیكن محبت اور دلی لگاؤ میں عدالت كا پاس نہ كر سكتا ہو تو اس كے لئے چار بیویوں كا ركھنا جائز ہوگا۔‘‘

شاگرد: ’’ہم ان دونوں آیتوں میں كیوں عدالت كے دو معنی مراد لیں جبكہ عدالت كا ایك ہی معنی ہوتا ہے؟‘‘

استاد: ’’ادبی لحاظ سے اگر كسی معنی كے لئے قرینہ موجود ہو تو اس معنی كو ظاہری نہ لیتے ہوئے دوسر مجازی اور باطنی معنی پر منطبق كیا جا سكتا ہے ان دونوں آیتوں میں واضح قرینے موجود ہے كہ پہلی والی آیت میں عدالت سے مراد ظاہری رفتار و كردار ہے اور دوسری میں باطنی، جیسا كہ ظاہر آیت سے یہی بات واضح ہوتی ہے لیكن دوسری آیت میں اس كے بعد ہم پڑھتے ہیں:

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ

اپنے تمام میلان كو ایك ہی بیوی كی طرف نہ متوجہ كر دو كہ اس كے نتیجے میں دوسری بیویوں كو یوں ہی بلا وجہ چھوڑ دو گے۔

اس جملے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے كہ اس آیت میں جو یہ كہا گیا ہے كہ تم عورتوں كے درمیان عدالت نہیں قائم كر سكتے اس سے مراد وہ عدالت ہے جو قلبی لگاؤ اور رجحانات میں ہوتی ہے اور ظاہر سی بات ہے كہ اس طرح كی عدالت نا ممكن ہے یعنی كوئی شخص اگر چار بیویوں كا شوہر ہوگا تو یہ نہیں ہو سكتا كہ وہ چاروں كو ایك ہی مقدار میں دوست ركھے اور ان سب سے برابر كی محبت كرے البتہ یہ ممكن ہے كہ وہ چاروں سے ایك جیسا سلوك كرے۔[[302]](#footnote-302)؎

لہٰذا ان دونوں آیتوں میں كوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔‘‘

شاگرد: ’’میں آپ كے اس قانع كنندہ اور مدلل بیان سے مطمئن ہو گیا آپ كا شكریہ۔‘‘

## 101۔ امام زمانہ (عج) كے 313 مددگاروں كے متعلق ایك مناظرہ

### اشارہ

مختلف روایتوں میں الفاظ كے فرق كے ساتھ یہ روایت نقل ہوئی ہے كہ امام كے وہ اصحاب جو ظہور كے وقت خانہ كعبہ میں آپ كے ہاتھوں بیعت كریں گے جب دنیا میں آجائیں گے تو امام ظہور كریں گے اور امام انہیں كے انتظار میں ہیں۔ وہ اپنے زمانے كے پہلے انسان ہوں گے جو اپنے امام كے ہاتھوں بیعت كریں گے ان كی بیعت امام كے ظہور كے ساتھ ہی ہوگی وہ امام كے علمدار ہوں اور پوری زمین پر حضرت حجت﷣ كی طرف سے منصوب شدہ حاكم ہوں گے۔

اب انہیں كے سلسلے میں آپ درج ذیل مناظرہ پر توجہ فرمائیں:

متلاشی: ’’برائے كرم مجھے امام (عج) كے 313؍ اصحاب كے متعلق وارد ہونے والی حدیث بتائیں؟‘‘

محقق: ’’یہ حدیث مختلف الفاظ میں نقل ہوئی ہے یہ كوئی ایك حدیث نہیں ہے بلكہ دسیوں حدیث ہیں جو سب كی سب امام﷣ كے 313؍ اصحاب كے بارے میں منقول ہوئی ہیں۔ ان كے نقل كی تعداد اتنی زیادہ ہے كہ تواتر معنی كی حدوں تك پہنچ چكی ہیں یعنی امام زمانہ(عج)كے ظہور كے وقت 313؍ افراد كا ان سے ملحق ہونا اس قدر مشہور ہے كہ اس شہرت سے اس كے وقوع كا علم پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بات ناممكن ہو جاتی ہے كہ اتنے سارے لوگوں نے جھوٹ بول كر اسے نقل كیا ہو اور اس حدیث كے لئے اتنی بڑی سازش رچی ہو۔

متلاشی: كوئی بات نہیں جیسا كہ مولانا كی مثنوی میں ہے:

آب دریا را اگر نتوان كشید پس بہ قدر تشگی باید چشید

لہٰذا ان احادیث كے ایك دو نمونے ہی پیش كردیں۔‘‘

محقق: ’’سورہ ھود كی آیت 80 كی تفسیر كے وقت آیا ہے كہ جناب لوط نے اپنی سركش قوم سے خطاب كرتے ہوئے كہا:

لَوْ أَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ

اے كاش تمہارے مقابل میرے پاس قدرت ہوتی یا میرے پاس كوئی مضبوط پشتیان ہوتا۔

امام صادق﷣ نے فرمایا ہےكہ

یہاں قوۃ سے مراد وہی قائم﷣ ہیں اور ركن شدید سے مراد ان كے 313؍ اصحاب ہیں۔[[303]](#footnote-303)؎

دوسری روایت میں آیا ہے كہ امام باقر﷣ نے فرمایا ہے:

لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ مُصْعِدِيْنَ مِنْ نَجَفِ الْكُوفَةِ ثَلَاثَمِائَةٍ وَ بِضْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا كَأَنَّ قُلُوبَهُمْ زُبَرُ الْحَدِيد

جیسے میں ان تین سو اور كچھ آدمیوں كو اپنی آنكھوں سے دیكھ رہاہوں جو نجف كوفہ سے اوپر جارہے ہیں گویا ان كے دل فولاد كے ہوں۔[[304]](#footnote-304)؎

متلاشی: ’’كیا پوری دنیا میں ابھی امام﷣ كے 313؍ اصحاب پیدا نہیں ہوئے جو امام﷣ ظہور كریں اور دنیا كے لوگوں كو ظلم و جور سے نجات حاصل ہو جائے؟‘‘

محقق: ’’یہ 313؍ افراد روایت كے مطابق بہت سی خصوصیتوں كے حامل ہوں گے جن كی طرف توجہ دینے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے كہ دنیا میں ابھی اتنی قوت نہیں ہے كہ وہ ایسے لوگوں كو پیدا كر سكے۔‘‘

متلاشی: ’’مثلاً كون سی خصوصیتیں؟‘‘

محقق: ’’جیسے ہم امام سجاد﷣ سے ایك روایت میں پڑھتے ہیں كہ

جب امام مہدی﷣ مكہ میں موجود جم غفیر كے سامنے اپنا تعارف كرائیں گے اور لوگوں كو اپنی طرف بلائے گے تو كچھ لوگ آپ كو قتل كرنے كے لئے آگے بڑھیں گے تو ’’فَيَقُوْمُوْنَ ثَلَاثَۃُ مِائَۃَ وَ نِیْفَ فَیَمْنَعُوْنَہٗ مِنْہُ‘‘ تین سو كچھ افراد كھڑے ہو كر انہیں روك لیں گے۔[[305]](#footnote-305)؎

يَجْمَعُهُمُ اللهُ بِمَكَّةَ قَزَعًا كَقَزَعِ الْخَرِيْفِ

خدا انہیں خریف كے بادلوں كی طرح مكے میں اكٹھا كرے گا۔[[306]](#footnote-306)؎

امام صادق﷣ نے فرمایا:

كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْقَائِمِ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ وَ حَوْلَهٗ أَصْحَابُهٗ ثَلَاثُمِائَةٍ وَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا عِدَّةَ أَهْلِ بَدْرٍ وَ هُمْ أَصْحَابُ الْأَلْوِيَةِ وَ هُمْ حُكَّامُ اللَّهِ فِي أَرْضِهٖ

گویا میں قائم(عج) كو كوفے كے منبر پر دیكھ رہا ہوں اور ان كے اطراف بدر میں شریك ہونے والوں كی تعداد كے اتنے مرد كھڑے ہیں یہ ان كے پرچم دار اصحاب اور اللہ كی طرف سے زمین پر حكومت كرنے والے لوگ ہوں گے۔[[307]](#footnote-307)؎

اس حدیث كی بنا پر ان افراد كا علم و تقوے میں ایسا ہونا ضروری ہے كہ اگر پوری دنیا كو 313؍ حصوں میں بانٹ دیا جائے تو وہ سب ایك ایك حصے پر حكومت كرنے كی صلاحیت ركھتے ہوں۔ لہٰذا ایسے تین سو تیراہ افراد ہونے چاہیے كہ جن كے اندر ایك ملك كو چلانے كی صلاحیت موجود ہو؟‘‘

متلاشی: ’’اب میں سمجھ گیا كہ دنیا میں ان خصوصیات كے ساتھ ابھی تین سو تیرہ افراد موجود نہیں ہیں اس كے لئے ایك وسیع منصوبے كی ضرورت ہے تاكہ اس طرح كے افراد تیار كئے جاسكیں اور امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے ظہور كی راہیں ہموار ہو سكیں جس طرح رسول خداﷺ اپنے مقصد كی تكمیل اور اسلام كی ترقی كے لئے باتقوی اور مضبوط و سیاسی سوجھ بوجھ ركھنے والے با ایمان اصحاب كی ضرورت محسوس كرتے كرتے اسی طرح امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف بھی اپنے ظہور كے لئے ایسے ہی افراد كی ضرورت محسوس كرتے ہیں۔ كیا آپ ان تین سو تیرہ افراد كی كچھ اور خصوصیات بتا سكتے ہیں؟‘‘

محقق: ’’سورہ بقرہ كی 148 ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيْعًا

تم جہان كہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں یكجا كردے گا۔

امام صادق﷣ نے اس آیت كو پڑھنے كے بعد فرمایا:

اس سے امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے اصحاب مراد ہیں جن كی تعداد 313؍ ہوگی خدا كی قسم! امت معدودہ وہی لوگ ہیں خدا كی قسم! سب ایك ساعت میں اكٹھے ہو جائیں گے جیسے خریف كے بادل۔ وہ سب ایك دوسرے كے پاس جمع ہو جائیں گ۔[[308]](#footnote-308)؎

اسی طرح ان كی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے كہ وہ دور دراز شہروں اور ملكوں سے مكہ آئیں گے۔[[309]](#footnote-309)؎ اور امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ذی طوی (مكہ سے ایك فرسخ كے فاصلے پر) ان 313؍ افراد كے انتظار میں توقف كریں گے یہاں تك كہ وہ لوگ آپ كی خدمت میں پہنچ جائیں گے اور امام﷣ ان كے ساتھ كعبہ تك آئیں گے[[310]](#footnote-310)؎ وہ لوگ پہلے انسان ہوں گے جو امام﷣ كی بیعت كریں گے۔[[311]](#footnote-311)؎

وہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے ساتھ ساتھ غیبی امداد سے مالا مال ہوں گے اور دست خدا اور امام﷣ كا سایہ ان كے سروں پر سایہ فگن ہوگا۔

جیسا كہ امام سجدا﷣ نے فرمایا ہے:

گویا میں تمہارے صاحب (امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) كو دیكھ رہا ہوں جو تین سو اور كچھ افراد كے ساتھ كوفہ كے پیچھے سے نجف آرہے ہیں داہنے طرف جبرئیل اور بائیں طرف میكائیل ہیں اور اسرافیل ان كے سامنے ہیں رسول خداﷺ كے پرچم كو اٹھائے ہوئے ہیں اور اس پرچم كو مخالفوں كے جس گروہ كی طرف جھكا دیتے ہیں اللہ انہیں ہلاك كردیتا ہے۔[[312]](#footnote-312)؎

متلاشی: ’’امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے اصحاب كے بارے میں كیوں رجال یعنی مردوں كا لفظ استعمال ہوا ہے كیا ان كے اصحاب میں عورتیں نہیں رہیں گی؟ كیا عورتیں اس نہضت میں بالكل حصہ نہیں لیں گی؟‘‘

محقق: ’’یہ جو اكثر مردوں كی بات آتی ہے اس لئے كیونكہ ظہور كے ابتدائی ایام میں صرف جنگ و جہاد كی باتیں ہوں گی لہٰذا مردوں ہی كی بات ہوتی ہے كیونكہ میدان جنگ میں یہی جائیں گے لیكن عورتیں محاذ كے علاوہ محنت كریں گے اور ان مجاہدوں كی خدمت كر كے وہ بھی جہاد كریں گی۔

اور جہاں تك ان 313؍ اصحاب كا سوال ہے تو بعض روایتوں كے مطابق ان میں عورتیں بھی ہوں گی جیسا كہ امام باقر﷣ نے فرمایا ہے:

...وَ يَجِيْءُ وَ اللَّهِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَ بِضْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا فِيهِمْ خَمْسُونَ امْرَأَةً يَجْتَمِعُونَ بِمَكَّةَ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ قَزَعاً كَقَزَعِ الْخَرِيْفِ

خدا كی قسم تین سو اور كچھ افراد آئیں گے جن میں سے پچاس عورتیں ہوں گی جو سب مكہ كے پاس خریف كے بادلوں كی طرح بغیر كسی طے شدہ منصوبے كے تحت جمع ہو جائیں گے۔[[313]](#footnote-313)؎

مفضل سے نقل ہوا ہے كہ امام صادق﷣ نے فرمایا ہے:

امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے ساتھ تیرہ عورتیں ہوں گی۔

میں نے كہا: ’’یہ عورتیں امام﷣ كے پاس كیوں ہوں گی۔

امام صادق﷣ نے فرمایا:

یہ مجروحوں كا علاج كریں گی اور جنگی مریضوں كی تیمار داری كریں گی جیسا رسول خداﷺ كے زمانے میں مختلف جنگوں میں عورتیں اس طرح كا كام انجام دیا كرتی تھیں۔[[314]](#footnote-314)؎

متلاشی: ’’امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے عالمی قیام كی نسبت سے یہ تعداد بہت كم ہے؟‘‘

محقق: ’’یہ اصحاب ابتداء ہی میں امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے ملحق ہو جائیں گے لیكن اس كے بعد دھیرے دھیرے آپ كے اصحاب كی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

واضح عبارت میں یوں كہیں جائے كہ یہ امام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے وہ خاص اصحاب ہوں گے جو آپ كی عالمی حكومت كے مركزی اركان ہوں گے مثلاً ایك روایت میں آیا ہے:

360؍ الٰہی و كامل اشخاص حجر اسود اور مقام ابراہیم كے درمیان بیعت كریں گے وہ امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے وزراء اور آپ كی عالمی حكومت كے خاص اركان ہوں گے۔

اس كے بعد آپ﷣ نے یہ بھی فرمایا:

روم كو فتح كرنے میں امام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے ستر ہزار اصحاب تكبیر كہتے ہوئے شركت كریں لے پہلی ہی تكبیر كی گرج كے ساتھ وہ ایك تہائی روم كو فتح كرلیں گے اور دوسری تكبیر كی گرج كے ساتھ دوسرا ایك تہائی حصہ فتح ہوجائے گا اور تیسری تكبیر كے ساتھ ہی پورا روم فتح ہوجائے گا۔[[315]](#footnote-315)؎

یا دوسری روایت میں امام محمد باقر﷣ سے نقل ہوا ہے كہ آپ ﷣نے فرمایا:

ستر ہزار سچے اور مخلص اصحاب كوفے سے امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كی مدد كے لئے اٹھیں گے۔[[316]](#footnote-316)؎

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے متعلق چند روایتں پیش خدمت ہیں۔

1۔ امام صادق﷣ نے فرمایا:

إِنَّ الْقَائِمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ يُنَادٰى بِاسْمِهٖ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَ عِشْرِينَ وَ يَقُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ يَوْمَ قُتِلَ فِيهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ

بلاشبہ قائم﷣ كو ان كے نام سے (رمضان كی) 23ویں شب كو ندادی جائے گی اور عاشورا امام حسین﷣ كے شہادت كے روز آپ كا قیام ہوگا۔[[317]](#footnote-317)؎

2۔ امام سجاد﷣ نے فرمایا ہے:

إِذَا قَامَ قَائِمُنَا أَذْهَبَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَنْ شِيعَتِنَا الْعَاهَةَ وَ جَعَلَ قُلُوْبَهُمْ كَـزُبَرِ الْحَدِيدِ وَ جَعَلَ قُوَّةَ الرَّجُلِ مِنْهُمْ قُوَّةَ أَرْبَعِيْنَ رَجُلًا وَ يَكُوْنُوْنَ حُكَّامَ الْأَرْضِ وَ سَنَامَهَا

جب ہمارا قائم قیام كرے گا تو خداوند عالم تمام آفتیں اور وحشتیں ہمارے شیعوں سے دور كر دے گا اور ان كے دلوں كو فولاد كی طرح مضبوط كردے گا اس وقت ایك آدمی كی طاقت چالیس آدمیوں كے برابر ہوجائے گی وہ لوگ تمام دنیا كے حاكم اور سردار ہوں گے۔[[318]](#footnote-318)؎

3۔ امام باقر﷣ نے فرمایا ہے:

فَإِذَا وَقَعَ أَمْرُنَا وَ خَرَجَ مَهْدِيُّنَا كَانَ أَحَدُهُمْ أَجْرٰى مِنَ اللَّيْثِ وَ أَمْضٰى مِنَ السِّنَانِ يَطَأُ عَدُوَّنَا بِقَدَمَيْهِ وَ يَقْتُلُهٗ بِكَفَّيْهِ

جب ہمارا امر واقع ہو جائے گا تو ہمارا ہر شیعہ شیر سے زیادہ جرائت مند ہو جائے گا اور نیز زیادہ تیز ہو جائے گا وہ اپنے پیروں سے ہمارے دشمن كو پامال كردے گا اور اپنی ہتھیلیوں سے انہیں مار ڈالے گا۔[[319]](#footnote-319)؎

4۔ امام صادق﷣ نے فرمایا:

لِيُعِدَّنَّ أَحَدُكُمْ لِخُرُوجِ الْقَائِمِ وَ لَوْ سَهْمًا

تم لوگوں كو امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے ظہور كے لئے تیاری كرنا چاہیے بھلے ہی ایك ایك تیر كے ذریعے ہی كیوں نہ ہو۔[[320]](#footnote-320)؎

آپ نے اسی سلسلے میں یہ حدیث بھی فرمائی:

يَذِلُّ لَهٗ كُلُّ صَعْبٍ

تمام مشكلات اس كے لئے آسان ہو جائیں گی۔[[321]](#footnote-321)؎

## 102۔ ایك استاد كا علامہ امینی﷫ سے مناظرہ

اسلام كے عظیم عالم علامہ امینی ﷫ایك دن بغداد كے ایك بازار سے گزر رہے تھے وہاں ان كی ایك ایسے شخص سے ملاقات ہوگئی جس كی ظاہری حالت سے لگ رہا تھا كہ وہ نہایت پڑھا لكھا اور صاحب تحقیق و مطالعہ ہے جیسے ہی اس نے علامہ كو دیكھا ویسے ہی ان كے پاس آكر سلام كیا اور كہنے لگا كہ میرے پاس ایك سوال ہے آپ اس كا جواب عنایت كریں۔

علامہ: ’’فرمائیے۔‘‘

استاد نے اپنا سوال یہ كہتے ہوئے شروع كیا۔ حضرت علی﷣ كے لئے آپ لوگ جن فضائل كا ذكر كرتے ہں ان میں سے حضرت رسول خداﷺ كی یہ حدیث بھی ہے:

عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ يَدُوْرُ مَعَهٗ حَيْثُ مَا دَارَ

علی حق كے ساتھ ہیں اور حق علی كے ساتھ ہے جیسے علی چلتے ہیں یہ حق بھی انہیں كے ساتھ چلتا ہے۔

لیكن یہی روایت رسول خداﷺ كے ایك صحابی عمار یاسر كے بارے میں بھی وارد ہوئی ہے لہٰذ یہ تو حضرت علی﷣ كی كوئی فضیلت نہ ہوئی۔

علامہ: ’’تم كیا كرتے ہو؟‘‘

استاد: ’’میں بغداد كے ایك اسكول میں ادب كا استاد ہوں۔‘‘

علامہ: ’’اچھی بات ہے چونك تم ادب كے استاد ہو لہٰذا تمہارے ساتھ بحث ہو سكتی ہے تمہارے سوال كا یہ جواب ہے كہ رسول خداﷺ نے حضرت علی﷣ كے بارے میں فرمایا ہے كہ علی حق كے ساتھ ہیں اور حق علی كے ساتھ ہے جہاں جہاں علی جائیں حق بھی وہیں جائے گا اس طرح سے روایت نے حضرت علی﷣ كو حق كا محور اور مدار قرار دیا ہے اور اس بات كا تمہیں علم ہوگا كہ اگر یہ بات اس كے بر عكس ہوتی یعنی اگر رسول خداﷺ نے یہ كہا ہوتا كہ جہاں حق جائے گا علی وہاں جائیں گے تو دوسری بات ہوتی اگر رسول خداﷺ نے حضرت علی﷣ كا محور اور مدار حق كو قرار دیا ہوتا تو اتنی اہمیت نہ ہوتی اور آپ نے جو دوسروں كے بارے میں اس طرح كی حدیث فرمائی ہے تو اس میں حق كو ان كا محور قرار دیا ہے نہ یہ كہ ان كو حق كا محور قرار دیا رسول خداﷺ نے اپنی كسی حدیث میں نہ عماركو اور نہ كسی اور صحابی كو حق كا مدار قرار دیا ہے یہ تو صرف حضرت علی﷣ كی خصوصیت ہے۔

وہ استاد اس بہترین مستدل بات سے قانع ہو گیا ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے اس كی گمشدہ چیز مل گئی ہو اس نے علامہ امینی ﷫كا شكریہ ادا كیا اور چلا گیا۔[[322]](#footnote-322)؎

## 103۔ علامہ بحر العلومؒكا مكے كے امام جمعہ سے مناظرہ اور اس كا شیعہ ہونا

علامہ سید محمد مہدی معروف بہ علامہ بحر العلوم﷫ (متوفی 1212؁ھ) شیعوں كے بزرگ علماء میں سے تھے اور نہایت نیك اور صالح عالم تھے۔ ہجرت كی تیرہویں صدی كے یہ عظیم عالم كربلا اور نجف میں رہتے تھے اس كے بعد وہ حج كرنے مكہ گئے اور وہاں دو سال رہے مگر یہاں انہوں نے كسی كو اپنے بارے میں نہیں بتایا اور ان لوگوں كے درمیان تقیہ كر كے رہنے لگے یہاں تك كہ سنیوں نے انہیں اپنا ہی كوئی عالم سمجھنا شروع كر دیا۔

اس مدت میں علامہ نے بہت سے علماء سے جان پہچان پیدا كرلی یہاں تك كہ حجاز كے علماء سے ان كے روابط اتنے زیادہ بڑھ گئے كہ وہ لوگ علامہ كے پاس آتے اور آپ بھی ان كے یہاں جاتے اور علمی بحث و مباحثے، نشستوں كی صورت میں ہوا كرتے۔ وہاں كے امام جمعہ سے علامہ كی بہت گہری دوستی ہو گئی۔

ایك دن علامہ بحر العلوم ﷫اس امام جمعہ كے گھر گئے تو دیكھا كہ وہ اپنی لائبریری میں مطالعہ كر رہا ہے علامہ نے تھوڑی دیر تك ان كتابوں كو دیكھا اس كے بعد اس سے پوچھا: یہ كیسی كتابیں ہیں؟

امام جمعہ نے جواب دیا: ’’ایسی كتابیں ہیں جن كے نفوس خواہش مند ہوتی ہیں اور جن سے آنكھیں لذت كا احساس كرتی ہیں۔‘‘

علامہ نے كہا: ’’كیا تمہارے پاس وہ كتاب ہے جسے ابو حنیفہ نے تالیف كیا ہے جو رجال اوب حنیفہ كے نام سے معروف ہے؟‘‘

امام جمعہ: ’’نہیں میری لائبریری میں یہ كتاب موجود نہیں ہے لیكن میں نے اس كا مطالعہ كیا ہے۔‘‘

علامہ: ’’ابو حنیفہ نے اس كتاب میں لكھا ہے: ’میں نے جعفر بن محمد (امام صادق﷣) سے پڑھا ہے۔ میں ہر روز ان كے بیكراں علمی چشمے سے سیراب ہوتا تھا مختلف مسائل كے متعلق سوالات كرتا تھا یہاں تك كہ میں نے ستر مسئلہ یاد كرلئے تھے جو ان كی زبان سے نكلے تھے اسی طرح ان كے درس میں یہت سے علماء شریك ہوتے تھے اب تم بتاؤ كے امام صادق﷣ نے كتنے فرعی مسائل بیان كئے ہوں گے اور اسی طرح كتنے اساسی مسائل حل كئے ہوں گے اور اسی طرح اپنے ہر شاگرد كو كتنے سوالوں كے جواب دیتے ہوں گے جن كے بارے میں كسی كو كوئی علم ہی نہیں……

جب علامہ نے اپنی بات ختم كی تو امام جمعہ گھری فكر میں ڈوب گیا اور جب علامہ اس كے گھر سے نكل كر اپنے گھر كی طرف چلے تو وہ بھی بڑے احترام اور عزت كے ساتھ آپ كے ساتھ ہو لیا جب علامہ اپنے گھر پہنچ گئے تو آپ نے اس سے گھر كے اندر آنے كو كہا تو اس نے جواب دیا۔

میں آپ كے گھر نہیں آنا چاہتا تھا میں تو صرف آپ كے گھر كا پتہ جاننا چاہتا تھا۔

اس كے بعد وہ امام جمعہ اپنے گھر چلا گیا۔

اس بات كو ایك سال گزر گیا یہاں تك كہ وہ امام جمعہ مریض ہو گیا اس نے علامہ كو اپنے پاس بلوایا۔ جب علامہ اس كے پاس پہنچے تو آپ نے دیكھا كہ وہ عالم احتضار میں ہے اس كی زندگی ختم ہونے والی ہے اس نے علامہ كو اپنے پاس بلایا اور آپ كے كان میں كہنے لگا: ’’جس دن آپ نے امام صادق﷣ كے بارے میں مجھ سے بات كی تھی اور آپ نے یہ كہا تھا كہ ابو حنیفہ نے اپنی كتاب میں ان كے بارے میں اس طرح لكھا ہے اسی دن میں شیعہ ہو گیا تھا لیكن اپنے مذہب كو چھپائے ہوئے تھا اب آپ میرے وصی ہیں جب میں مر جاؤں تو آپ میری تجہیز و تدفین شیعوں كے مطابق كریئے گا۔‘‘

اس كے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

علامہ نے اس كی وصیت كی مطابق عمل كیا۔

## 104۔ شیخ جمال ملص سے ایك مزیدار مناظرہ

سید عبد القادر حاج عمر، حلبی سوری كہتے ہیں:

1359؁ھ میں ماہ رجب كی سترہویں دن مجھے ایك سنی تاجر نے مدعو كیا وہ نہایت نیك اور متدین شخص تھا اس كا نام عبد اللہ طرابیشی تھا۔ میں نے اس كی دعوت قبول كی اور اس كے گھر پہنچ گیا۔ میں جیسے ہی وہاں پہنچا اس نے خوش آمدید كہتے ہوئے مجھے اپنے نزدیك ہی ایك دگہ پر بٹھا لیا۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی كہ ایك لحیم شحیم شخص[[323]](#footnote-323)؎ نہایت ڈھیلا ڈھالا پیراہن پہنے اور بہت بڑا عمامہ لگائے ہاتھ میں ایك عصا لئے گھر میں داخل ہوا ہم نے اسے سلام كیا اور نہایت احترام كے ساتھ اسے بٹھایا كچھ ہی دیر گزری تھی كہ وہاں بیٹھے ہوئے اشخاص میں سے صبحی آفندی حماض نامی ایك شخص نے سوال كر لیا۔ حضور یمن والوں كا كیا مذہب ہے؟

اس نے جواب دیا: ’’وہ شیعہ، كافر، فاسق و فاجر ہیں ان كا قتل، ان سے جنگ اور انہیں شہر بدر كرنا واجب ہے كیونكہ وہ لوگ اہل بیت كو صحابہ سے افضل كہتے ہیں۔‘‘

یہ سن كر میرے میزبان نے كھڑے ہو كر كہاك حضور یہ ہمارا مہمان شیعہ ہے اور اس نے میری طرف اشارہ كیا۔

اس شیخ نے مجھ سی سوال كیا: ’’كیا واقعی تم شیعہ ہو؟‘‘

میں نے كہاكہ ہاں مذہب جعفری كا پیرو ہوں جو رسول خداﷺ اور ان كے اوصیاء اور عترت كا مذہب ہے كیا آپ مجھے كچھ پوچھنے كی اجازت دیں گے لیكن اس شرط كے ساتھ كہ آپ ادب كا خیال ركھیں گے اور مجھ عدل و انصاف سے جواب دیں گے؟

اس نے كہا: ’’پوچھو لیكن مذہبی سوال ہونا چاہیے ورنہ میں تمہیں اپنی اس عصا سے ماروں گا۔

مجھے اس كی حماقت پر بڑا تعجب ہوا لیكن میں نے پھر بھی بڑی نرمی سے اسے جواب دیتے ہوئے كہا: نہیں ہرگز نہیں اے شیخ ہم شیعہ رسول خداﷺ كے عترت كے اخلاق و آداب پر عمل كرتے ہیں انھوں نے ہمیں یہ سكھایا ہے كہ ہم كسی كو گالی نہ دیں۔ میں آپ سے صرف دینی و اخلاقی، انسانی اور اجتماعی سوالت ہی كروں گا۔

اس نے كہا: ’’سوال كرو۔‘‘

میں نے كہا: ’’خداوند عالم سورہ شوری كی 23ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

تم ان سے كہہ دو كہ میں اجر رسالت كے طور پر صرف اپنے اقرباء سے مودت چاہتا ہوں۔

یہ كون لوگ ہیں جن كی مودت امت پر واجب ہے؟

اس نے كہا: ’’اے بھائی یہ پنجتن پاك ہیں اس آیت میں قربی سے مراد حضرت علی، جناب فاطمہ، امام حسن و امام حسین شہید كربلا﷨ مراد ہیں۔‘‘

میں نے كہا: ’’شكریہ اے شیخ آپ نے دوسروں كی طرح حق پر پردہ ڈالنے كی كوشش نہیں كی بلكہ جو حقیقت تھی اسے بتا دیا آپ نے واقعاً انصاف سے جواب دیا۔‘‘

پھر میں نے اپنا دوسرا سوال كیا: ’’نماز دین كا ستون ہے اور نماز گزار كے لئے عترت آل محمدﷺ پر صلوات بھیجنا واجب ہے خداوند عالم سورہ احزاب كی 33ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

تشہد میں ان پر صلوات واجب ہونے كا یہی مطلب ہوگا كہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام لوگوں سے افضل قرار دیا ہے لہٰذا جو بھی ان كے علاوہ كسی اور كو ان پر مقدم كرے وہ فاسق اور منحرف ہوگا كیونكہ اس نے اس طرح خدا اور اس كے رسول كی مخالفت كی۔ میں آپ كو خدا كی قسم دیتا ہوں كیا شیعہ جو رسول خداﷺ كی پیروی كرتے ہیں انہیں فاسق و فاجر كہا جاسكتا ہے؟ جنھوں نے علم و حكمت سے زمین كو بھر دیا ہو؟ كیا اخلاقی اعتبار سے ایسے لوگوں كو گالی دینا ان پر تہمتیں لگانا اور اس كرح كی باتیں ان سے منسوب كرنا صحیح ہوگا؟ وہ تو اپنے مذہب حق كی ترویج كرتے ہیں وہ اہل بیت﷨ كو اصحاب كیا سب پر فضیلت دیتے ہیں كیونكہ خدا اور اس كے رسول نے ایساہی كیا ہے۔ اب آپ بتائیں كہ كیا انہیں ان كے اس عمل كے لئے برا بھلا كہا جا سكتا ہے؟

نہیں ہرگز نہیں بلكہ معاملہ اس كے برعكس ہے یہ لوگ تو تعریف كئے جانے كے قابل ہیں جو ان كے مضبوط آراء كی مخالفت كرے اور ان كے عقائد كو برا كہے وہ غلط كام كرتا ہے اور ایسا كیوں نہ ہو شیعہ تو كتاب اور سنت نبوی كی پیروی كرتے ہیں اور امام علی﷣ اور ان كی اولاد﷨ كے نقش قدم پر چلتے ہیں جو جن و انس كے سردار ہیں جو حكمت كے چشمے، باعث نزول رحمت اور ائمہ حقہ ہیں ان كا پہلا، آخر كی طرح ہوتا ہے اور آخر پہلے كی طرح ہوتا ہے۔ ان كی باتیں رسول خداﷺ كی باتیں ہوا كرتی ہیں اور رسول خدا ﷺكی باتیں خدا كی باتیں ہوتی ہیں۔ شیعوں نے اپنا مذہب انہیں اہل بیت اطہار ﷨سے حاصل كیا ہے انھوں نے غیروں سے كوئی تعلق نہیں ركھا جیسے ان كے علاوہ دوسرے لوگوں نے اپنا مذہب اجنبی افراد سے حاصل كیا۔ كیا كوئی عاقل امام صادق﷣ كو چھوڑ كر كسی اور كی پیروی كرے گا جو كہہ رہے ہیں:

مجھ سے میرے والد باقر﷣ نے كہا كہ مجھ سے میرے والد سجاد﷣ نے كہا كہ مجھے سے میرے والد حسین﷣ نے كہا كہ مجھ سے میرے بھائی حسن﷣ نے كہا كہ مجھ سے میرے والد علی ابن ابی طالب﷦ نے كہا كہ مجھ سے میرے چچا زاد بھائی اور میرے حبیب رسول خداﷺ نے كہا كہ مجھ سے میرے بھائی جبرئیل نے كہا كہ خدا نے فرمایا۔

لہٰذا شیعوں نے اپنا دین اس طرح سے حاصل كیا ہے اور ان كے علاوہ دوسروں نے ایسے لوگوں سے اپنا دین لیا ہے جن كے بارے میں سبھی كو معلوم ہے لہٰذا اے شیخ میں تمہیں خدا كی قسم دیكر كہہ رہا ہوں كہ تم انصاف كرو اور خوب اچھی طرح سوچ سمجھ كر فیصلہ كرو كہ كس كا مذہب زیادہ معتبر ہے؟

یہ سن كر شیخ نے فكر مندی سے اپنا سر جھكا لیا اور اس كے بعد اس نے مجھ سے اپنی بیہودہ باتوں كے لئے معافی مانگی، مجھے چوما اور مجھ سے شیعوں كی بعض كتابیں مانگی میں نے اپنے پاس موجود كچھ كتابیں اسے دے دیں جن میں علامہ سید شرف الدین قدس سرہ كی كتاب المراجعات بھی تھی اس كے بعد میں نے حاضرین سے رخصت چاہی اور اپنے گھر واپس آگیا اور وہ شیخ شكریہ ادا كرتے ہوئے دمشق چلا گیا۔

كچھ ہی دنوں بعد اس نے میرے پاس شكریوں اور تعریفوں سے بھرا ہوا ایك خط بھیجا جواب بھی میرے پاس محفوظ ہے اس خط میں مجھے اس نے بتا یا كہ اب وہ شیعوں كی طرف مائل ہے اور یہ مذہب اختیار كرنا چاہتا ہے۔[[324]](#footnote-324)؎

## 105۔شیخ مفید كا استاد رمانی كو منہ توڑ جواب

شیخ رمانی تیرہویں سدی ہجری كا اہل سنت كا ایك بہت بڑا عالم تھا اسے تدریس و تحقیق اور مناظرے میں مہارت حاصل تھی۔ اس كے درس میں بہت سے علماء اور طلبہ شریك ہوتے تھے۔

شیعوں كے عظیم علماء اس وقت نوجوان تھے۔ ایك دن آپ اس كے درس میں آئے تو آپ نے دیكھا كہ وہ اپنے شاگردوں كو پڑھانے میں مشغول ہے اور وہ بڑے دھیان سے اس كی باتیں سن رہے ہیں۔

شیخ مفید ﷫كہتے ہیں: ’’میں بھی درس كے ختم ہونے كے انتظار میں بیٹھ گیا جیسے جیسے لوگ اس كے پاس سے ہٹتے گئے میں اس سے قریب ہوتا چلا گیا یہاں تك كہ میں نے سنا كہ ایك آدمی اس سے غدیر اور غار كی حدیثوں كے متعلق سوال كر رہا ہے۔

اس كا سوال سن كر استاد رمانی نے كہا: جہان تك غار كی خبر ہے وہ درایت ہے اور غدیر روایت ہے روایت كی وہ اہمیت نہیں ہوتی جو درایت كی ہوتی ہے یعنی درایت حتمی ہوتی ہے۔

یہ سن كر وہ شخص اس كے پاس سے اٹھ كر چلا گیا۔

شیخ مفید ﷫كہتے ہیں كہ میں نے آگے بڑھ كر كہا: ’’اے شیخ میں ایك سوال كرنا چاہتا ہوں۔‘‘

اس نے كہا: ’’كہو۔‘‘

میں نے كہا: ’’تم اس كے بارے میں كیا كہتے ہو جو امام عادل سے جنگ كرے؟‘‘

استاد رمانی نے كہا: ’’وہ كافر ہوگا اس كے بعد اس نے اپنے قول كی تصحیح كرتے ہوئے كہا كہ وہ فاسق ہوگا۔‘‘

شیخ مفید﷫: ’’تم امیر المومین علی﷣ كے بارے میں كیا كہتے ہو؟‘‘

استاد رمانی: ’’وہ امام ہیں۔‘‘

شیخ مفید﷫: ’’تم جنگ جمل اور طلح و زبیر كے بارے میں كیا كہتے ہو؟‘‘

استاد رمانی: ’’انھوں نے توبہ كر لیا تھا۔‘‘

شیخ مفید﷫: ’’جہاں تك خبر جمل كی بات ہے تو یہ درایت (یعنی یقینی بات) ہے اور جہاں تك ان دونوں كی توبہ كا سوال ہے تو یہ روایت ہے (یعنی منقول ہے) اور روایت درایت كے اتنی اہمیت كی حامل نہیں ہو سكتی۔‘‘

یہ سن كر استاد رمانی خاموش ہو گیا اور پھر اس نے كہا روایت روایت سے ہے اور درایت درایت سے ہے۔ اس كے بعد اس نے شیخ مفید كو مفید كا لقب دیا۔[[325]](#footnote-325)؎

## 106۔ بابیت اور بہائیت كا ظہور

ایك ذہین لڑكے نے اپنے عالم باپ سے چند سوال كیے جن كے اس كے عالم باپ نے جواب دیے ہم اسی مكالمے كی طرف آپ كی توجہ مبذول كرنا چاہتے ہیں۔

بیٹا: میں نے لوگوں سے سنا بھی ہے اور مختلف كتابوں میں پڑھا بھی ہے كہ بابی اور بہائی مذہب كے ماننے والے ناصر الدین كے زمانے میں ظاہر ہوئے ان دونوں مذہبوں نے بہت سے لوگوں كو اپنی طرف كھینچ لیا اور اب بھی اس مذہب كے معتقدین كی اچھی خاصی تعداد موجود ہے آپ ذرا مجھے ان دونوں مذاہب كے ظہور كی كیفیت كے بارے میں كچھ بتائیں؟

باپ: ’’استعمار نے جب یہ محسوس كیا كہ اب اسلام اس كے لئے ایك مستقل طور پر خطرہ بنتا چلا جا رہا ہے جو اس كے ناجائز منافع كے راہ میں ركاوٹیں پیدا كر رہا ہے تو اس نے اختلاف پیدا كرو مضبوط ہو جاؤ گے كی سیاست پر عمل كرتے ہوئے مسلمانوں كے درمیان مختلف فرقے وجود لے آیا جیسے قادیانیت، كسرویت، بابیت، بہائیت، شیخیت، وغیرہ۔

اس طرح اس نے مسلمانوں كو اتحاد سے دور ركھنے كے لئے مختلف فرقے پیدا كر دئے بابیت اور بہائیت كو وجود میں لانے كے لئے روس اور انگلینڈ كی حكومتوں نے آپسی تعاون سے ایران میں اس گمراہ دین كو وجود بخشا۔‘‘

بیٹا: ’’استعمار نے كیوں بابی اور بہائی مذہب كو اختیار كیا بلكہ اس كے موسس كون لوگ تھے؟‘‘

باپ: ’’استعمار كی یہ كوشش تھی كہ مختلف افراطی مذہبوں كو پیدا كر كے حقیقی اسلام كو چوٹ پہنچا كیونكہ افراط و تفریط ہمیشہ انسان كو دشمنوں كا لقمہ بنا دیتی ہے اسی لئے امام علی﷣ نے فرمایا ہے كہ

جاہل كو یا تو زیادہ روی كرنے والا یا پھر كوتاہی كرنے والا پاؤ گے۔[[326]](#footnote-326)؎

بابیت كی بنیاد شیخیت ہے اس كے بعد اسی بابیت سے بہائیت وجود میں آئی۔‘‘

بیٹا: ’’آپ اس سلسلے میں مزید وضاحت كریں گے۔‘‘

باپ: ’’جب ایران اور روس كے درمیان بڑی لمبی جنگ چھڑی تھی تو اس جنگ كے خطرناك اثرات كی بنا پر لوگوں كے حوصلے پست ہو چكے تھے جس كی بنا پر لوگوں كے درمیان عام طور سے ایك منجی اور نجات دہندہ كے انتظار كی سی كیفیت پیدا ہو چلی تھی۔

اسی زمانے میں ایك احمد الاحسائی نامی شخص ظاہر ہوا اور امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كے ظہور كے متعلق باتیں كرنے لگا اس نے یہ بھی دعوی كیا كہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے اس كا برابر رابطہ رہتا ہے جس كی وجہ سے كچھ لوگ اس كے پاس اكٹھا ہونے لگے۔

شیخ احمد الاحسائی احساء كا رہنے والا تھا 1175؁ھ میں پیدا ہو اور 1252؁ھ میں 67 سال كی عمر میں مدینہ میں مرا اور بقیع میں دفن ہوا۔

وہ مذہباً شیعہ تھا لیكن چار اصول پر اعتقاد ركھتا تھا وہ چار اصول یہ ہیں:

(1) اللہ (2) نبی (3) امام (4) باب الامام (امام سے مخصوص واسطہ)

اس كا یہ بھی اعتقاد تھا كہ ہر زمانے میں ایك ایسے شخص كا وجود ضروری ہے جو امام اور لوگوں كے درمیان رابطی كا كام كرے لہٰذا اس نے دعوی كیا كہ وہ وہی امام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف كا خاص باب ہے۔

اپنی آخری عمر میں اس نے حج كرنے كا رادہ كیا اور مدینہ میں جاكر بیمار پڑا اور وہیں مر گیا۔ سفر پر جاتے وقت اس نے اپنے شاگردوں میں سے ایك كاظم رشتی نامی شخص كو اپنا جانشین بنادیا تھا اور اپنے پیرو كاروں كو اسی كی پیروی كرنے كا حكم دیا تھا آہستہ آہستہ شیخ احسائی كے پیرو كاروں كی تعداد بڑھتی گئی یہان تك كہ مذہب شیخیہ كی بنیاد پڑی۔

شیخ احسائی كے بعد اس مذہب كی زمان كاظم رشتی كے ہاتھوں میں آگئی تھی اس كا عقیدہ بھی شیخ احسائی ہی كی طرح تھا وہ مسلمانوں سے الگ ہو گیا اور اپنے خاص پیروكاروں كے ساتھ رہنے لگا۔ كاظم رشتی بھی 1259؁ھ میں مر گیا مگر اس نے اپنے بعد كسی كو اپنا خلیفہ نہیں بنایا جس كی وجہ سے اس كے پیروكار بڑی پریشانی میں مبتلا ہوگئے اور آخر كار ان میں سے چار افراد نے سید كاظم رشتی كا جانشین ہونے كا دعوی كیا ان چار افراد كے نام درج ذیل ہیں:

1۔ الحاج كریم خان الكرمانی۔

2۔ المیرزا شفیع التبریزی۔

3۔ المیرزا طاہر الحكاك الاصفہانی۔

4۔ المیر زاعلی محمد شیززای معروف ب السید باب بانی مذہب بابیہ۔

سید كاظم كے اكثر ماننے والوں نے الحاج كریم خان الكرمانی كو اپنا رہبر مان لیا اس فرقہ كا مركز كرمان ہے اور اس فرقے كا راہنما محمد كریم خان كا ایك پوتا ہے۔

### سید علی محمد باب كا ظہور

بیٹا: ’’یہ سید محمد باب كون ہے اور اس كا كیا دعوی ہے؟‘‘

باپ: ’’سید محمد باب ان چار افراد میں سے ایك ہے جنھوں نے سید كاظم رشتی كی خلافت كا دعوی كیا تھا۔ یہ المیرزا رضا بزاز الشیرازی كا بیٹا تھا، 1235؁ھ كو محرم كے ابتدائی ایام میں پیدا ہوا اور 1266؁ھ میں اسے 31 سال كی عمر میں ناصر الدین شاہ كے حكم سے اس كے چند پیروكاروں كے ساتھ سزائے موت دے دی گئی۔‘‘

بیٹا: ’’بہائیت كا بانی كون ہے؟‘‘

بہائیت كا بانی بہاء اللہ ہے جو 1233؁ھ میں تہران میں پیدا ہوا تھا یہ میرزا عباس معروف بہ میرزا كبیر نوری مازندرانی كا بیٹا تھا۔ حسین ایك اچھے كھاتے پیتے گہرانے میں پلا بڑھا اور مدرسہ جاكر پڑھنے لگا وہیں پر وہ تصوف كی طرف مائل ہوا اور جب بڑا ہو گیا تو مكمل صوفیوں كی طرح رہنے لگا اور كچھ ہی دنوں بعد 1266؁ھ میں یہ سید محمد باب پر ایمان لے آیا اور اسی كے ساتھ رہنے لگا۔ اس كے ساتھ ہی ساتھ وہ روسی كارندوں كا تعاون بھی كرتا رہا مگر باب كی وفات كے بعد بھی یہ كچھ دنوں تك اسی كے مذہب كی ترویج كرنے میں مشغول رہا اس كا یہ اعتقاد تھا كہ اس كا بھائی میرزا یحیی صبح ازل محمد باب كا جانشین ہے اس كے بعد وہ اپنے بھائی كے ساتھ اس مذہب سے بھی نكل گیا اس كے بعد تركی كے شہر ادرنہ میں اپنے قیام كے چوتھے سال اس نے یہ دعوی كر دیا محمد علی باب سے جس شخص كے بارے میں وعدہ كیا گیا تھا وہ میں ہوں اور میرزا یحیی پر میری اطاعت واجب ہے اس طرح سے اس نے باب كے جانشین ہونے كا بھی اعلان كردیا۔

اس كے بعد اس نے مسلك باب كو منسوخ كر دیا جس كی وجہ سے بہت سے گو اس كی طرف مائل ہوگئے اور اس كے مذہب كو اختیار كرنے لگے یہ صورت حال دیكھ كر عثمانی حكومت نے اسے 1285؁ھ میں فلسطین كے یاك شہر عكا كی طرف بھگا دیا یہاں تك كہ وہ 1309؁ھ میں 76 سال كی عمر میں مر گیا اس كی قبر شہر عكا میں ہے۔

وہ سید محمد باب سے بہت مشابہ تھا كیونكہ اس نے بھی اسی كی طرح كبھی نبوت كا دعوی كیا اور كبھی الوہیت و ربوبیت كا بلكہ وہ تو اس سے بھی آگے بڑھ گیا اس نے اس كا بھی دعوی كردیا كہ اسی نے خداؤں كو پیدا كیا اسی بات كو اس نے اپنے قصیدہ میں كہا۔

كل الالوه من رشح امري تاء لهت و كل الربوب من طفح حكمي تربت

تمام خداؤں كو میرے حكم سے خدائی ملی ہے اور تمام پروردگاروں نے میرے ہی حكم پروردگاری حاصل كی ہے۔[[327]](#footnote-327)؎

بیٹا: ’’میں آپ كا بہت شكر گزار ہوں بہائیوں اور بابیوں كے یہ احمقانہ اور بے سرو پا دعوے كسی بھی صحیح و سالم عقل ركھنے والے انسان پر واضح اور روشن كر دیتے ہیں كہ ان كی كوئی حیثیت نہیں ہے ہر عاقل انسان استعمار پر لعنت كرے گا جو انھوں نے لوگوں كو گمراہ كرنے كے لئے اس طرح كے خرافاتی مذاہب پیدا كئے تاكہ مسلمانوں كے درمیان اختلاف عمل میں آئیں اور ان كا اتحاد ریزہ ریزہ ہو جائے۔‘‘

## 107۔ علی﷣ زیادہ سچے تھے

ایك دن ہارون كے وزیر یحیی برمكی نے ہشام سے پوچھا: یہ جو روایتوں میں آیا ہے كہ حضرت علی﷣ نے عمر بن خطاب كو امیر المومنین كہا ہے كیا صحیح ہے؟

جناب ہشام نے كہا: ہاں صحیح ہے۔

یحیی: ’’تو پھر تم لوگ كیوں عمر كی خلافت و امامت كا انكار كرتے ہو؟‘‘

ہشام: ’’خداوند عالم نے قرآن مجید میں جناب ابراہیم﷣ كی زبان سے بتوں كو الہ سے تعبیر كیا ہے جیسا كہ ہم سورہ صافات كی 90 میں پڑھتے ہیں فراغ الی الھتہم، ابراہیم ان لوگوں كے خداؤں كے پاس گئے۔ حالانكہ وہ خدا نہیں تھے پھر بھی اللہ نے انہیں خدا كہا۔ حضرت علی﷣ نے بھی اسی طرح عمر كو امیر المومنین كہا حالانكہ وہ ایسا نہیں تھا۔لہٰذا علی﷣ نے سچ كہا تھا كیونكہ خدا نے سچ كہا ہے۔‘‘[[328]](#footnote-328)؎

## 108۔ احمد بن حنبل كا حصرت علی﷣ كے فضائل كے متعلق ایك مناظرہ

(احمد بن حنبل اہل سنت كے مذاہب اربعہ میں مسلك حنبلی كے امام ہیں حضرت علی﷣ كی فضیلتوں كے بارے میں ان سے ایك دلچسپ روایت نقل ہوئی ملاحظہ فرمائیں۔)

محمد بن منصور طوسی كہتا ہے:

ہم احمد بن حنبل كے پاس تھے كہ تبھی ان سے ایك شخص نے كہا:

اے ابو عبد اللہ آپ اس حدیث كے بارے میں كیا كہتے ہیں جس میں یہ روایت ہوئی ہے كہ علی﷣ نے كہا ہے: میں قسیم نار و جنت ہوں۔

احمد بن حنبل نے كہا: ’’تم كیوں اس حدیث كا انكار كر رہے ہو؟ كیا تم نے یہ روایت نہیں سنی كہ رسول خداﷺ نے فرمایا ہے:

اے علی تمہیں صرف مومن دوست ركھے گا اور تمہیں صرف منافق ہی دشمن ركھے گا؟

ہم سب نے كہا: ’’ہاں ہم نے سنا ہے۔‘‘

احمد بن حنبل نے كہا: ’’تو مومن كہاں رہے گا؟‘‘

ہم نے كہا: ’’جنت میں۔‘‘

احمد بن حنبل نے كہا: ’’منافق كہا رہے گا؟‘‘

ہم نے كہا: ’’جہنم میں۔‘‘

احمد بن حنبل نے كہا: ’’تو پھر حضرت علی﷣ قسیم نار و جنت ہو گئے۔‘‘[[329]](#footnote-329)؎

## 109۔ حضرت امام علی﷣ كی صحابہ پر افضیلت

### اشارہ

اواخر قرن سوم اور اوائل قرن چہارم كے مذہب تشیع كے ایك عظیم عالم محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید ﷫تھے۔ آپ كی وفات 413؁ھ كو بغداد میں ہوئی آپ كی قبر كا ظمین میں مرقد امام كاظم اور امام جواد﷦ كے بغل میں واقع ہے جواب تك شیعوں كی زیارت گاہ ہے۔

شیخ مفید ﷫كے مختلف فرقوں كے ساتھ مختلف موضوعات پر بے شمار مناظرے ہیں ہم ان میں سے ایك مناظرہ آپ كے لئے نقل كر رہے ہیں۔

اپنے زمانے كی ایك بہت بڑی شخصیت كے یہاں شیخ مفید ﷫ایك دن گئے اس شخص كا نام عبد اللہ تھا اس نے شیخ مفید سے كہا تمہارے پاس حضرت علی﷣ كے صحابہ سے افضل ہونے كی كیا دلیل ہے؟

شیخ مفید﷫: ’’حضرت علی﷣ كی افضیلت پر آنحضرت كا یہ قول دلیل ہے:

اَللّٰهُمَّ ائْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِي مِنْ هٰذَا الطَّائِرِ .

پالنے والے میرے پاس تو اپنے محبوب ترین مخلوق كر بھیج دے تاكہ وہ میرے ساتھ اس پرندے كے كھانے میں شریك ہو۔[[330]](#footnote-330)؎

اس دعا كے بعد حضرت علی﷣ تشریف لائے اور آپ نے رسول خداﷺ كے ساتھ اس پرندے كا گوشت كھایا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے كہ آپ ہی اللہ كے محبوب ترین مخلوق تھے اور جو اللہ كا محبوب ترین شخص ہوگا اس سی زیادہ باعمل اور مطیع كون ہوگا اور اس طرح اس دلیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے كہ حضرت علی﷣ رسول خداﷺ كے علاوہ تمام لوگوں سے افضل ہیں۔‘‘

عبد اللہ: ’’اس خبر كی صحت پر تمارے پاس كیا دلیل ہے؟ تم اس بات كا انكار نہیں كر سكتے كہ تم اسے غیر معتبر سمجھتے ہو كیونكہ اسے صرف انس بن مالك نے نقل كیا ہے مگر اس كے باوجود تمام مسلمانوں نے قبول كیا ہے اور مسلمانوں كے مختلف فرقوں میں سے كسی نے بھی اس كی صحت سے انكار نہیں كیا اس كی رد میں كسی نے كوئی روایت نقل نہیں كی ہے لہٰذا اس طرح سے اس حدیث پر اجماع ہوگیا ہے جو اس كی صحت پر دلیل ہے اس كا خبر واحد ہونا بھی اس كی صحت پر اثر انداز نہیں ہو سكتا كیونكہ روایتوں میں تو اتر كے ساتھ آیا ہے كہ حضرت علی﷣ نے یوم الدار كے وقت اپنے فضائل كی اثبات میں اس حدیث سے استفادہ كیا:

أَنْشَدَكُمُ اللهُ هَلْ فِيْكُمْ أَحَدٌ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ ائْتِنِيْ بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأكُلُ مَعِيَ مِنْ هٰذَا الطَّائِرِ فَجَاءَ أَحَدٌ غَيْرِيْ

میں تمہیں خدا كی قسم دیتا ہوں كیا رسول خداﷺ نے میرے علاوہ كسی اور كے لئے یہ كہا كہ پالنے والے میرے پاس اپنے محبوب ترین خلق كو بھیج دے تاكہ وہ میرے ساتھ اس پرند كے كھانے میں شریك ہو جائے۔ تو كیا میرے علاوہ كوئی اور آیا تھا۔

سب لوگوں نے كہا: خدا كی قسم كوئی نہیں۔

حضرت علی﷣ نے كہا: پالنے والے تو گواہ رہنا۔

تو اس طرح اس حدیث كی صحت كا سب ہی نے اعتراف كیا اور امیر المومنین علی﷣ جھوٹ بات كے ذریعے تو استدلال نہیں كر سكتے بالخصوص جب وہ نزاع و جدال كے عالم میں رہے ہوں اور جن كے ذریعے وہ اپنی خلافت ثابت كرنا چاہ رہے ہوں اور جبكہ انہیں اس بات كا بھی علم تھا كہ حاضرین ان كے علاوہ كسی اور كو خلیفہ رسول بنانا چاہ رہے ہوں اور جبكہ انہیں اس بات كا بھی علم تھا كہ حاضرین ان كے علاوہ كسی اور كو خلیفہ رسول بنانا چاہ رہے ہیں جبكہ رسول خداﷺ نے فرمایا:

عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ يَدُوْرُ حَيْثُمَا دَارَ

اور جب اس حدیث كی صحت كا سب لوگ اعتراف كرتے ہیں كہ علی جس طرف بھی رہیں گے اس طرف حق رہے گا۔

ایك شخص نے كہا: ’’شیعہ اس حدیث كو انس بن مالك سے مروی ہونے كے باجود اسی سے استدلال كرتے ہیں اور یہ بڑی مضحكہ خیزبات ہے كیونكہ وہ لوگ انس بن مالك كے بارے میں كہتے ہیں:

اس نے حضرت علی﷣ كی خلافت كے بارے میں حدیث غدیر كی گواہی نہیں دیا تھا تو حضرت علی﷣ نے اس كے لئے بد دعا كی كہ پالنے والے اسے ایسی مصیبت میں گرفتار كردے كہ جسے اس كا لباس بھی چھپا نہ پائے۔ اس بد دعا كے بعد انس بن مالك بڑھا پے میں برص میں مبتلا ہو گیا اور اسی طرح مر گیا تو اس صورت میں كیونكر ممكن ہے كہ تم شیعہ انس كے بارے میں اس اعتقاد كے باجود اسی كی روایت سے استدلال كرو؟ كیا كافروں كی باتوں كو دلیل بنایا جا سكتا ہے؟

بعض حاضرین نے جواب دیا: اس آدمی نے پہلے ہی اس كا جواب دے دیا ہے كیونكہ اس نے انس بن مالك كی روایت كو حجت قرار نہیں دیا بلكہ اس اجماع كو حجت قرار دیا ہے جو امام علی﷣ كے استدلال كے وقت ہوا تھا اور اس وقت موجود تمام حاضرین نے آپ كے اس قول كی تائید كی تھی لہٰذا اس دلیل كے ساتھ انس بن مالك كا غیر موثق ہونا كوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

عبد اللہ نے كہا: ’’چپ رہو ہم نے بات كو تسلیم كر لیا ہے جس كا تم انكار كر رہے ہو لیكن اس حدیث میں وہ معنی مراد نہیں ہے بلكہ اس حدیث میں یہ معنی مراد ہیں كہ پالنے والے میر پاس ایسے شخص كو بھیج جس كی كھانے میں میرے ساتھ شركت كو تو سب سے زیادہ دوست ركھتا ہے۔ لہٰذا یہاں حضرت علی﷣ محبوب ترین بندے كھانے كے لئے ہیں نہ كہ اعمال اور ثواب كے لحاظ سے سب سے افضل كیونكہ یہ بات تو درست ہے كہ اللہ كسی كو نبی كے ساتھ كھانے میں شریك دیكھنا سب سے زیادہ پسند كرتا ہو مگر اسے تمام لوگوں سے افضل قرار نہ دے اور وہ شخص كسی مصلحت كی وجہ سے رسول خداﷺ كے ساتھ كھانے میں شریك ہو؟‘‘

شیخ مفید﷫: ’’یہ جو تم نے اعتراض كیا ہے اس كی كوئی حیثیت ہی نہیں ہے كیونكہ اللہ كی محبت طبیعت اور خواہش كے تابع نہیں ہوتی بلكہ اس كی محبت ثواب ہے جیسا كہ اس كی ناراضگی اور غصہ عذاب ہوتا ہے۔ یہاں پر لفظ افضل محبوب ترین مخلوق كے ساتھ بالكل مطابقت ركھتا ہے۔ اس كے بعد والا جملہ كہ میرے ساتھ اس پرندہ كو كھانے ایك نیا جملہ ہے یہ خود ایك مكمل جگہ ہے اپنے سے پہلے والے جملہ كے بغیر بھی یہ مكمل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا یہ جملہ اس بات پر دلالت كرتا ہے كہ حضرت علی﷣ اللہ كے محبوب ترین بندے ہیں اور یہ بھی معنی نكلتا ہے كہ وہ ان كی رسول خداﷺ كے ساتھ كھانے میں شركت كو بہی سب سے زیادہ پسند ہے۔‘‘

عبد اللہ نے كہا: ’’اس خبر سے یہ معلوم ہوتا ہے كہ حضرت علی﷣ اس دن اللہ كے نزدیك سب سے زیادہ محبوب بندے تھے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے كہ وہ ہمیشہ اللہ كے نزدیك محبوبترین بندے رہیں گے۔‘‘

شیخ مفید﷫: ’’یہ سوال تو پہلے والے سے بھی زیادہ احمقانہ ہے اور اس كا جواب اس سے بھی زیادہ آسان ہے كیونكہ امت اسلام كا اس بات پر اجماع ہے كہ اصحاب میں سے كسی نے كوئی ایسا عمل انجام نہیں دیا ہے جس كی بنا پر وہ حضرت علی﷣ سے افضل ہو گیا ہو۔ حضرت علی﷣ كے نزدیك تمام اصحاب سے افضل ہیں نہ تو وہ اللہ كی ولایت سے كبھی نكلے اور نہ ہی كبھی انھوں نے كوئی خدا كی نافرمانی انجام دی لہٰذا جب یہ بات ثابت ہوگئی كہ ان كے علاوہ كسی اور نے ان سے زیادہ فضیلتیں نہیں پائیں تو خود بخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے كہ آپ تمام لوگوں سے افضل ہیں اس پر تمام لوگوں كا اجماع ہے اور امت مسلمہ كے نزدیك اجماع حجت ہوتا ہے۔‘‘[[331]](#footnote-331)؎

## 110۔ حسنیہ كے مقابل میں بصرہ كے ایك عالم كی پریشانی

خلفاء بنی عباس كا پانچویں خلیفہ ہارون رشید كے زمانے میں بصرہ كے ایك بہت بڑی ابراہیم بن خلد نامی سنی عالم نے ایك نہایت عالمہ حسنیہ نامی شیعہ عورت سے مناظرہ كیا۔

اس مناظرہ كی تفصیل درج ذیل ہے۔

حسنیہ: ’’ابراہیم یہ بتاؤ كہ كیا رسول خداﷺ نے اپنی بیماری كے عالم میں كسی سے كوئی وصیت كی تھی؟‘‘

ابراہیم: ’’نہیں۔‘‘

حسنیہ: ’’كیا رسول خداﷺ نے خلیفہ نہ معین كركے كوئی غلطی كی یا نہی؟ اور كیا اصحاب سقیفہ نے ابو بكر كو رسول خدا كا خلیفہ معین كر كے كوئی غلطی كی یا نہیں اور ان دونوں صورتوں میں خطا كار كون ہوگا؟ رسول اكرمﷺ یا اصحاب سقیفہ؟‘‘

ابراہیم یہ سوال سن كر مبہوت رہ گیا اور اسے اس كا كوئی جواب سجھائی نہ دیا كیونكہ اگر وہ یہ كہتا ہے كہ رسول خداﷺ نے غلطی كی اور اصحاب سقیفہ نے صحیح كیا تو وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور اگر یہ كہے كہ اصحاب سقیفہ نے غلطی كی تو حسنیہ كا دعوی صحیح ہو جائے گا۔

اور اگر یہ كہے كہ دونوں نے غلطی كی تو یہ پہلی دونوں صورتوں سے بھی زیادہ غلط ہوگا اور نہ ہی وہ یہ كہہ سكتا تھا كہ دونوں نے صحیح كام كیا كیونكہ اس صورت میں بھی اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے (كیونكہ وہ یہ تو كہہ نہیں سكتا كہ رسول خداﷺ نے اپنے بعد كسی سے وصیت كی۔

لہٰذا ابراہیم خاموشی سے سوچ میں غرق ہو گیا اور اس سوال كا كوئی جواب نہ دے پایا۔

وہاں پر بیٹھے ہوئے لوگ ہنس كر اس سے كہنے لگے: ’’كنیز حسنیہ استاد ابراہیم بن خالد سے جیت گئی۔‘‘

لہٰذا معلوم ہوا كہ حق حسنیہ كا قول تھا یعنی رسول خداﷺ نے اپنے بعد حضرت علی﷣ كو اپنا خلیفہ معین كیا تھا جیسا كہ شیعہ مذہب كا عقیدہ ہے۔

  

ہمیں اپنے محترم قارئین سے امید ہے كہ وہ غور و فكر كریں گے اور ہم تو خدا سے دعا كرتے ہیں كہ وہ ہم سب كو ہدیات كی توفیق عنایت كرے۔ والحمد للہ اولاً و آخراً

1. زمر : ۱۸ [↑](#footnote-ref-1)
2. بقرہ، ۱۱۱ وغیرہ [↑](#footnote-ref-2)
3. بحار الانوار، ج ۳، ص ۵۸ [↑](#footnote-ref-3)
4. سورہ انبیاء ، آیت ۶۲ [↑](#footnote-ref-4)
5. سورہ انبیاء، آیت ۶۵ [↑](#footnote-ref-5)
6. سورہ بقرہ : 259 [↑](#footnote-ref-6)
7. بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۴۵۲ [↑](#footnote-ref-7)
8. تفصیل کے لئے احتجاجا طبرسی کی دونوں جلدوں اور بحار کی ۹ ویں اور ۱۰ ویں جلد سے رجوع کریں [↑](#footnote-ref-8)
9. احتجاج طبرسی، ج ۱، ص ۱۵۵ سے رجوع کریں [↑](#footnote-ref-9)
10. جیسے تین طلاق کا عدم وقوع جیسے مسائل۔ اخبار ‘الیقظۃ’ بغذاد، شمارہ ۹۶، تاریخ، ۷ شعبان ۱۲۷۸؁ھ ق۔ [↑](#footnote-ref-10)
11. یہ داستان امام جعفر صادق﷣ سے نقل ہوئی ہے، اس کے اصل راوی حضرت علی﷣ ہیں۔ احتجاج طبرسی ج اول، ص ۱۶ سے ۲۴ تک [↑](#footnote-ref-11)
12. حضرت عزیر﷣ بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے جن کا عہد حضرت موسیٰ﷣ کے بعد مذکور ہے۔ بخت نصر نے جب بیت المقدس پر حملہ کرنے کے بعد انہیں گرفتار کر کے شہر بابل کی طرف ملک بدر کردیا، وہ پخامنشی بادشاہوں کی سلطنت کے زمانے میں تقریباً سو سال تک بنی اسرائیل کے درمیان تبلیغ کرتے رہے یہاں تک کہ ۴۵۸؁ قبل مسیح میں آپ نے بنی اسرائیل کے چند افراد کے ساتھ یروشلم کا سفر کیا اور وہاں پر توریت اور اس کے احکام کا احیاء کیا، جسے بالکل فراموش کردیا گیا تھا۔ آخر کار ۴۳۰؁ قبل مسیح میں آپ کا انتقال ہوا۔ چونکہ یہودی آپ کو بہت زیادہ چاہتے تھے اس لئے انھوں نے آپ کے بارے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا یہاں تک کہ آپ کو خدا کا بیٹا کہہ بیٹھے۔ لیکن اب اس عقیدے کا ماننے والا کوئی نہیں ہے اور یہ عقیدہ ختم ہو چکا ہے۔ [↑](#footnote-ref-12)
13. یعنی ان کا ایك دوسرے کا محتاج ہونا ان کے حادث ہونے کی دلیل ہے۔ [↑](#footnote-ref-13)
14. احتجاج طبرسی، ج ۱، ص ۱۶ سے ۲۴ تک [↑](#footnote-ref-14)
15. قرآن میں اس واقعے کی طرف سورہائے فرقان ۷، اسراء ۹۰ سے ۹۵، زخرف ۳۱ میں اشرارہ ہوا ہے [↑](#footnote-ref-15)
16. سورہ اسراء، آیت ۴۸ [↑](#footnote-ref-16)
17. یہاں پر امام حسن عسکری﷣ فرماتے ہیں کہ یہ سورہ زخرف کی ۲۲ویں آیت کی طرف اشارہ ہے۔ [↑](#footnote-ref-17)
18. احتباج طبرسی ج ۱، ص ۲۶ سے ۳۶ تک کا خلاصہ۔ عکرمہ ابن ابوجہل شروع میں پیغمبر اسلام ﷺکا بہت سخت دشمن تھا، فتح مکہ کے وقت وہ بھاگ گیا تھا لیکن آخر کار مدینے میں وہ آپ کے حضور ایمان لایا اور اس نے اتنا بڑا مقام حاصل کر لیا تھا کہ آپ نے اسے قبیلہ ہوازن کے صدقات و زکات حاصل کرنے کے لئے عامل مقرر کردیا تھا۔ وہ ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں جنگ ’اجنادین‘ یا ’برموک‘ میں شہید ہوا (سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۲۱۶) [↑](#footnote-ref-18)
19. مدینے کے دو بڑے قبیلے جو اسلام کے بعد متحد ہوئے اور جنہیں انصار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ [↑](#footnote-ref-19)
20. آزاد بحث اگر چہ ایک اسلامی موضوع ہے جس کے ذریعے حق آشکار ہوتا ہے لیکن یہودیوں نے چاہا کہ اس بحث کی آڑ میں اسلام اور پیغمبر ﷺ کی شخصیت کو مجروح کریں لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ [↑](#footnote-ref-20)
21. سورہ بقرہ، آیت ۸۸ [↑](#footnote-ref-21)
22. عبد اللہ بن سلام کا نام ’حصین‘ تھا۔ یہ یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا اس کا تعلق قبیلہ ’بنی قیقاع‘ سے تھا۔ یہودی اس کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت نے اس کا نام عبد اللہ رکھا دیا تھا [↑](#footnote-ref-22)
23. اس سے پتہ چلتا ہے کہ عبد اللہ ذدی، سرکش، خود خواہ اور نفسانی خوہشات کا اسیر نہیں تھا بلکہ حق بین و حق طلب تھا اسی دوجہ سے وہ یقینی سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ۔ حق طلبی کی پہلی شرط یہ ہے کہ انسان آزاد فکر اور ہر طرح کے تعصب سے دور ہو [↑](#footnote-ref-23)
24. بعض مفسروں نے ان آیتوں کی شان نزول کے بارے میں کہا ہے کہ یہ عبد اللہ بن صوریا کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ عبد اللہ بن سلام نے اس طرح کی بحث نہ کی ہو گی۔ [↑](#footnote-ref-24)
25. ناسخ التواریخ، ج ۱، ص ۳۹، سیرہ ابن ہشام، ج ۱، ص ۵۱۶؍اور احتجاج طبرسی ج ۱ [↑](#footnote-ref-25)
26. قبلے کی تبدیلی میں چند مصلحتیں تھی منجملہ:

    ۱۔ عرب کے قبائل کعبے کو پسند کرتے تھے لہٰذا وہ اسلام کی طرف راغب ہوئے۔

    ۲۔ کعبے کو حضرت ابراہیم نے خدا کے حکم سے بنایا تھا حضرت ابراہیم تقریباً تمام مذاہب میں محترم تھے لہٰذا تمام مذاہب اسلام کی طرف مائل ہوئے۔

    ۳۔ یہودیوں کا اعتراض کہ مسلمانوں کا الگ قبلہ نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے قبلے ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس تبدیلی سے بر طرف ہو گیا۔

    ۴۔ مکہ مسلمانوں کے لئے نزدیک تھا لہٰذا اس کو قبلہ بنانا اس بات کا سبب بنا کہ مسلمان کعبے اور مکے کو بت اور بت پرستوں سی پاک کریں اور اپنے قبلے کو اسلام کے پرچم تلے لے آئیں۔

    ۵۔ اس تبدیلی سے پیغمبر کا احترام بھی مقصود تھا کیونکہ مکہ آپ کی جائے پیدائش تھا۔

    ۶۔ ایک مقصد مومن اور غیر مومن کی شناخت تھا جیسا کہ آپ اس مناظرے کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ [↑](#footnote-ref-26)
27. یہ حکم یہودیوں کو اپنی طرف مائل کرسکتا تھا جیسا کہ منصف مزاج یہودی مائل ہوئے۔

    بحار الانوار طبع جدید، ج ۹، ص ۳۰۳، تفسیر نمونہ، ج ۱، ص ۲۵۶، ناسخ التواریخ ہجرت، ج ۱، ص ۹۲، احتجاج طبرسی، ج۱ ص ۴۴، وغیرہ سے اقتباس۔ یہاں پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سمت قبلہ کی تبدیلی مسلمانوں کے لئے ایک طرح کی آزمائش تھی تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ آیا تمام مسلمان اسلامی قوانین کے پوری طرح پابند ہیں یا نہیں؟

    یہ بات بھی واضح ہے کہ خصوصصا ایسے مقامات پر منافقین غیر محسوس طریقے اور رنادا نستگی کے عالم میں اپنے آپ کو پہچنوا دیتے ہیں۔ ایسے ہی مواقع پر مومنین، متزلزل اور کمزور ایمان والے اشخاص کے درمیان ممتاز ہو جاتے ہیں اور ان کی شناخت نہایت آسان ہو جاتی ہے۔ [↑](#footnote-ref-27)
28. بحار الانوار، طبع جدید، ج ۹، ص ۲۸۲ [↑](#footnote-ref-28)
29. بعض نے ان منافقوں کی تعداد ۱۲؍ بتائی ہے جن میں سے ۸؍ قریش کے اور ۴؍ مدینے کے تھے۔ [↑](#footnote-ref-29)
30. احتجاج طبرسی، ج۱، ص ۹۵ سیرہ ابن ہشام، ج ۳، ص ۲۵۷ سے اقباس [↑](#footnote-ref-30)
31. سورہ مائدہ کی ۳۸ ویں ایت [↑](#footnote-ref-31)
32. سیرہ حلبی، ج۱، ص ۳۸۳ [↑](#footnote-ref-32)
33. یہ مفصل گفتگو بحار الانوار، ج۲۱، ص ۲۷۶ پر ذکر ہوئی ہے [↑](#footnote-ref-33)
34. حلانکہ رسول خدا ﷺ نے ان کی اس حرکت کا توڑ کر لیا تھا لیکن پھر بھی بعض ضعیف الاعتقاد لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ لوگ حسرت سے کہتے تھے کہ اے کاش! ہم لوگ بھی ان عیسایوں کی طرح متمول ہوتے۔ یہاں تک کہ اس بارے میں سورہ آل عمران کی ۱۵ ویں آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوتا ہے۔ ’’(اے پیغمبر) کہدو کہ کیا میں تم کو ایسی چیز کا پتہ بتاوں جو اس (مادی سرمایہ سے بہتر ہو ان لوگوں لئے جو تقوی اختیار کرتے ہیں ان کے پروردگار کے نزدیک دوسرے جہان میں ایسے باغ ہیں جن کے درختوں کے نیچے نہریں رواں ہیں اس میں وہ ہمیشہ اپنی پاکیزہ بیویوں کے ساتھی رہیں گے……‘‘ [↑](#footnote-ref-34)
35. بحار الانورا، ج ۲۱، ص ۳۱۹، سیرہ ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۷۵، فتوح البلدان، ص ۱۷۶ اور اقبال ابن طاووس، ص ۴۹۶ [↑](#footnote-ref-35)
36. کتاب الصفین مولفہ ابن مزاحم،ص ۴۶۸۔۴۷۱ صے اقتباس [↑](#footnote-ref-36)
37. نہج البلاغہ خط نمبر ۱۷ سے اقتباس [↑](#footnote-ref-37)
38. الغدیر، ج ۱، ص ۱۶۳ سے ۱۶۶ تک کا خلاصہ؛ فرائد السبطین، باب ۷۸، سمط اول [↑](#footnote-ref-38)
39. اصول کافی، ج ۱، ص ۷۲۔۷۳ [↑](#footnote-ref-39)
40. اصول کافی، ج ۱، ص ۷۶ و ۷۷ [↑](#footnote-ref-40)
41. اصول کافی، ج ۱، ص ۷۷ [↑](#footnote-ref-41)
42. اصول کافی، ج ۱، ص ۷۸ [↑](#footnote-ref-42)
43. اس بات پر توجہ رہنا چاہیے کہ خدا کی قدرت محال چیزوں سے تعلق نہیں رکھتی۔ اس جواب میں امام کا مقصد در اصل عوام کو قانع کرنا تھا جیسے اگر کسی سے پوچھا جائے کہ کیا انسان اڑ سکتا ہے؟ اور وہ اس کے جواب میں کہے۔ ’’ہاں اڑ سکتا ہے وہ ایک ہوائی جہاز بنائے اور اس میں بیٹھ کر فضا میں پرواز کر سکتا ہے۔ ’’امام، آنکھ کے ڈھیلے کی مثال سے یہ بتا نا چاہ رہے تھے کہ اگر تم قدرت خدا سمجھنا چاہتے ہو تو اس طرح سمجھو نہ کہ غیر معقول مثال کے ذریعے کہ کیا خدا انڈے میں پوری دنیا سمو سکتا ہے جب کہ نہ دنیا چھوٹی ہو اور نہ انڈا بڑا ہویا یہ بھی ممکن ہے کہ اس مثال سے امام یہ بتانا چاہ رہے ہوں کہ اگر ایک انڈے میں تمام دنیا کے انعکاس کا مسئلہ ہو تو یہ کوئی محال کام نہیں ہے اور خدا اس بات پر قادر ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرے صورت محال ہے اور خجا محالات عقلیہ پر قدرت نہیں رکھتا یہ تو ایسا ہی ہوگا کہ ہم سوال کریں کہ کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ وہ دو اور دو چار کے بجائے پانچ کردے۔ اس طرح کا سوال سرے سے غلط ہے۔ اس مسئلے کی مکمل تحقیق اور یہ کہ خدا کی قدرت محالات سے متعلق ہوتی ہے یا نہیں کے سلسلے میں مختلف کلامی اور فلسفی بحثوں پر مشتمل کتابوں سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ [↑](#footnote-ref-43)
44. اصول کافی، ج۱، ص ۷۹ و ۸۰ [↑](#footnote-ref-44)
45. کیونکہ ان دونوں میں ہر جہت سے اختلاف کا فرض غلط ہے کیونکہ دو چیزیں بھلے۔ ایک ہی جہت سے، مانند و مثل ضرور رکھتی ہیں جیسے جہت و جود و ہستی میں ہر موجد شئے ایک دوسرے کی مثل و مانند ہے۔ [↑](#footnote-ref-45)
46. اصول کافی، حدیث ۵، ص ۸۰ و ۸۱، ج۱۔ تلخیص و توضیح اور مولف کی طرف سے نقل معنی کے ساتھ [↑](#footnote-ref-46)
47. انوار البہیۃ، ص ۱۵۲ [↑](#footnote-ref-47)
48. سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۱۵۷ [↑](#footnote-ref-48)
49. اصول کافی، ج ۱، ص ۱۲۸ [↑](#footnote-ref-49)
50. وہ شامی دانش مند ایك سنی عالم تھا [↑](#footnote-ref-50)
51. علم کلام ایک ایسا علم ہے جو اصول عقائد میں عقلی و نقلی دلیلوں کے ذریعہ بحت کرتا ہے۔ [↑](#footnote-ref-51)
52. اس سے مراد، ابو جفعر، محمد بن علی بن نعمان کوفی ہیں جن کا لقب ’’احول‘‘ تھا، کوفے کے محلہ طاق المحامل میں ان کی دوکان تھی اسی لئے ان کو ’’مومن الطاق‘‘ کہتے تھے مگر ان کے مخالفین ان کو ’’شیطان الطاق‘‘ کہا کرتے تھے (سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۱۰۰) [↑](#footnote-ref-52)
53. اصول کافی، ج۱، ص ۱۷۱ [↑](#footnote-ref-53)
54. اصول کافی، ج ۱، ص ۱۷۲ و ۱۷۲ [↑](#footnote-ref-54)
55. الشافی سید مرتضی، ص ۱۲، تنقیح المقال، ج ۳، ص ۲۹۵ [↑](#footnote-ref-55)
56. جاثلیق، عیسائی کی ایک بڑی شخصیت ہوتی ہے اس کے بعد ’’مطران‘‘ کا درجہ ہوتا ہے اور اس کے بعد ’’اسقف‘‘ اور اسقف کے بعد ’’قسیں‘‘ [↑](#footnote-ref-56)
57. سورہ آل عمران، آیت ۳۴ [↑](#footnote-ref-57)
58. انوار البھیہ، ص ۱۸۹ تا ۱۹۲ [↑](#footnote-ref-58)
59. عیون اخبار الرضا، ج۱، ص ۷۸ سے اقتباس [↑](#footnote-ref-59)
60. آل عمران ۶۱ [↑](#footnote-ref-60)
61. احتجاج طبرسی، ج ۱، ص ۱۶۳ سے اقتباس، اسی بنا پر بعض لوگوں کا یہ بھی نظریہ ہے کہ جناب فاطمہ ﷥ کی تمام اولاد اور ان کی ذریت جو قیامت تک وجود میں آئے گی سید ہوگی لہٰذا اگر کسی کا باپ سید نہ ہو لیکن اس کی ماں جناب فاطمہ زہرا ﷥ کی نسل سے ہو تو وہ سید ہوگا۔ (غور کریں) [↑](#footnote-ref-61)
62. اصول کافی، باب فی ابطال الرؤیۃ، حدیث ۱، ص ۹۵ و ۹۶، ج۱ [↑](#footnote-ref-62)
63. اصول کافی، باب فی ابطال الرؤیۃ، حدیث ۱، ص ۱۳۰ و ۱۳۱ [↑](#footnote-ref-63)
64. اصول کافی، ج1، ص 78 [↑](#footnote-ref-64)
65. قدریہ سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جن کا یہ کہنا ہے کہ خدا نے تمام امور بندوں کے ذمے کر دیئے ہیں۔ [↑](#footnote-ref-65)
66. اصول کافی، ج ۱، ص ۱۵۷ و ۱۵۸ [↑](#footnote-ref-66)
67. ترجمہ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۲۶۹ سے لیکر ۲۷۳ تک [↑](#footnote-ref-67)
68. انوار البھیۃ، ص ۳۴۹۔۳۵۰ [↑](#footnote-ref-68)
69. سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۱۹ [↑](#footnote-ref-69)
70. الصراط المستقیم، نقل بحار کے مطابق، ج ۸، طبع قدیم، ص ۱۸ [↑](#footnote-ref-70)
71. مجالس المومنین، ج ۲، ص ۴۱۹۔ بہجۃ الآمال، ج ۲، ص ۴۳۶ [↑](#footnote-ref-71)
72. بہجۃ الأمال، ج ۲، ص ۴۳۷ [↑](#footnote-ref-72)
73. تھوڑی سی توضیح کے ساتھ، فضول المختار سید مرتضی، ج۱، ص۹۔ قاموس الرجال، ج ۹ ص ۳۴۲ سے اقتباس [↑](#footnote-ref-73)
74. سورہ نساء، آیت ۹۵ [↑](#footnote-ref-74)
75. سورہ احزاب، آیت ۵۳ [↑](#footnote-ref-75)
76. سورہ احزاب، آیت ۴۹ [↑](#footnote-ref-76)
77. جن کے نام یہ ہیں عائشہ، حفضہ، ام سلمہ، ام حبیبہ، زینب، میمونہ، صفیہ، جویریہ اور سودہ [↑](#footnote-ref-77)
78. خزائن نراقی، ص ۱۰۹ [↑](#footnote-ref-78)
79. سورہ طٰہٰ، آیت ۱۱۲ [↑](#footnote-ref-79)
80. سورہ انسان: ۲۲ [↑](#footnote-ref-80)
81. سورہ تحریم، آیت ۱۰ [↑](#footnote-ref-81)
82. سورہ بقرہ، آیت ۲۶۰ [↑](#footnote-ref-82)
83. بحار الانوار، ج 40، ص 153 [↑](#footnote-ref-83)
84. سورہ قصص، آیت ۲۱ [↑](#footnote-ref-84)
85. سورہ بقرہ، آیت ۲۰۷ [↑](#footnote-ref-85)
86. سورہ ص، آیت ۲۶ [↑](#footnote-ref-86)
87. سورہ انبیاء، آیت ۷۹ [↑](#footnote-ref-87)
88. سورہ ص، آیت ۳۵ [↑](#footnote-ref-88)
89. سورہ قصص، آیت ۸۳ [↑](#footnote-ref-89)
90. سورہ مائدہ، آیات ۱۱۶-۱۱۷ [↑](#footnote-ref-90)
91. فضائل ابن شاذان، ص ۱۲۲، بحار الانوار، ج ۴، ص ۱۳۴ سے ۱۳۶ تک [↑](#footnote-ref-91)
92. احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۱۵۱ سے ۱۵۴؍تک [↑](#footnote-ref-92)
93. سورہ واقعہ ، آیات ۳۵-۳۷ [↑](#footnote-ref-93)
94. بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۹۳ [↑](#footnote-ref-94)
95. کشف الیقین علامہ حلی، ص ۱۶۶؛ بحار الانوار، ۳۹، ص ۲۸۷ [↑](#footnote-ref-95)
96. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۱۶۳ [↑](#footnote-ref-96)
97. یہ ’’خان الامین‘‘ والی تہمت بعض سنی فرقوں میں خاصی مشہور ہے۔ جب بھی یہ شیعوں کے عقائد پر اعتراض کرنا چاہتے ہیں تو یہ جملہ ان کی زبانوں پر لگاتار جاری رہتا ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر تیجانی سماوی نے اپنی کتاب ’’پھر میں ہدایت پاگیا‘‘ میں دو جگہ اس تہمت کا ذکر کیا ہے۔ [↑](#footnote-ref-97)
98. سورہ نساء، آیت ۶۴ [↑](#footnote-ref-98)
99. وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۱۳۷۶، الدر رالسنیہ ذینی دحلان، ص ۱۰ [↑](#footnote-ref-99)
100. الدر المنثور، ج ۱، ص ۵۹؛ مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۶۱۵؛ مجمع البیان، ج ۱، ص ۸۹ [↑](#footnote-ref-100)
101. الاعلام قطب الدین حنفی، ص ۲۴ [↑](#footnote-ref-101)
102. وہی مصدر [↑](#footnote-ref-102)
103. انوار البہیہ، شرح حال امام صادق﷣ [↑](#footnote-ref-103)
104. کشکول شیخ بہائی، ج۱، ص ۹۱ [↑](#footnote-ref-104)
105. الفصول المختار سید مرتضی، ج۱، ص ۳۱ [↑](#footnote-ref-105)
106. وہی مصدر، ص ۴۴ [↑](#footnote-ref-106)
107. الفصول المختار سید مرتضی، ج۱، ص ۵، بحار الانوار، ج۱، ص ۳۷۰ [↑](#footnote-ref-107)
108. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، احقاق الحق سے نقل کے مطابق، ج ۴، ص ۲۹۲ سے لیکر ۲۹۵ تک [↑](#footnote-ref-108)
109. صحیح بخاری طبع دار الحبل بیروت، ج ۷، ص ۴۷ [↑](#footnote-ref-109)
110. وہی مصدر، ج ۹، ص ۱۸۵، اور دوسرے مصادر، کتاب ’’فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ‘‘ ج ۳، ص ۱۹۰ میں دیکھئے [↑](#footnote-ref-110)
111. سورہ بقرہ، آیات ۱۵۵ سے ۱۵۷ تک [↑](#footnote-ref-111)
112. بھجۃ الامال، ج۳، ص ۲۳۴، شرح من لا یحضرہ الفقیہ سے نقل، مزید و ضاحت کے لئے مناظرہ ۷۰ سے رجوع کریں۔ [↑](#footnote-ref-112)
113. سورہ آل عمران، آیت ۱۶۹ [↑](#footnote-ref-113)
114. الاحتجاجات العشرۃ مع العماء، فی المکتہ والمدیتہ از مرجع فید آیت اللہ العظمیٰ سید عبد اللہ شیرازی، ص ۱۳ و ۱۵ [↑](#footnote-ref-114)
115. مزید معلومات کے لئے کتاب ’’التاج الجامع‘‘، ج ۲، ص ۱۹۲؍ اور احادیث صحاح ستہ ج ۱ باب سجود سے رجوع کریں [↑](#footnote-ref-115)
116. وہی مصدر [↑](#footnote-ref-116)
117. مناظرات فی الحرمین الشریفین۔ سید علی بطحائی، مناظرہ پنجم [↑](#footnote-ref-117)
118. ج ۸، ص ۲۶، (طبع مطابع الشعب) [↑](#footnote-ref-118)
119. ڈاکٹر تیجانی کی کتاب ’’ثم اھدیت‘‘ سے اقتباس [↑](#footnote-ref-119)
120. بحار الانوار، ج ۸۵، ص ۱۵۳ [↑](#footnote-ref-120)
121. وہی مصدر، ص ۱۵۸، ارشاد القلوب، ص ۱۴۱ [↑](#footnote-ref-121)
122. محمد مرعی انطاکی کی کتاب ’’لماذا انا اخترت مذہب التشیع‘‘ ص ۳۴۱، سے ۳۴۸ تک سے اقتباس۔ [↑](#footnote-ref-122)
123. صحیح مسلم، ح 3ں ص 236، صحیح بخاریں ج 2ں ص 185۔ مسند حنبل، ج1، ص 98، 118 وغیرہ [↑](#footnote-ref-123)
124. الاحتجاجات العشرۃ، ص 16 [↑](#footnote-ref-124)
125. تفسیر فخررازی، سورہ نساء كی 24ویں آیت كے ذیل میں [↑](#footnote-ref-125)
126. تفسیر ثعلبی و تفسیر طبری، سورہ نساء كی 24ویں آیت كے ذیل میں۔ [↑](#footnote-ref-126)
127. اسباب النزول سیوطیں سورہ عبس كے ذیل میں [↑](#footnote-ref-127)
128. تفسیر برھان و تفسیر نور الثقلین، اسی آیت كے ذیل میں [↑](#footnote-ref-128)
129. سورہ القلم: 4 [↑](#footnote-ref-129)
130. سورہ الانبیا: 107 [↑](#footnote-ref-130)
131. یہ حدیث مجمع البیان ج10، ص 437 میں بھی آئی ہے جولوگ اسے رسول خداﷺ كے متعلق خیال كرتے انھوں نے اس اعتراض كیا كہ یہ بات رسول خداﷺ كی بد اخلاقی كی دلیل ہے اس طرح جواب دیا ہے:

     ابن ام مكتوم نے آداب مجلس كا خیال نہیں كیا لہٰذا اس كی سزا یہی تھی كہ اسے اسی لحظہ سزادی جائے اور اس سے بے توجہی برتی جائے اور خدا نے جو اس عمل كے متعلق سر زنش كی ہے وہ اس لئے كہ بھلے ہی اس وقت رسول خداﷺ كا منہ موڑنا درست تھا مگر پھر بھی اس بات كا امكان موجود تھا كہ دشمن یہ خیال كریں كہ رسول خداﷺ نے اس سے فقیر ہونے كی وجہ سے منہ موڑا اور پیسے والوں كی طرف متوجہ رہے لہٰذا خداوند عالم نے اس آیت كے ذریعے پیغمبر اسلامﷺ كو یہ سمجھایا ہے كہ بھلے ہی كوئی كام درست ہو لیكن اگر اس كی وجہ سے دشمن سوءظن مین مبتلا ہو جائیں تو اس عمل انجام نہ دو اور اگر انجام دے بھی دیا تو وہ ترك اولی ہوگا۔ [↑](#footnote-ref-131)
132. رجال نجاشیں ص 311 [↑](#footnote-ref-132)
133. البدایۃ و النھایۃ، ج12، ص 15 [↑](#footnote-ref-133)
134. مقدمہ اوائل المقالاتں طبع تبریز سال 1371؁ھ ق [↑](#footnote-ref-134)
135. شیخ مفید كا مناظرہ كے متعلق ایسا عیدہ تھا كہ وہ كہا كرتے تھے۔ بلاشبہ علماء شیعہ اثنا عشری اور علم دین میں ان كے تمام بڑے بڑے علماء مناظرے میں بھی ماہر ہوا كرتے تھے انہیں اس كی قدر و قیمت كا بھر پور احساس تھا، اسی لئے ان كے بعد آنے والوں نے بھے ان كی پیروی كرتے ہوئے مناظرے كا سلسلہ جاری ركھا۔ وہ لوگ مناظشرہ اب بھی مخالف كا منہ بند كرنے كا ایك بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں۔ (الفصول المختار، ص 2، ص 119) [↑](#footnote-ref-135)
136. مجالس المومینں ج 1، ص 200 و 201 (پانچویں مجلس) [↑](#footnote-ref-136)
137. سورہ كہف، آیہ 37 [↑](#footnote-ref-137)
138. سورہ حجر، آیۃ 9 [↑](#footnote-ref-138)
139. احتجاج طبرسی، ج2، ص 326 سے لیكر 329 تك [↑](#footnote-ref-139)
140. وہ پانچ افراد یہ ہیں؟ ابو سفیان بن حارث (رسول خدا ﷺكے چچا زاد) نوفل بن حارث، ربیعہ بن حارث، فضل بن عباس، عبد اللہ بن زبیر اور بعض نے عتیہ و معتب (ابو لہب كے بیٹے) كا نام بھی ذكر كیا ہے (اعلام الوری، ص 119، كامل بن اثیر، ج 2، ص 239) [↑](#footnote-ref-140)
141. بحار الانوار سے اقتباس، ج 49، ص 194-200 [↑](#footnote-ref-141)
142. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج 6، ص 46 و 47 [↑](#footnote-ref-142)
143. صحیح بخاری، ط دار الجیل بیروت، ج 7، ص 47، ج 9، ص 185 اور دوسرے مدارك كتاب فضائل الخمسہ سے [↑](#footnote-ref-143)
144. سورہ احزاب [↑](#footnote-ref-144)
145. شرح تجرید قوشجی ص 374ں قوشچی اہل سنت كا ایك نہایت مشہور عالم ہے جسے امام المتكلمین) كہا جاتا تھا [↑](#footnote-ref-145)
146. سورہ حشر [↑](#footnote-ref-146)
147. مقدمہ دارمی، ص 39، اصول كافی، ج1، ص 49 [↑](#footnote-ref-147)
148. كتاب جستجو حق در بغداد سے اقتباس (مقاتل بن عظیہ بكری) ص 127 سے 129 تك [↑](#footnote-ref-148)
149. سورہ حاقہ 44-45 [↑](#footnote-ref-149)
150. اس كتاب كا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چاكا ہے فارسی میں آنلاہ … ہدیت شدم) كے نام سے اس كا ترجمہ لوگوں نے بہت پسند كیا اور دیكھتے دیكھتے اس كا آنھواں أڈیشن بھی چھپ گیا۔ اسی طرح اردو میں اس كے مختلف ترجمہ ہوئے جن میں علامہ ذیشان حیدر جوادی (مجھے راستہ مل گیا) اور علامہ روشن علی خان نجفی مرحوم (پھر میں ہدایت پا گیا) كے بمبئی اور ایران سے شائع ہونے والے تراجم قابل ذكر ہیں۔ [↑](#footnote-ref-150)
151. حضرت آیۃ اللہ شہید سید محمد باقر الصدر ﷫ 1353؁ھ ق میں كاظمین میں متولد ہوئے اور جوانی ہی میں مجتہد مسلم ہوگئے آپ نے مختلف موضوعات مثلاً فقہ اصول منطق، فلسلفہ اور اقتصاد پر تقریباً 24 كتابین لكھی ہیں۔ 20 سال اپنے قلم اور بازؤوں سے عراق كی بعشی حكومت سے مسلسل جہاد كرنے كے بعد آخر كار 47 سال كی عمر میں اپنی مجتہدہ بہن بنت الھدی كے ساتھ یزید صفت عراق كی بعث پارٹی كے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ [↑](#footnote-ref-151)
152. مسلك وہابیت شیخ محمد بن عبد الوہاب كی طرف منسوب كی جاتی ہے۔ وہ 1115؁ھ میں نجد كے ایك شہر عنیہ میں پیدا ہوا اس شہر میں اس كا باپ قاضی تھا۔

     1153؁ھ میں اس نے خود ساختہ وہابی عقائد كا اعلان كرنا شروع كردیا۔ كچھ لوگوں نے اس كی پیروی كی اور 1160؁ھ میں یہ نجد كے ایك دوسرے مشہور و معروف شہر درعیہ چلاگیا جہاں اس نے شہر كے حاكم محمد بن سعود سے راہ و سم پیدا كی اور پھر ان دونوں نے یہ فیصلہ كر لیا كہ مل جل كر اس نئے عقیدے كی ترویج كریں گے (آئین وہابیت، ص 26، 27) لہٰذا جیسا كہ ہم آج دیكھ رہے ہیں یہ منحرف مذہب 12 صدی ہجری پیدا ہوا اور آل سعود كے ہاتھوں پھلتا پھولتا رہا۔

     شیخ محمد بن عبد الوہاب 1206؁ھ میں مرگیا مگر اس كے بعد بھی اس كے ماننے والوں نے اس كے مذہب كو قائم ركھا البتہ اس كے تمام عقائد، 661؁ھ كی منحرف شخصیت احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ كے مرہون منت ہیں اگر یہ كہا جائے كہ تقریباً چھ سو سال كے عرصے تك مردہ پڑے ابن تیمیہ كے منحرف عقائد اور مختلف بدعتوں كو عبد الوہاب نے نئے سرے سے سنوارا سجایا اور لوگوں كے درمیان پھر سے زندہ كیا تو قطعا غلط نہ ہوگا۔ كیونكہ تحقیق كرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے كہ آج كی وہابیت ابن تیمیہ كے خود ساختہ عقائد و نظریات كی بنیادوں پر استوار ہے۔ (ابن تیمیہ صائب عبد الحمید) 1226؁ھ میں وہابی شاہ سعود نے بیس ہزار سپاہیوں كے ساتھ كربلا پر دھاوا بول دیا اور پانچ ہزار یا اس سے زیادہ افراد كو تہہ تیغ كر ڈالا (تاریخ كربلا، ص 172) [↑](#footnote-ref-152)
153. اتنی زیادہ نقل ہوئی ہے كہ جس سے انسان كویہ یقین حاصل ہو جاتا ہے كہ یہ رسول خدا كی حدیث ہے [↑](#footnote-ref-153)
154. سورہ آل عمرا ن، آیت 144 [↑](#footnote-ref-154)
155. سورہ فتح 29 [↑](#footnote-ref-155)
156. سورہ احزاب 40 [↑](#footnote-ref-156)
157. صحیح مسلم، ج 2، ص 151 (باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر) [↑](#footnote-ref-157)
158. وہی ماخذ، ص 152 [↑](#footnote-ref-158)
159. مسند امام احمد حنبل، ج 1، ص 221 [↑](#footnote-ref-159)
160. موطا الامام مالك (شرح الحوالك) ج 1، ص 11 [↑](#footnote-ref-160)
161. مع الصادقین، ڈاكٹر محمد تیجانی سماوی طبع بیروت، ص 210 سے 214 تك سے خلاصے كے ساتھ اقتباس [↑](#footnote-ref-161)
162. سوره نساء، آیت 103 [↑](#footnote-ref-162)
163. مع الصادقین سے اقتباسں، ص 214 و 215 [↑](#footnote-ref-163)
164. المیزان، ج 16، ص 114 [↑](#footnote-ref-164)
165. شواہد التزیل، ج 2، ص 11، اور 25 كے بعد (اس بحث كا ماخذ ’’احقاق الحق‘‘ كی ج 2 میں بھی آیا ہے۔ [↑](#footnote-ref-165)
166. سورہ احزاب، آیت 56 [↑](#footnote-ref-166)
167. صحیح البخاری، ج 6، ص 151۔ صحیح مسلم، ج 1، ص 305 [↑](#footnote-ref-167)
168. الصواعق المحرقۃ، ص 144 [↑](#footnote-ref-168)
169. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج 6، ص 144 [↑](#footnote-ref-169)
170. المواہب زرقانی، ج 7، ص 7، تذكرہ علامہ، ج 1، ص 126 [↑](#footnote-ref-170)
171. مولف كا قول: قرآن میں سورہ ’’صافآت‘‘ كی 130ویں آیت میں ہم پڑھتے ہیں ’’سلام علی آل یسین‘‘ (آل یسین پر سلام ہو) ابن عباس سے منقول ہے كہ یہاں ’’آل یسین‘‘ سے مراد آل محمدﷺ ہیں لہٰذا اس بنا پر قرآنی اعتبار سے بھی آل محمدﷺ میں سے كسی كے نام كے ساتھ ’’علیہ السلام‘‘ كہنا درست ہے۔

     یہاں تك كہ اس بات كا اعتراف اہل سنت كے ان علماء نے بھی كر لیا جو نت نئے اعتراض گڑھنے كے عادی ہیں مثلاً اس طرح كے اعتراضوں میں مشہور سنی عالم ’’ابن زبھان‘‘ جیسے لوگ بھی یہ قبول كرتے ہیں كہ یہاں پر ’’آل یسین‘‘ سے مراد آل محمدﷺ ہیں۔

     مزید اربات تو یہ ہے كہ اسی سورہ صافآت میں جناب نوح (آیت 79) جناب ابراہیم (آیت 109) جناب موسیٰ و ہاروں (120) اور دوسرے مرسلین پر سلام بھیجا گیا ہے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے كہ آل محمد، انبیاء كے زمرے میں آتے ہیں اور مذكور آیت آل محمدﷺ كی افضیلت كی صریحی دلیل ہے (دلائل الصدوق، ج 2، ص 398) [↑](#footnote-ref-171)
172. اس حدیث كے مختلف مآخذ اور مدارك كے لئے ’’الغدیر‘‘ كی پھلی جلد سے رجوع كریں [↑](#footnote-ref-172)
173. مسند احمد بن حنبل، ج 4، ص 281۔ علامہ امینی نے غدیر كی جلد1 میں اضسے ساٹھ اہل سنت علماء سے نقل كیا۔ [↑](#footnote-ref-173)
174. صحیح بخاری و صحیح مسلم، صلح حدیبہ كے متعلق بعض صحابہ كی مخالفت اور عمر كا قول بھی نقل ہے۔ [↑](#footnote-ref-174)
175. جناب تیجانی سماوی كے كتاب ’’لاكون مع الصادقین‘‘ سے اقتباس، ص 58 سے 61 تم مولف كی جانب سے خلاصہ اور اضافے كے ساتھ۔ [↑](#footnote-ref-175)
176. صحیح مسلم، كتاب الامارہ،ج 4، ص 482، طبع دار الشعب۔ مسند احمد، ج 5، ص 86-89، 90 و 92۔ مستدرك صحیحین، ج 4، ص 501۔ مجمع ھیثمی، ج 5، ص 190 وغیرہ [↑](#footnote-ref-176)
177. مسند حنبل، ج 3، ص 27 [↑](#footnote-ref-177)
178. مسند حنبل، ج 4، ص 267؛ صحیح مسلم، ج 2، ص 238؛ صحیح ترمذی، ج 7، ص 112؛ كنز العمال، ج 7، ص 112؍ علاوہ دوسری بہت سے كتابوں میں۔ [↑](#footnote-ref-178)
179. تفسیر قرطبی، ج 9، ص 612، صحیح بخاری، ج6، ص 172 [↑](#footnote-ref-179)
180. مجمع البیان، ج 9، ص 130؛ تفسیر فی ظلال و مراغی، اسی آیت كے ذیل میں [↑](#footnote-ref-180)
181. امام صادق﷣ (متوفی 148؁ھ) فقہ تشیع كے مروج، ابو حنیفہ (متوفی150؁ھ) اور مالك بن انس (متوفی 179؁ھ) كے استاد ہیں اس طرح سے آپ سنی مذہب كے دو معروف مسالك، حنفی و مالكی كے اماموں كے استاد رہے اسی لئے ابو حنیفہ كا یہ كہنا تھا۔ ’’لو لا الستنان لہلك النعمان‘‘ اگر وہ دو سال (جو میں نے امام صادق﷣ كی خدمت میں گزارے ہیں) نہ ہوتے تو نعمان (ابو حنیفہ) ہلاك ہو جاتا۔ اسی طرح مالك بن انس كا كہنا ہے ’’مارایت افقہ من جعفر بن محمد‘‘ میں نے جعفر بن محمد سی بڑا فقیہ نہیں دیكھا (فی سبیل الوحدۃ الاسلامیۃ، ص 63 و 64) [↑](#footnote-ref-181)
182. سورہ مائدہ، آیت 55 [↑](#footnote-ref-182)
183. تمام مفسروں كے اتفاق رائے سے یہ آیت امام علی﷣ كی شان میں نازل ہوئی ہے جب آپ نے ركوع كے عالم میں اپنی نگوٹھی فقیر كو دی تھی اہل سنت كی جن كتابوں میں یہ بات ذكر ہوئی ہے ان كے تعداد تیس سے زائد ہے جیسے ذخائر العقبی ص 88، فتح القدیر، ج 2، ص 50، اسباب النزول واحدی، ص 148، كنز العمال، ج6، ص 391 وغیرہ مزید معلومات كے لئے كتاب احقاق الحق ج 2، كے صفحہ 399 ٍی 410 كا مطالعہ كریں۔ [↑](#footnote-ref-183)
184. المناظرۃ تالیف شیخ حسین بن عبد الصمد، طبع موسسہ قائم آل محمد (خلاصہ اور وضاحت كے ساتھ) [↑](#footnote-ref-184)
185. تاریخ طبری، ج 2، ص 281 كا خلاصہ [↑](#footnote-ref-185)
186. صحیح بخاری، ج 2، ص 130 (مطابع الشعب، سنہ 1378) [↑](#footnote-ref-186)
187. مناظرات فی الحرمین الشریفین [↑](#footnote-ref-187)
188. صحیح ترمذی، ج 13، ص 182۔ سنی ابی داود ج 2، ص 264 وغیرہ۔ یہی حدیث تھوڑے سے فرق كے ساتھ سعید بن زید سے بھی نقل ہوئی ہے (الغدیر ، ج 10، ص 118) [↑](#footnote-ref-188)
189. سورہ نساء، آیت 93 [↑](#footnote-ref-189)
190. مناقب ابن مغازلی، ص 50۔ منقب خوارزمی، ص 766 و 24 [↑](#footnote-ref-190)
191. كنز العمال، ج 6، ص 157؛ الامامۃ و السیاسۃ، ص 73؛ مجمع الزائد ہیثمی، ج 7، ص 235 وغیرہ [↑](#footnote-ref-191)
192. مذكروہ مصدر [↑](#footnote-ref-192)
193. پوری شرح الغدیر، ج 1، ص 122 سے لیكر 128 تك [↑](#footnote-ref-193)
194. سورہ توبہ: 60 [↑](#footnote-ref-194)
195. سورہ نحل، آیت 116 [↑](#footnote-ref-195)
196. یہ حدیث ’’یوم الانذار‘‘ كے نام سے معروف ہے، اس كے بہت سارے مدارك ہیں منجملہ : تاریخ طبری، ج2، ص 63، تاریخ ابن اثیر، ج2، تاریخ ابو الفداء، ج 1 وغیرہ مزید توضیح كے لئے كتاب احقاق الحق، ج 4، ص 62 كے بعد كا رجوع كریں۔ [↑](#footnote-ref-196)
197. كتاب ’’آئین وہابیت‘‘ سے اقتباس، ص 12 سی 14 تك [↑](#footnote-ref-197)
198. سورہ مائدہ، آیت 97 [↑](#footnote-ref-198)
199. سورہ بقرہ: 197 [↑](#footnote-ref-199)
200. مجمع البیان، ج 2، ص 294 [↑](#footnote-ref-200)
201. سورہ نحل، آیت 125 [↑](#footnote-ref-201)
202. كحل البصر، ص 119 اور مجمع البیان، ج 9، 127 سے اقتباس [↑](#footnote-ref-202)
203. احتجاج طبرسی، ج 2، ص 18 [↑](#footnote-ref-203)
204. بحار الانوار، ج 46، ص 127 [↑](#footnote-ref-204)
205. منتہی الامال، ج 2، ص 79 [↑](#footnote-ref-205)
206. وسائل الشیعہ، ج 9، ص 406 [↑](#footnote-ref-206)
207. سنن ابن ماجہ، ج 2، ص 18و19؛ بحار الانوار، ج52، ص 316 [↑](#footnote-ref-207)
208. اعیان الشیعہ، طبع جدید، ج 1، ص 14 [↑](#footnote-ref-208)
209. وسائل الشیعہ، ج 8، ص 14 [↑](#footnote-ref-209)
210. شرح سیرہ ابن ہشام، ج 1، ص 38 سے لیكر 62 تك۔ بلوغ الارب آلوسی، ج 1، ۃ 250 سے لیكر 263 تك [↑](#footnote-ref-210)
211. كمال الدین، ص 104، تفسیر برہان، ج 3، ص 795 [↑](#footnote-ref-211)
212. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج 3 ص 312 [↑](#footnote-ref-212)
213. استیعاب، ج 2، ص 509؛ ذخائر العقبی، ص 222 وغیرہ [↑](#footnote-ref-213)
214. اس بات كی مزید شرح كے لئے كتاب ’الغدیر‘ ج 7، ص 330 سے لیكر 409 تك كا مطالعہ كریں [↑](#footnote-ref-214)
215. الحجۃ علی الذاہب، ص 361 [↑](#footnote-ref-215)
216. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج 1، ص 358 و 360 [↑](#footnote-ref-216)
217. تفسیر ابن كثیر، ج 2، ص 128 [↑](#footnote-ref-217)
218. جیسا كہ ابن عباس نے مذكورہ آیت كا اس طرح معنی كیا ہے (الغدیر،ج 8) [↑](#footnote-ref-218)
219. میزان الاعتدال، ص 398 [↑](#footnote-ref-219)
220. تہذیب التہذیب، ج 4، ص 115 [↑](#footnote-ref-220)
221. ایضاً – ج 3 ص 159 [↑](#footnote-ref-221)
222. تاریخ طبری، كتاب ابو طالب مومن قریش سے نقل كرتے ہوئے [↑](#footnote-ref-222)
223. یہاں بہت سی باتیں كہی جاسكتی ہیں، كتاب الغدیر ج 7 اور ابو طالب مومن قریش ص 303 سے 311 تك كا مطالعہ كریں۔ [↑](#footnote-ref-223)
224. كتاب غایۃ المرام میں اس سلسلے میں اہل سنت سے 24 اور اہل تشیع سے 19 روایتیں نقل ہوئی ہیں جن یہ ثابت ہوتا ہے كہ یہ آیت حضرت علی﷣ كی شان میں نازل ہوئی (منہاج البراعۃ، ج2، ص 350) [↑](#footnote-ref-224)
225. نہج البلاغہ، نامہ 45، اس خط كے مطابق آپ كے لئے اس طرح كی انگوٹھی پہننے كی بات ایك تہمت ہے۔ [↑](#footnote-ref-225)
226. وقایع الایام خیابانی (صیام) ص 627 [↑](#footnote-ref-226)
227. ان آیتوں كے متعلق معلومات كے لئے كتاب دلائل الصدق، ج 2، ص 73 سے 321 تك سے رجوع كریں [↑](#footnote-ref-227)
228. سورہ حشر، آیت 7 [↑](#footnote-ref-228)
229. اصولاً اگر عقلی اور احساساتی پہلوؤں كو مد نظر ركھ كر یہ دیكھا جائے كہ قرآن مجید میں جو كچھ بھی اچھائیوں كا ذكر ہوا ہے جیسے تقوی، علم، جہاد، ہجرت اور سخاوت ان كا رسول خداﷺ كے بعد حقیقی مصداق كون ہے جو سب پر برتری ركھتا ہے تو حضرت علی﷣ كے علاوہ كوئی اور نہیں نظر آئے گا كیونكہ جب تك بزرگی كے اسباب فراہم نہ ہوں اس وقت تك بڑی جگہ پر اعتماد نہیں كیا جا سكتا لہٰذا قرآن كی آیت ہمیں رسول اكرمﷺ كے بعد ہدایت كے لئے حضرت علی﷣ كا دروازہ دكھاتی ہے مگر كیا ایسا نہیں ہے كہ قرآن فرماتا ہے: أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ. جو حق كی طرف ہدایت كرتا ہے وہ اس بات كا زیادہ حق دار ہے كہ اس كا اتباع كیا جائے یا وہ جو بغیر ہدایت كئے ہدایت پاہی نہیں سكتا تم كیسا فیصلہ كرتے ہو؟اس بنا پر اصلح اور اورع كا انتخاب صدفی صد اسلامی اور عقلی طریقہ ہے رسول خداﷺ نے فرمایا ہے: من تقدّم على قوم من المسلمين و هو يرى أنّ فيهم من هو أفضل منه خان اللَّه و رسوله و المسلمين. جو مسلمانوں كے كام كے لئے آگے بڑھے جبكہ وہ دیكھ رہا ہو كہ ان میں كوئی ایسا بھی ہے جو اس سے افضل ہے تو بلاشبہ اس نے اللہ، اس كے رسول اور مومنوں كے ساتھ خیانت كی۔ (الغدیر، ج 7) [↑](#footnote-ref-229)
230. مجلہ رسالہ الاسلام، اركان رسمی دار التقریب بین المذاہب الاسلامیۃ بالقاہرۃ، شماہ 3، سال 1379؁ھ [↑](#footnote-ref-230)
231. فی سبیل الوحدۃ الاسلامیۃ (سید مرتضی الرضوی) ص 52، 54 و 55 [↑](#footnote-ref-231)
232. صحیح مسلم ج 3، ص 61؛ سنن ترمذی ج 2، ص 256؛ سنن نسائی ج 4، ص 88 [↑](#footnote-ref-232)
233. تہذیب التہذیب، ج11، ص 125، ج 4 [↑](#footnote-ref-233)
234. تدلیں یعنی حق و ناحق كو مخلوط كر دینا [↑](#footnote-ref-234)
235. ایضاً ج 4 ص 115 [↑](#footnote-ref-235)
236. ایضاً ج3 ص 179 [↑](#footnote-ref-236)
237. شرح حدیدی، ج 9، ص 99 [↑](#footnote-ref-237)
238. القہ علی مذاہب الاربعۃ، ج 1، ص 420 [↑](#footnote-ref-238)
239. آئین وہابیت سے اقتباس ص 56 سے 64 تك [↑](#footnote-ref-239)
240. مجمع البیان، ج 4، ص 83 (معالم دین اللہ) [↑](#footnote-ref-240)
241. آئین وہابیت سے اقتباس ص 43 سے 46 تك [↑](#footnote-ref-241)
242. الفصول المہمۃ، ص 14 [↑](#footnote-ref-242)
243. كفایۃ الطالب، ص 361 [↑](#footnote-ref-243)
244. نور الابصار، 76 [↑](#footnote-ref-244)
245. مطالب السؤل، ص 11 [↑](#footnote-ref-245)
246. دلائل الصدق، ج 2، ص 508 و 509 [↑](#footnote-ref-246)
247. دلائل الصدق، ج 2، ص 509 و 510 [↑](#footnote-ref-247)
248. صحیح مسلم، كتاب فضائل الخمسۃ، مسند احمد، ج4، 398 [↑](#footnote-ref-248)
249. مستدرك حاكم، ج 3، ص 149 [↑](#footnote-ref-249)
250. فتاوی صحابی كبیر، ص 677 [↑](#footnote-ref-250)
251. وقعۃ الصفین، طبع مصر، ص 58 [↑](#footnote-ref-251)
252. نہج البلاغہ صبحی صالح، خطبہ 126 [↑](#footnote-ref-252)
253. مناقب آل ابی طالب، ج 4، ص 66 [↑](#footnote-ref-253)
254. فروع كافی، ج 4، ص 23 و 24 سے اقتباس [↑](#footnote-ref-254)
255. انوار البھیہ، ص 125 [↑](#footnote-ref-255)
256. عیون اخبار الرضا، ج 2، ص 263 و 266 [↑](#footnote-ref-256)
257. نہج البلاغہ، خطبہ 224 [↑](#footnote-ref-257)
258. معجم البلدان، ج 4، ص 176 [↑](#footnote-ref-258)
259. ارشاد شیخ مفید، ص 284۔ مستدرك الوسائل، ج 2، ص 514 [↑](#footnote-ref-259)
260. فروع كافی، ج 5، ص 74۔ اسی سے مشابہ دوسری مثالیں اسی كتاب میں۔ [↑](#footnote-ref-260)
261. فروع كافی، ج 5، ص 75 و 76 [↑](#footnote-ref-261)
262. خمس كی بحث بڑی طویل ہے مگر یہاں خلاصے كے طور پر ہم عرض كریں گے:

     خمس كا اصل مسئلہ آیہ انفال میں ذكر ہوا ہے اور اس كے فرعی مسائل كے متعلق تقریباً اسی روایتیں (وسائل الشیعہ، جلد 6 وغیرہ) میں ذكر ہوئی ہیں۔ خمس ایك حكومتی خزانہ ہے (زكات كے بر خلاف جو عمومی دولت ہے) نصف خمس حاكم (اگر اسلامی حكومت ہو ورنہ مراجع تقلید اسی حكم میں ہیں) كے اختیار میں ہوتا ہے اور دوسرا حصہ مستحق سادات كا ہوتا ہے ائمہ معصومین﷨ ولی بھی تھے اور سادات بھی لہٰذا خمس انہیں كے ہاتھوں میں رہتی تھی لہٰذا انہیں یہ حق حاصل تھا كہ وہ اس كوشیعوں كی زندگی آرام سے گزارنے كے دے دیں كیونكہ ان شیعوں كی حفاظت ایك طرح سے اسلام كی حفاظت تھی كیونكہ ائمہ﷨ كے زمانے میں شیعوں كی حفاظت سے زیادہ بڑھ كر اسلام كو محفوظ ركھنے كا كوئی اور ذریعہ نہ تھا۔ [↑](#footnote-ref-262)
263. مشارق الانوار سے نقل بحار كے مطابق اقتباس، ج 76، ص 57 [↑](#footnote-ref-263)
264. سورہ نسآء: آیت 164 [↑](#footnote-ref-264)
265. سورہ اعراف 155 [↑](#footnote-ref-265)
266. سورہ اعراف 143 [↑](#footnote-ref-266)
267. تفسیر روح البیان، ج 1، ص 400۔ تفسیر قرطبی ج 2، ص 1018۔ تفسیر فخر رازی، ج 7، ص 9 [↑](#footnote-ref-267)
268. تفسیر فخر رازی، ج 7، ص 9 [↑](#footnote-ref-268)
269. وسائل الشیعہ، ج 15، ص 10 [↑](#footnote-ref-269)
270. وہی مصدر [↑](#footnote-ref-270)
271. تفسیر در مثور، ج 2، ص 133؛ تفسیر ابن كثیر، ج 1، ص 468؛ تفسیر قرطبی، كشاف، غرائب القرآن، اسی كے ذیل میں [↑](#footnote-ref-271)
272. الاجتجاجات العشرہ سے اقتباس، احتجاج 5 [↑](#footnote-ref-272)
273. تاریخ طبر، ج 11، ص 1157؛ تذكرۃ الخواص، ص 209ز كتاب صفین، ص 220 [↑](#footnote-ref-273)
274. كتاب صفین ابن مزاحم، ص 219؛ مسند ابن حنبل میں ان كے نام كے جگھ ’’فلاں فلاں‘‘ آیا ہے، ج 4، ص 248 [↑](#footnote-ref-274)
275. الاثنی عشریۃ فی الرد علی الصوفیۃ، تایف شیخ حر عاملی، ص 164 [↑](#footnote-ref-275)
276. بحار الانوار، ح 44، ص 293 [↑](#footnote-ref-276)
277. الاحتجاجات العشرۃ، ص 20 [↑](#footnote-ref-277)
278. ماساۃ الحسین، تالیف: الخطیب شیخ عبد الوھاب الكاشی، ص 152 [↑](#footnote-ref-278)
279. وہی مصدر، ص 135-136 [↑](#footnote-ref-279)
280. الوقایع الحوادث، ج 3، ص 307 [↑](#footnote-ref-280)
281. ماساۃ الحسین﷣، ص 137 [↑](#footnote-ref-281)
282. سورہ حج: 32 [↑](#footnote-ref-282)
283. انگیزہ پیدائش مذہب، ص 150 [↑](#footnote-ref-283)
284. منتھی الآمال، ج2، ص 3 [↑](#footnote-ref-284)
285. سورہ نساء: آیت 171 [↑](#footnote-ref-285)
286. خریدے ہوے غیر عرب افراد۔ [↑](#footnote-ref-286)
287. اسی وجہ سے امام حسین﷣ نے ان لشكریوں كو عاشورا كے دن شیعیان آل ابی سفیان كہہ كر بلا یا تھا جب دشمن خیموں پر حملہ كرنے لگے تو آپ نے فرمایا:

     ویلكم یا شیعۃ آل ابی سفیان، تمہارا برا ہو اے ابو سفیان كے اولاد كے پیروكارو! اگر تم دین نہیں ركھتے اور تمہیں آخرت كا كوئی خوف نہیں تو كم از كم اس دنیا میں ہی آزاد زندگی گزارو۔ لہٰذا اس بنا پر یہی نہیں كہ وہ حقیقتاً شیعیان علی نہیں تھے بلكہ وہ ظاہراً بھی شیعیان علی﷣ نہیں تھے۔ [↑](#footnote-ref-287)
288. اسی وجہ سے امام حسین﷣ نے ان لشكریوں كو عاشورا كے دن ’’شیعیان آل ابی سفیان‘‘ كہہ كر بلایا تھا جب دشمن خیموں پر حملہ كرنے لگے تو آپ نے فرمایا:

     وَيْلَكُمْ يَا شِيْعَةُ آلِ اَبِيْ سُفْيَان ’’تمہارا برا ہو اے ابو سفیان كے اولاد كے پیروكاروا اگر تم دین نہیں ركھتے اور تمہیں آخرت كا كوئی خوف نہیں تو كم از كم اس دنیا میں ہی آزاد زندگی گزارو۔ لہٰذا اس بنا پر یہی نہیں كہ وہ حقیقتاً شیعیان علی نہیں تھے بلكہ وہ ظاہرًا بھی شیعیان علی نہیں تھے۔ [↑](#footnote-ref-288)
289. شرح نہج حدیدی، ج 4، ص 720 [↑](#footnote-ref-289)
290. تاریخ طبری، ج 6، ص 132۔ كامل ابن اثیر، ج 3، ص 183 [↑](#footnote-ref-290)
291. وہی ماخد [↑](#footnote-ref-291)
292. الغدیر، ج11، ص 44 [↑](#footnote-ref-292)
293. تنقیح المقال، ج 2، ص 63۔ اور اگر فرضًا ان كے درمیان كچھ لوگ بنام شیعہ تھے بھی تب بھی انہیں شیعہ كہنا كسی طرح درست نہ ہوگا البتہ ممكن ہے كہ كچھ افراد ایسے رہے ہوں جن كو سیاسی اور حكومتی حالات كا بالكل اندازہ نہ رہا ہو اور اعتقاد میں بھی وہ ضعیف رہے ہوں لہٰذا یزید كی دھمكیوں سے ڈر گئے ہوں اور پیسے كی لالچ میں آگئے ہوں مگر اس طرح كے چند افراد كی موجود گی سے یہ كہنا كہ امام حسین﷣ كو شیعوں نے قتل كیا ہے ہرگز درست نہ ہوگا جو واقعا شیعہ تھے وہ ایسا نہیں كرسكتے تھے كیونكہ سارے حالات ان كے سامنے تھے سیاسی و حكومتی تغیرات سے وہ پوری طرح آگاہ تھے۔ اس وقت كوفے میں موجود سارے شیعہ اسی نوعیت كے تھے كیونكہ وہ زمانہ ایسا نہ تھا كہ جب كوئی یوں ہی فیشن كے طور پر اپنے آپ كو شیعہ كہنے لگے اس وقت شیعہ ہونے كا اعلان كرنا یعنی موت كو دعوت دینا تھا۔ اس طرح كی تمام باتیں بكے ہوئے راویوں اور درباری ملاؤں كی دین ہیں۔ [↑](#footnote-ref-293)
294. تركیہ میں آج كا استامبول [↑](#footnote-ref-294)
295. تفسیر المیزان، ج 2، ص 74 [↑](#footnote-ref-295)
296. سورہ بقرہ، آیت 251 [↑](#footnote-ref-296)
297. اس طرح كی باتیں دہ گروہ كرتے ہیں، متعصب سنی، ایرانی نیشنلزم [↑](#footnote-ref-297)
298. كنز العمال، حدیث 34125 [↑](#footnote-ref-298)
299. وہی ماخذ، حدیث 34126 [↑](#footnote-ref-299)
300. سورہ صاد آیت 72 و سورہ حجر، آیت 29 [↑](#footnote-ref-300)
301. تفسیر برہان، ج 1، ص 220 [↑](#footnote-ref-301)
302. كیونكہ ظاہر سی بات ہے اسلامی احكام صرف وہاں تك میں قابل اجراء ہوتے ہیں جہاں تك انسان كا اختیار ہو اور عمل یا عدم عمل پر اسے قابو ہو جہاں تك محبت اور دلی تعلق كا سوال ہے تو یہ ایك اضطراری عمل ہے اور اس كا تعلق احساساتی پہلوؤں سے ہوتا ہے اور انسان اپنے احساس اور قلبی محسوسات پر قادر نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسلام میں چار بیویوں كے درمیان ظاہری طور پر عدالت كا لحاظ ركھنے كی تاكید كی گئی ہے كیونكہ اس طرح فساد اور لڑائی كا امكان پایا جاتا ہے۔ [↑](#footnote-ref-302)
303. تفسیر برہان، ج 2، ص 228ز اثبات الہداۃ، ج 7، ص 100 [↑](#footnote-ref-303)
304. بحار ج 52، ص 343 [↑](#footnote-ref-304)
305. بحار الانوار، ج 52، ص 306 [↑](#footnote-ref-305)
306. اعیان الشیعہ، طبع جدید، ج 2، ص 84 [↑](#footnote-ref-306)
307. بحار الانوار، ج 52، ص 326 [↑](#footnote-ref-307)
308. نور الثقلین، ج1، ص 139 [↑](#footnote-ref-308)
309. اثبات الہداۃ، ج 7، ص 176 [↑](#footnote-ref-309)
310. وہی مصدر، ص 92 [↑](#footnote-ref-310)
311. بحار الانوار، ج 52، ص 316 [↑](#footnote-ref-311)
312. اثبات الہداۃ، ج 7، ص 113؛ اعیان الشیعہ، طبع جدید، ج 2، ص 82 [↑](#footnote-ref-312)
313. بحار الانوار، ج 52، ص 233؛ اعیان الشیعہ طبع جدید، ج 2، ص 84 [↑](#footnote-ref-313)
314. اثبات الھداۃ، ج 7، ص 150 و 171 [↑](#footnote-ref-314)
315. المجالس السنیہ (سید محسن جبل عاملی)، ج 5، ص 711 و 723 و 724 [↑](#footnote-ref-315)
316. بحار الانوار، ج 52، ص 390 [↑](#footnote-ref-316)
317. ارشاد مفید، ص 341۔ بحار الانوار، ج 52، ص 290 [↑](#footnote-ref-317)
318. بحار الانوار، ج 52، ص 317 [↑](#footnote-ref-318)
319. اثبات الہداۃ، ج 7، ص 113 [↑](#footnote-ref-319)
320. غیبۃ النعمانیۃ، ص 172 [↑](#footnote-ref-320)
321. بحار الانوار، ج 52، ص 283 [↑](#footnote-ref-321)
322. علامہ امینی نے اس حدیث كو غدیر ج 3، ص 176 سے 179 تك نقل كیا ہے۔ [↑](#footnote-ref-322)
323. وہ علامہ كبیر واستاد اور دمشق كی بڑی شخصیتوں میں سے ایك تھا اس كا نام ایشخ جمال ملص دمشقی تھا [↑](#footnote-ref-323)
324. المناظرات، تالیف سید عبد القادر حاج عمر حلبی سوری، ص 12-16 [↑](#footnote-ref-324)
325. مجموعۃ و رام سے اقتباس، ج 2، ص 302 [↑](#footnote-ref-325)
326. نہج البلاغہ، حكمت 70 [↑](#footnote-ref-326)
327. الاستمتاع لحدیث الاب، ص 11 سے 61 تك كا اقتباس [↑](#footnote-ref-327)
328. مجالس المومین، ج 1، ص 369 [↑](#footnote-ref-328)
329. مناظرہ ھا، تالیف الیاس جعفری، ص 183 [↑](#footnote-ref-329)
330. یہ حدیث اہل تسنن كی بہت سی كتابوں میں نقل ہوئی ہے جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، صحیح نسائی و سجستانی۔ اسی طرح ابن صباغ مالكی نے اپنی كتاب الفصول المہمۃ میں لكھا ہے اس حدیث كو احادیث صحیحہ كی كتابوں میں انس بن مالك سے نقل كرنا صحیح ہے۔ ( ص 21) [↑](#footnote-ref-330)
331. بحار الانورا، ج 10، ص 431-434 سے تلخیص [↑](#footnote-ref-331)